خطباتِ امیرِ شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حصہ اول

ایمان فروز ○ وجد آفریں ○ شعلہ نوا تقاریر

مرتب

مجاہد الحسینی

ناشر

دار النشر الاسلامیۃ العالمیۃ [illegible]

فیصل آباد ○ پاکستان

خطباتِ امیرِ شریعت

سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

حصّۂ اوّل

ایمان افروز ، وَجد آفرین ، شعلہ نوا تقاریر

مُرتّبہ

مُجاہد الحسینی

ناشر

دارُالنّشر الاسلامیّۃ العالمیّۃ رجسٹرڈ

فیصل آباد ، پاکستان

پوسٹ بکس ۵۵۲ ○ فون ۲۳۵۶۰

کتاب خطبات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

اشاعت اوّل ـــــــــ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ
۱۸ اپریل ۱۹۸۴ء

باہتمام ـــــــــ محمد یوسف بٹ مکی

ناشر ـــــــــ دار النشر الاسلامیۃ العالمیۃ (رجسٹرڈ) فیصل آباد

سرورق ـــــــــ الحاج سید انور حسین شاہ نفیس رقم لاہور

کتابت ـــــــــ احسان الحق خوشنویس فیصل آبادی

طباعت ـــــــــ پاکستان آرٹ پریس فیصل آباد

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

قیمت مجلد (خوبصورت ڈائی طباعت) ۔۔ ۴۶/۰۰ روپے

ملنے کے پتے

- دار النشر الاسلامیۃ العالمیۃ (رجسٹرڈ) اشرفی پرنٹنگ پریس۔ خالد آباد فیصل آباد
- ملک سنز ناشران و تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد
- ادارہ صوت الاسلام ۶۵۔ بی پیپلز کالونی فیصل آباد
- کتاب مرکز بھوانہ بازار فیصل آباد
- مکتبہ رشیدیہ۔ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور
- مکتبہ مدنیہ۔ اردو بازار۔ لاہور
- مکتبہ بنوریہ۔ بنوری ٹاؤن۔ کراچی
- مکتبہ امدادیہ۔ باب العمرہ مکہ معظمہ (سعودی عرب)

فہرس

صفحہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

یہ خلوص یہ عقیدت یہ حضورؐ سے محبت — تجھے نسبتِ خصوصی تھی نبی کے آستاں سے

تری آہِ صبحگاہی ترا نالۂ شبانہ — یہی یاد رہ گیا ہے شبِ غم کی داستاں سے

ترا ذوقِ حق پسندی تجھے لے گیا رسن تک — بنے خار بھی گلستاں ترے شوقِ بیکراں سے

تری بے غرض قیادت ترا علم اور خطابت — تری داستاں کو چھیڑیں مگر ہم کہاں کہاں سے

عبد الکریم ثمر

ذکاء صدیقی

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے ۱۹۶۵ء سے یہ شرف حاصل ہے کہ سرزمین مقدس مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوں۔ مزید خوش نصیبی کہ ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حرم شریف کے اندر "میزابِ رحمت" کے سامنے برآمدوں میں بیٹھا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ریکارڈ کر رہا ہوں، وہ تقریر اس قدر روح پرور اور وہ آواز ایسی کیف آور تھی کہ احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔

خواب سے بیدار ہوا تو دل میں یہ تمنا آئی کہ مجھے حضرت امیر شریعت کی نہ تو زیارت کا شرف حاصل ہوا اور نہ ہی ان کی تقریر سننے کا موقع ملا ہے، کہیں سے ان کی آواز ریکارڈ کر کے ان کی معرکہ آرار تقاریر کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

چنانچہ حصول مقصد کی خاطر سب سے پہلے ہندوستان میں مولٰنا سید رشید الدین حمیدی مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد اور حضرت مولٰنا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی سے ملاقات کر کے اپنی تمنا ظاہر کی۔ انہوں نے پاکستان کے شیوخ اور بزرگوں کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا۔

چند روز بعد پاکستان میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے فیصل آباد آیا تو انہی دنوں اتفاقاً قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولٰنا محمد زکریاؒ سہارنپوری ثم مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت الشیخ مولٰنا عبد الحفیظ ملک صاحب بھی فیصل آباد تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی خدمت میں

بھی اپنی خواہش ظاہر کی اور کئی دوسری شخصیات سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اسی اثناء میں حضرت مولینا عبد الحفیظ صاحب کی رفاقت میں مولینا مجاہد الحسینی سے ملنے کا موقع ملا۔ مولینا مجاہد الحسینی کو چونکہ حضرت امیر شریعتؒ کی زیر نگرانی و سرپرستی شائع ہونے والے دو اخبارات روزنامہ آزاد اور روزنامہ نوائے پاکستان لاہور کی ادارت کا شرف و اعزاز حاصل رہا ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کے سامنے جب حضرت امیر شریعتؒ کی تقاریر شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی گئی تو انہوں نے حضرت الشیخ مولینا عبد الحفیظ مکی صاحب کو اپنے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے تقاریر و خطبات کی ترتیب کے سلسلے میں خدمات پیش کیں، چنانچہ انہوں نے کمال عقیدت و محبت اور توجہ کے ساتھ حضرت امیر شریعتؒ کے خطبات کا پہلا حصہ مرتب فرمایا ہے جسے عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق حتی الوسع نہایت خوبصورت اور جاذب نظر انداز میں شائع کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ اس کی دوسری جلد بھی اسی انداز میں عنقریب قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

خطبات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سلسلے میں قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے نوازیں تاکہ دوسرا ایڈیشن اس سے بھی نہایت اعلیٰ اور بلند معیار کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔ نیز اپنی مخلصانہ دعاؤں میں بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور مقبول خلائق بنائے۔ آمین والسلام

محمد یوسف بٹ مکی

مدیر دار النشر الاسلامیۃ العالمیۃ

فیصل آباد
یکم مارچ ۱۹۸۴ء

لے۔ تعبیر صفحہ ۲۴۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔

حرفِ اعتراف

ملتِ اسلامیہ کی جلیل القدر شخصیات نے اپنے اپنے دائرہ عمل میں گوں ناگوں صلاحیتوں اور اپنے اپنے طریق کار کے مطابق، اور ان کے نقش قدم پر رواں دواں برصغیر پاک و ہند میں دیوبندی مکتب فکر سے متعلق نابغۂ روزگار شخصیات نے خصوصیت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور سے اسلام کی دعوت وارشاد، تعلیم و تدریس، تحقیق، تصنیف و تالیف، انشا وصحافت، شعر و ادب، وعظ و خطابت، اور سیاست و معاشرت وغیرہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں لائق صد افتخار ہیں اس سلسلے میں

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، ابو حنیفۂ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ، بحر العلوم علامہ محمد انور شاہ کشمیری شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ المشائخ مولانا اشرف علی تھانوی، امیر المبلغین مولانا محمد الیاس دہلوی، شیخ طریقت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، شیخ الحدیث امام العارفین حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مفکر احرار چوہدری افضل حق، رئیس المحققین علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید محمد سلیمان ندوی، شاعرِ مشرق علامہ اقبال، امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔

خطیب اسلام مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، علامہ محمد یوسف بنوری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد حیات (فاتح قادیان) مولانا لال حسین اختر، مولانا عبد الرحمٰن میانوی، مولانا

غلام اللہ خاں، مولانا مفتی محمود اور دیگر عظیم المرتبہ شخصیات کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں، انکی خدمات جلیلہ سے تاریخ کے صفحات ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

عصرِ حاضر کے تقاضے کے مطابق اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ملتِ اسلامیہ خصوصاً اسلامیانِ پاکستان کو جہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مادی وسائل و ذرائع سے خوب نوازا ہے وہاں ان کی روح کی بالیدگی و تازگی کے لئے اور انہیں اپنے اسلاف اور محسنوں کے معرکہ آراء کارناموں سے متعارف کرانے کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے مثالی ادارے قائم ہونے چاہئیں تاکہ ان عظیم شخصیات کے کارنامے تاریخ ملت کے صفحات میں زریں عنوان کی حیثیت سے محفوظ رہ سکیں۔!

چنانچہ اسی اہم تقاضے اور ضرورت کی تکمیل کے لئے ادارہ صوت الاسلام پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے، اور اس کے زیر اہتمام کئی نادر اسلامی کتب شائع بھی ہو چکی ہیں، نیز تعلیم القرآن کے جدید باتصویر قاعدے، "خطبات مشاہیر" اور "شاہ ولی اللہ کے دیس میں" کے زیر عنوان مطبوعات جلد پیش کی جا رہی ہیں۔

• علاوہ ازیں ایک نئے اشاعتی ادارہ دار النشر الاسلامیہ فیصل آباد کے مدیر جناب محمد یوسف بٹ نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی معرکہ آراء تقاریر و خطبات شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے کہ ملی اور دینی حلقوں کی جانب سے جس کا اشتیاق اور بے تابی سے انتظار تھا۔

اس سلسلے میں خصوصی طور سے مخدوم مکرم حضرت الشیخ مولانا ملک عبد الحفیظ مکی صاحب کی سرپرستی اور تعاون کا بے حد شکر گذار ہوں کہ ان کی مخلصانہ مساعی سے بہت سی نادر اور مفید اسلامی کتب طباعت کے بعد حضراتِ قارئین کی خدمت میں بہت جلد پیش ہو رہی ہیں،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کی اہم خدمات انجام دینے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائے اور اس پیشکش کو قبولیت عامہ سے نوازے ۔۔۔! آمین وما توفیق الا باللہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وان من البیان لسحرا

حدیثِ پاک : بخاری

کلمۂ خیر و برکت

امام العارفین، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور نامور عالم دین حضرت الشیخ مولانا عبد الحفیظ ملک مدظلہ العالی (مدیر مکتبہ امدادیہ مکہ معظمہ اور المطبع الرشیدی مدینہ منورہ) دنیائے اسلام کے علماء و مشائخ میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور تمام دینی حلقوں میں ان کی شخصیت نہایت معزز و محترم ہے اور انہیں حضرت امیر شریعتؒ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ محبت، عقیدت اور کمال نیازمندی کا چونکہ گہرا تعلق خاطر ہے، اس لئے حضرت امیر شریعت کی "وجد آفریں تقاریر" کی بابت ان کے چند کلمات ہمارے لئے خیر و برکت اور حوصلہ افزائی کا موجب ہیں۔

نحمدہ تعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

امابعد۔ مکرم ومحترم حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ العالی نے اس ناکارہ کو حکم فرمایا ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کے مبارک اور قیمتی مجموعے "خطبات امیر شریعت" کی بابت کچھ لکھوں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی خصوصاً ان کے خطباتِ معطرہ پر مجھ جیسا بے ذوق قلم اٹھانے کی کیسے جسارت کر سکتا ہے۔ البتہ قارئین کرام سے ایک گزارش کرنے کو ضرور دل چاہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے خطبات وتقاریر میں جو غیر معمولی اثر تھا اس میں ان کے اخلاص، للّٰہیت ونورانیت قلبی کا گہرا دخل تھا،

اس لئے حضرات مقررین وخطباء اور رہنمایانِ قوم خصوصاً حضرت شاہ صاحب کے خوشہ چیں اور آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ دوسرے علوم وفنون کے حصول میں اہتمام کرنے کی طرح، اپنی اصلاحِ باطن اور روحانی بالیدگی کے لئے بھی اسی طرح نہایت اہتمام کے ساتھ شیخ کامل اور ماہر طبیب قلوب کے ساتھ ربط وتعلق قائم کریں تاکہ ان کی اپنی دنیا اور آخرت بھی سنور جائے اور دوسرے بھی قلبی، فکری ونظری اعتبار سے متاثر ہو کر دین کی جانب رجوع کریں اور باری تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی ان کا مقصودِ زندگی بن جائے۔!

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ العالی کو جزاء خیر عطا کرے کہ ان کی سعی و کوشش سے بیش بہا جواہرات کا ایک عظیم انمول خزینہ ظہور پذیر ہو گیا ہے اور ہر شخص اپنے ظرف و استعداد کے مطابق اس سے اپنی جھولی بھر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مولانا کی اس خدمت مبارکہ کو قبولیت سے سرفراز فرمائے، آمین

عبدالحفیظ
مکتبہ امدادیہ۔ باب العمرہ۔ مکہ مکرمہ

۲ رجمادی الاول ۱۴۰۴ھ
۵ رفروری ۱۹۸۴ء

عظیم خطیب ، عظیم انسان ۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ،

خطیبِ اعظم عرب کا نغمہ عجم کی لے میں سُنا رہا ہے
سرِ چمن پہ چھا رہا ہے ، سرِ دغا مسکرا رہا ہے ۔
حدیثِ سرو و سمن نچھاور زبانِ شمشیر اُس پہ قرباں
مسیلمہ ایسے جعلسازوں کی بیخ و بنیاد ڈھا رہا ہے
قرونِ اولیٰ کی رزم گاہوں سے مُرتضیٰ کا جلال لے کر
دبیز نیندیں جھنجوڑتا ہے مجاہدوں کو جگا رہا ہے ،
ہیں اسکی للکار سے ہراساں حجمدِ مصطفےٰ کے باغی
دغا کے جھنڈے گڑے ہوتے ہیں غنیم پر دندنا رہا ہے
مَیں اسکے چہرے کی مسکراہٹ سے ایسا محوس کر رہا ہوں
کہ جیسے تاریخ کی جبیں پر کوئی دِیا جھلملا رہا ہے
خُدا فروشوں کی خانقاہوں پہ ایک بجلی سی کوندتی ہے
" ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جسکو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ "

اسرار بصری

امیرِ شریعت کے بعد

ملا نہ پھر کہیں لطفِ کلام تیرے بعد
حدیثِ شوق رہی ناتمام تیرے بعد

ترس گئی ہے سماعت تری صداؤں کو
سنا نہ پھر کہیں تیرا پیام تیرے بعد

جو تیرے دستِ حوادث شکن میں دیکھی تھی
وہ تیغ پھر نہ ہوئی بے نیام تیرے بعد

بنا ہے حرفِ شکایت سکوتِ لالہ و گُل
بدل گیا ہے چمن کا نظام تیرے بعد

سیف الدین سیفؔ

جمالِ ہمنشیں

میں سمجھتا ہوں کہ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے اکتساب فیض اور قربت کے اسباب و محرکات میں اس بات کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے کہ سلطانپور لودھی میں ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد جب کتب فقہ و احادیث کی مزید تعلیم کی خاطر جلیل القدر دینی و علمی شخصیت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے معروف مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھر (انڈیا) میں داخل ہوا تو وہاں مجھے لائق و فائق قابل صد احترام اساتذہ کی نگاہ التفات و کرم کے ساتھ حضرت امیرِ شریعتؒ کے فرزند اکبر مولانا حافظ سیّد عطاء المنعم شاہ (سید ابوذر بخاری جو ماشاء اللہ صاحب طرز ادیب، بلند پایہ خطیب اور شاعر ہیں) کی ہمدرسی اور تعلیمی رفاقت نصیب ہوئی جو میرے لئے لائق صد افتخار ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ علم و ادب اور انشاء و صحافت کی جانب میرے رجحان طبع، میرے شعور و آگہی کے نکھار میں انکی رفاقت و مشاورت کا بہت بڑا دخل ہے اور اس کے لئے میں ان کا شکر گذار ہوں، ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مجاھد الحسینی

استنباطِ خطبات

ایک وضاحت

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایمان افروز، سحر آفریں اور شعلہ نوا خطابت جن دنوں نصف النہار اور پورے جوبن پر تھی، ان دنوں مسلم اخبارات کا اوّل تو وجود ہی نہ تھا۔ اور جو ایک آدھ موجود تھا فرنگی سامراج کے کالے قوانین کے تحت یا تو اس کا گلا دبا دیا گیا اور اس کا پریس ضبط کر کے دفاتر پر بڑے بڑے آہنی قفل آویزاں کر دیئے گئے تھے اور یا سنسر کے بعد ملّی و قومی رہنماؤں کی تقاریر کے چند جملے اور صرف ان کے اقتباسات شائع کرنے کی اجازت دی جاتی تھی، قیام پاکستان سے پہلے پوری تفصیل کے ساتھ من وعن تقاریر شائع کرنے کا نہ تو موقع ملتا تھا اور نہ ہی ان دنوں کوئی رواج تھا، چنانچہ حضرت امیر شریعت کی معرکہ آرا۔ تقاریر سننے کا شرف تو مجھے کئی مرتبہ حاصل ہوا مگر ضبطِ تحریر کی ان دنوں سعادت نہ مل سکی، البتہ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے شاہ صاحب کی تقاریر کا ایک ضخیم مجموعہ تیار کیا تھا اور سری نگر (کشمیر) میں قیام کے دوران شاہ صاحب نے اسے دیکھا بھی تھا۔ صد افسوس کہ وہ نادر و نایاب مجموعہ ـــــ گم ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد راقم الحروف کو روزنامہ آزاد اور روزنامہ نوائے پاکستان لاہور کے زمانہ ادارت میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے زعمائے ملّت کی مفصل اور مکمل تقاریر و خطبات شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ اخبارات چونکہ ایک مقدس مقصد کے حصول کا ذریعہ، ایک مشن کی تکمیل کے علمبردار اور ایک نظریے کے ترجمان تھے۔ اس لئے دینی و اسلامی صحافت میں پہلی مرتبہ ملّی و دینی راہنماؤں کی تقاریر، ان کے بیانات اور ان کی خبریں مکمل صورت میں شائع

کرنے کو رواج دیا گیا بحمداللہ اس سلسلے میں کافی ذخیرہ موجود ہے جس سے استفادہ کرکے خطبات حضرت امیر شریعت کا پہلا حصہ پیش خدمت ہے۔ اس میں شاہ صاحب کی جھلکیاں ــــ حضرت امیر شریعت کو عظیم شخصیات کا خراج تحسین، اور اسلام کے بنیادی عقائد اور بعض اہم دینی و ملی مسائل پر مشتمل خطبات شامل ہیں۔ حضرت امیر شریعت کی اہم ملی و سیاسی تقاریر اور مختلف تحریکات کے بارے میں ان کے نظریات پر مشتمل آپ کے خطبات اور تقاریر ان شاء اللہ دوسری جلد میں پیش کی جائیں گی۔

حضرات قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اگر کسی کے پاس شاہ صاحب کی ایسی تقاریر موجود ہوں جو ابھی تک شائع نہ ہو سکی ہوں براہِ کرم ان کی ایک فوٹو سٹیٹ کاپی ارسال کر کے احسان فرمائیں۔ تہہ دل سے شکر گزار ہوں گا۔

والسلام

خاکپائے اکابر

مجاھدُ الحسینی

حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

کا
حسب و نسب

سیّد وُلدِ آدم، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ، سالارِ قافلہ حرّیت، خطیب اعظم امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی نسبی قرابت اور حسبی وراثت کا سلسلہ چھتیس پشتوں کی وساطت سے جا ملتا ہے۔

آپ کے زریں سلسلۂ اسلاف میں خلافت راشدہ کے چوتھے خلیفہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے فرزند سیّد شبابِ اہل الجنۃ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قدوۃ السالکین حضرتِ شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور متجاب الدعوات بزرگ حضرت سید محمد بخاریؒ (جن کی دعاؤں اور توجہ سے سلطان ترکی مراد خاں ثانی کو اللہ تعالیٰ نے مسجد الحرام (مکہ معظمہ) اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) کی توسیع اور مثالی تعمیر کی توفیق و سعادت نصیب فرمائی) جیسی عظیم المرتبہ شخصیات تابدار موتیوں کی طرح جگمگا رہی ہیں۔

امیر شریعت مولینا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے پہلے بزرگ جو بخارا سے ہجرت کر کے سرزمین کشمیر میں آکر آباد ہوئے وہ شیخ الاسلام سیّد عبد الغفار بخاری تھے جن کی بدولت والیٔ کشمیر زین العابدین کے عہد میں اسلامی حکومت کا پرچم لہرایا تھا۔ پھر ان کی اولاد میں سے حضرت سیّد اکمل الدین محمد بخاری کشمیر سے دہلی جا کر آباد ہو گئے تھے یہ خاندان نقشبندیہ کے نامور بزرگ، حضرت مظہر جان جاناں کے خادم خاص، اور معتمد حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ مجاز اور حضرت امیر شریعت کے پردادا تھے۔

ان کے فرزند حضرت سیّد نور الدین بخاری (جو حضرت امیر شریعت کے دادا تھے) حضرت

خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ تھے، پھر ان کے فرزند حضرت پیر سید ضیاءالدین بخاریؒ
حضرت امیر شریعت کے والد ماجد اور اپنے دور کے عالم فاضل اور عارف کامل تھے۔

جہاں تک حضرت امیر شریعت کے سلسلہ کے حسب و نسب کا تعلق ہے۔

اس کی طرف سے آپ کا نام شرف الدین احمد رکھا گیا تھا اور ددیال کی طرف سے سید
عطاءاللہ شاہ بخاری آپ کی نانی صاحبہ قطب العالم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے
شیخ مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی تھیں جو ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی
اور ہنگاموں کے نتیجے میں دہلی سے پٹنہ (بہار) میں پناہ گزینی پر مجبور ہوگئی تھیں

حضرت امیر شریعت کے پر نانا حضرت پیر سید عبدالسجان اندرابی کشمیر سے آکر پٹنہ
عظیم آباد میں رہائش پذیر ہوگئے تھے اور آپ کے نانا حضرت پیر سید احمد شاہ بخاری
اپنے دورہ کے جلیل القدر عالم دین، نہایت خوش الحان حافظ و قاری اور طبیہ کالج لکھنو
کے مستند طبیب حاذق تھے۔

حضرت امیر شریعت یکم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۱ء بروز جمعہ پٹنہ عظیم آباد میں
پیدا ہوئے ابھی چار سال کی عمر کے تھے کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، جب وقت شاہ صاحب
کی عمر دس برس ہوئی تو آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید ضیاءالدین بخاریؒ نے پٹنہ (بہار)
کو خیر باد کہہ کر موضع ناگڑیاں ضلع گجرات (پاکستان) میں سکونت اختیار کرلی، حضرت
امیر شریعتؒ کے والد محترم نے غالباً ۱۹۴۹ء میں قیام پاکستان کے بعد اسی قصبے میں وفات پائی

حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ تحصیل علم کے بعد امرتسر (انڈیا) میں
رہائش پذیر ہوئے، قیام پاکستان کے بعد مہاجر کی حیثیت سے پہلے خانگڑھ ضلع مظفر گڑھ میں
نواب زادہ نصراللہ خاں صاحب کے پاس ٹھہرے، وہاں شدید سیلاب سے متاثر ہوکر چند روز

مظفر گڑھ شہر کے محلہ شیخوپورہ میں اور پھر محلہ بٹی شیر خاں کچہری روڈ ملتان میں ایک کرائے

کے مکان میں قیام پذیر ہوئے کہ ۲۲۔ اگست ۱۹۶۱ء کو علم وعمل، جرأت وشجاعت اور بیان و

خطابت کا یہ خورشید جہاں تاب سرزمین ملتان میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد!

۱۳۸۱ھ

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی رفیقہ حیات (حضرت اماں جی صاحبہ مدظلہا)

بحمد اللہ اپنی اولاد کے ساتھ ملتان کے اسی مکان میں قیام پذیر ہیں،

حضرت امیر شریعت کی اولاد میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے چار ہونہار فرزندان

ارجمند اور ایک دختر نیک اختر موجود ہے، آپ کی اولاد ماشاء اللہ علم وفضل اور دینی

محاسن واوصاف کے اعتبار سے لائق و فائق اور آپ کی دینی وعلمی وراثت کی صحیح حقدار

اور پوری محافظ ہے،

شاہ صاحب کے فرزند اکبر مولانا حافظ سید عطاء المنعم (ابوذر بخاری) عظیم المرتبہ

عالم دین، حافظ وقاری، ادیب وشاعر، بلند پایہ خطیب، مصنف اور مجلس احرار اسلام

کے قائد ہیں، دوسرے فرزند مولینا حافظ سید عطاء المحسن شاہ بخاری سلجھے ہوئے عالم دین

شعلہ نوا خطیب اور مجلس احرار اسلام کے ممتاز رہنما ہیں

تیسرے فرزند مولانا حافظ سید عطاء المومن شاہ بخاری ایک عالم دین اچھے مقرر اور

مجلس احرار اسلام کی روح رواں ہیں، چوتھے فرزند مولینا حافظ سید عطاء المہیمن شاہ

بخاری عالم دین بھی ہیں تصوف وسلوک میں بلند مقام حاصل ہے، آج کل سرزمین مقدس

مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہیں،

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر بھی ماشاء اللہ دینی علوم میں خوب دسترس کی مالکہ ہیں، حضرت شاہ صاحب اپنی بیٹی کی علمی قابلیت اور اصابت رائے سے بہت متاثر تھے اور خصوصی دعاؤں کے ساتھ ہمیشہ تحسین کیا کرتے تھے،

حضرت امیر شریعت کے داماد پروفیسر حافظ سید وکیل احمد شاہ بخاری ایم۔اے بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہت سی خوبیوں، صلاحیتوں اور محاسن کے مالک ہیں،

شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت پیر خورشید احمد شاہؒ بخاری (قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان) کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں، ایک کالج میں ان کا چشمہ علم وعرفان جاری ہے، صاحب اولاد ہیں، آپ کے فرزندان ارجمند (حضرت امیر شریعت کے نواسے) حافظ سید محمد کفیل بخاری اور حافظ سید ذوالکفل بخاری کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے، اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا صحیح مصداق ہیں، ملتان سے ایک جریدہ تحریک شائع کر رہے ہیں۔

حضرت امیر شریعت کی تین نواسیاں بھی ماشاءاللہ عالمہ فاضلہ ہیں، بڑی نواسی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے "شعبہ مدرسۃ البنات" میں بچیوں کو قرآن کریم اور کتب احادیث وفقہ کے زیور تعلیم سے آراستہ کر رہی ہیں،

بہر نوع حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی اپنے آباء اجداد کی شمع فروزاں بلند کئے ہوئے ظلمت کدۂ فکر ونظر کو منور کر رہی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیق عطا فرمائے اور محاسن سے نوازے آمین

اُولٰئکَ اٰبائی فجئنی بِمثلِھِم

یہ ہیں میرے قابلِ صد افتخار آبار اجداد ——— کوئی تو ان کی مثال پیش کرو!

- مجددِ الف ثانی کا سپاہی
- شاہ ولی اللہ کے خاندان کا متبع
- سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا
- شاہ اسمٰعیل شہید کی جرأت کا پانی دیوا
- محمد قاسم نانوتوی کا علمبردار
- شیخ الہند کے نقشِ قدم کا راہ نورد

میں ان علمارِ حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے ——— رب ذوالجلال کی قسم :- مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے۔ وہ شروع ہی سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی۔ میں اس سرزمین میں مجددِ الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں، شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں، سیّد احمد شہید کا نام لیوا، اور شاہ اسمٰعیل شہید کی جرأت کا پانی دیوا ہوں، میں اُن پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گذار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں، ہاں۔ ہاں۔ میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں، میں نے شیخ الہندؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا، میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں، میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا۔ دفنانا،

13663

ہر شخص اپنا شجرہ نسب رکھتا ہے میرا یہی شجرہ نسب ہے میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں

میں اس خاندان کا ایک فرد ہوں

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

۲۳ مارچ ۱۹۳۹ء

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا عکس تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس احرار الاسلام ہند کی طرف سے برطانوی نبوت کے مرکز قادیان میں ایک غیر سیاسی
شعبۂ تبلیغ الاسلام قائم ہے۔ شعبہ کے مبلغ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد حیات صاحب مسلمہ سند فاتح ہیں
اور فقیر اس شعبہ کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ بفضل اللہ اگر حکومت برطانیہ کی ناک کا بال ہوتے
ہوئے مسجد دشمن جا کر اور ببانگ دہل کھڑا ہو کر مرزا علیہ اللعنۃ کی برطانوی نبوت کی تبلیغ
کر سکتا ہے اور ہندوستان و دیگر ممالک کے لوگوں سے لاکھوں روپے بٹور کر تبلیغ الاسلام کے بجائے
تخریب الاسلام کے فرائض انجام دے سکتا ہے تو مسلمانان ہند کو خواہ وہ ملازم حکومت ہی کیوں نہ ہوں
اس شعبہ میں شامل ہو کر اس کے خوشگوار بوجھ کو سر پر اٹھا لینا چاہیے۔ شعبہ کی طرف سے قادیان میں ایک
زمین خریدی جا چکی ہے اور اس کو تعمیر مسجد ختم نبوۃ کی تبلیغ و اشاعت و درس و تدریس کے لئے وقف
ہو چکا ہے مسجد کی بنیادیں پڑ چکی ہیں عنوان بن کر جاری ہے جس کی کاشت ہو رہی ہے لیکن ا ک
مسلمانوں کے بچوں کے پرائمری اور دینیات کا مدرسہ کھلا ہوا ہے جنگ کی وجہ سے کام رکا پڑا ہے
در مجلس احرار الاسلام اپنی دینی خدمات کو نمایاں طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتی۔ مسلمانان ا
فقیر کی درخواست ہے کہ اللہ کیلئے اس طرف توجہ کریں اور ہمارے اس کام میں شریک ہو کر دامے درمے
جانے مانے حیا نے قدمے امداد کر کے دربار رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں اپنے کو
سرخرو کریں اور اس کام کو مسلمانان ہند کیلئے وسیلۂ نجات بنائیں۔ فقیر سید عطاء اللہ بخاری

(نوٹ) چونکہ قادیان میں مسلمانوں کیلئے کھانے پینے کی کوئی دکان نہیں ہے اس لئے شعبہ کی طرف سے لنگر خانہ
بھی جاری ہے جس میں در پہنچے ہوئے مسلمانوں کو کھانا دیا جاتا ہے اور دور سے مسافروں کو بھی کھانا دیا
جاتا ہے شعبہ سے مولانا محمد حیات صاحب کے پاس بھیجیں ہوگی ان کا ۔ فقیر سید عطاء اللہ بخاری

امیرِ شریعت سے ملاقات کا شرفِ اوّلیں

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے پہلی ملاقات اور زیارت کا شرف سلطانپور لودھی
ریاست کپور تھلہ میں حاصل ہوا، میرا پرائمری تعلیم کا زمانہ تھا، یہاں کی معروف دینی و ملی
درسگاہ "تعلیم القرآن" کے سالانہ جلسہ کے موقع پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، اور
دوسرے جلیل القدر علماء و مقررین تشریف لائے تھے،

مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر چند طالب علموں کو تقریر کے لئے منتخب کیا گیا تھا،
ان میں میرا نام بھی شامل تھا، پروگرام کے مطابق مجھے بھی چند منٹ کی تقریر زبانی یاد کرائی گئی تھی،
توحید اور وجود باری تعالیٰ کے موضوع پر اس تقریر میں روس کا بھی ذکر آیا تھا،

یہ ان دنوں کی بات ہے جب دوسری جنگ عظیم کے دوران ہٹلر کی زیرقیادت
جرمن فوجیں براعظم یورپ کے تقریباً تمام ممالک پر قبضہ کرکے اشتراکی روس کی جانب حملہ آور
تھیں، جرمن کی ہمہ گیر اور ناقابلِ شکست طاقت سے گھبرا کر روس ملحد اور وجود باری تعالیٰ کے
منکر حکمرانوں نے بھی اپنے ملک کے مذہبی مراکز (مسجدوں، گرجوں اور کلیساؤں) میں جرمن کی
شکست اور روس کی کامیابی کے لئے خداوند قدوس کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کی

پر زور اپیلوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، موقع محل اور صورت حال کی مناسبت سے مجھے تقریر میں یہ مصرعہ بھی دیا گیا تھا ؎

جب رنج دیا بتوں نے تو خدا یاد آیا

یعنی جب روس کے مادّی اسباب و ذرائع جواب دے گئے اور ہر طرف سے مایوسیوں، خوف و ہراس، اور خطرات نے گھیرا ڈال کر ان کی زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا تو خداوند عالم کے وجود کے منکروں اور ملحدوں نے بھی دعاؤں کا سہارا لینا شروع کر دیا تھا۔ اور اس بات پر یقین لانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ دنیا میں کامیابی کا دار و مدار صرف اسلحہ اور فوجی ساز و سامان پر نہیں بلکہ ایک غیر مرئی طاقت خالق کائنات اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے!

اس عظیم الشان جلسے میں اپنی "رٹی رٹائی" اور زبانی یاد کی ہوئی تقریر سنا کر سٹیج سے اترا اور سیدھا اپنے طالب علم ساتھیوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا،

میرے بعد ایک اور بزرگ نے بھی تقریر کی، آخر میں جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام پکارا گیا، اور آپ کے خطاب کا اعلان ہوا تو مجمع کا رنگ ہی کچھ اور تھا، دُور تک انسانوں کا ایک سمندر تھا —— بحر بے کنار —— !

ان میں فرزندانِ اسلام کے دوش بدوش بے شمار ہندو سکھ مرد اور عورتیں بھی گوش بر آواز، سراپا سکوت —— اور بے حس و حرکت تھیں، اچانک امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد کے پر جوش اور فلک شگاف نعروں سے جلسہ گاہ گونج اٹھی، یوں محسوس ہو رہا تھا شہر کے در و دیوار ہل گئے ہیں، پھر کیا دیکھتے ہیں کہ سٹیج پر ایک پُر جلال، سراپا حسن و جمال کالے سیاہ گھنگھریالے بالوں پر غازی امان اللہ افغانی کے طرز پر اور ترک رہنماؤں کے انداز میں جلیٹی ٹوپی پہنے، اور ہاتھ میں چمکدار کلہاڑی لئے عجیب و غریب شخصیت نمودار ہوئی، حضرت

شاہ صاحب کا خوبصورت نورانی چہرہ دیکھتے ہی مقدس ہستیوں کے تصوراتی نقوش آنکھوں کے سامنے گھومتے اور گردش کرتے دکھائی دینے لگے، پہلی مرتبہ ایسی ہستی کی زیارت کا شرف حاصل ہو رہا تھا جسے دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی پاکباز شخصیات کی یاد تازہ ہو گئی تھی،

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سٹیج کی کرسی پر تشریف فرما ہوتے، دائیں اور بائیں مجمع پر یک نگاہ ڈالی —— تو حدِ نظر تک پھیلے ہوتے انسانوں کے سمندر میں مکمل سکوت طاری تھا، شاہ صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں لحن داؤدی کے ساتھ جب الحمد للہ پڑھتے ہوئے خطبہ مسنونہ کا آغاز کیا۔ تو مکہ کے پہاڑوں، طائف کے بازاروں اور مدینہ کی گلیوں کی یاد تازہ ہو گئی، در و دیوار جھومتے محسوس ہونے لگے، شاہ صاحب کی سحر آفریں آواز کے زیر و بم کے ساتھ فضا میں ارتعاش، اور سکوت میں گہرائی بڑھتی چلی گئی —— انسان جنگل کی خاموشی۔!

خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی تو مجمع بے خود ہو گیا، کبھی کبھی سامعین سے ہچکی آمیز لہجے میں کپکپاتے ہونٹوں سے سبحان اللہ۔ اور واہ۔ واہ بخاری صاحب! کی ہلکی ہلکی آوازوں سے سناٹے کا تسلسل ٹوٹ جاتا، سب کی آنکھیں اشکبار اور پرنم تھیں ——!

حضرت امیر شریعت نے خطبہ و تلاوت کے بعد تقریر کے آغاز ہی میں فرمایا۔

میرا تو کسی دوسرے موضوع پر خطاب کرنے کا ارادہ تھا، مگر یہاں ابھی یوسف[1] نامی ایک بچے نے ایسی بات کہی ہے جس نے مجھے چونکا دیا ہے۔! پھر شاہ صاحب نے مجھے سٹیج پر طلب کیا اور مجمع کے سامنے کرسی پر بٹھا کے اپنے خطاب کا سلسلہ جاری رکھا، میرا ابتدائی تعلیم کا زمانہ تھا، اس لئے شاہ صاحب کی پوری تقریر تو یاد نہیں البتہ ابتدائی باتیں چونکہ میری ذات

---

[1] راقم الحروف کا اصل نام محمد یوسف ہے اور مجاہد الحسینی تخلص۔!

کے حوالے سے بیان کی گئی تھیں اور اس موقع پر مجھے خصوصی توجہ سے نوازا گیا تھا اس لئے یہ باتیں بطور خاص یاد ہیں۔!

شاہ صاحب نے فرمایا۔: دنیا میں بڑے بڑے فرعون ہو گذرے ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود اقدس کا نہ صرف انکار کیا کرتے تھے بلکہ اپنے آپ کو اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلیٰ کہہ کر پکارتے تھے، مگر جب دریائے نیل کی تند و تیز موجوں نے اس کی شہ رگ کو دبوچا۔ تو موت سامنے دیکھ کر وہی فرعون —— خدائی کا دعوی کرنے والا —— گڑگڑا کر التجا کرنے لگا اِنّی اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ ۝ میں اب حضرت موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ اَلْاٰنَ۔ اس وقت ؟ آج ہم تیرے بدن کو تا قیامت لوگوں کے لئے نشانِ عبرت و نصیحت کے طور پر باقی رکھیں گے۔!

چنانچہ اس منکر خدا —— اور خدائی دعویٰ کرنے والے فرعون کی لاش —— آج بھی مصر میں کائنات انسانی کے لئے عبرت و نصیحت کے طور پر موجود ہے،

فرعون مصر —— کی طرح آج منکر خدا روس نے بھی ہٹلر اور جرمنی قوم کے ہاتھوں جب موت کا پس منظر سامنے دیکھا تو اب لگے ہیں اسی خدا و ند قدوس کے حضور گڑگڑا کر فتح و نصرت کی اپلیں کرنے، او —— ! روسیو! —— تم تو خالق کائنات کی ہستی اور دین و مذہب کے سخت دشمن تھے، تمہارا تو نعرہ تھا کہ

ہم نے زمین سے سرمایہ دار کو
اور آسماں سے خدا کو نکال دیا ہے

تم نے تو بلخ و بخارا، تاشقند و سمرقند اور روسی ترکستان

(العیاذ باللہ)

کی مسجدوں، دینی مدرسوں اور مذہبی اداروں کا وجود ختم کر دینے کے اقدامات کئے ہیں،
تم نے ـــــ تو ـــــ خدا کے مقدس گھروں کو آہنی زنجیروں میں جکڑا اور ان کے دروازوں
پر قفل لگوا دیئے ہیں ـ آج ـــــ کس منہ سے انہی دینی اداروں اور خدا کے انہی مقدس
گھروں کا سہارا ڈھونڈھ رہے ہو ـ ؟ پھر شاہ صاحب نے اپنے سر کی کالی سیاہ زلفیں جھٹکتے
ہوئے قلندرانہ نعرہ بلند کیا،

خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والو ـ ! سُن لو ـ ! وہ ذاتِ اقدس ! کسی کی بھی
محتاج نہیں، کہ اپنا وجود منوانے کی خاطر کسی سے مدد کی طلب گار ہو ـــــ ! وہ خدا اپنا وجود
اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے خود ہی منوا لیتا ہے، ابرہہ نے خداوندِ قدوس کے گھر
بیت اللہ شریف کو منہدم کرنے کا فیصلہ کیا، اور ہاتھیوں کی بھاری فوج لے کر میدان کارزار
میں کود پڑا تھا ـــــ !

کیوں بھائی ـ ! اس خطرناک حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ کے لوگوں نے
کیا تیاریاں کی تھیں ـ ؟ بیت اللہ شریف کے کلید بردار ـــــ حضرت عبدالمطلب نے
صرف اتنا کہا تھا ـــــ ! میرے اونٹ میرے حوالے کر دو ! بیت اللہ ! میرا نہیں اللہ
کا گھر ہے ـ وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا خوب جانتا ہے ـ !

جانتے ہو ـــــ پھر ـــــ خدا کے گھر کی طرف بری نیت سے نگاہ اٹھانے والے
کا حشر کیا ہوا ؟ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُول ـ ابابیل پرندوں کی معرفت مار مار کے ان کا
بھرکس نکال دیا، جانوروں کی کھائی ہوئی بھوسی کی طرح ان کے پرخچے اڑا دیئے گئے ـ !

آج ـــــ جب ان منکرینِ وجود باری تعالیٰ کا دماغ درست کرنے کو جرمن فوج

میدان میں کود پڑی ہے ——— اور روس کو ذرا الٹا گیا ہے، کیوں بھائی ۔ روس کو الٹا پڑھا جائے تو کیا بنتا ہے ۔؟ سامعین ——— روس کو الٹا پڑھئے تو سُور بن جاتا ہے ———!

شاہ صاحب نے کہا روسیو! سن لو ۔ تم خود بگڑ جاؤ گے مگر ——— اللہ وحدہ لاشریک کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ———!

ہائے مرحوم اکبر الہ آبادی کہاں یاد آئے اس نے کیا خوب کہا ہے ؎

صدیوں سے فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

حضرت امیر شریعت کی یہ تقریر کئی گھنٹے جاری رہی، کچھ دیر تک تو ہم سب طالب علم سراپا حیرت بنے تقریر سنتے رہے، مگر جب نیند کا غلبہ ہوا، اور رات اپنی آدھی مسافت طے کر گئی تو سو گئے، فجر کے قریب جب آنکھ کھلی تو ابھی یہ خطاب جاری تھا اور طلوع فجر کے وقت جب مؤذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی ——— تو سلسلہ تقریر ختم ہوا

گرفتار کرنے والے خود اسیر ہو گئے!

اس شرفِ اولیں کے بعد حضرت امیر شریعت کی ذات گرامی اور آپ کے رفقاء جماعت کے ساتھ کچھ ایسا تعلق خاطر قائم ہوا کہ ان کی گفتگو، ان کا سحر آفریں خطاب اور ان کی وجد آور تقریریں سننے دُور دُور تک کا سفر کیا کرتا تھا ۔

شاہ صاحب کی تقریروں میں علم و ادب کے موتی ہوتے، تاریخی واقعات اور ناصحانہ نکات بھی، عبرت و موعظت کی داستانیں ہوتیں اور زندگی کے تلخ تجربات و مشاہدات بھی، لطیفے اور چٹکلے بھی ہوتے اور شاعرانہ دلنوازیاں بھی، اپنے خطاب اور تقریر میں عام فہم مثالیں اس طرح

لاتے گویا انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا گیا ہو، آپ کی بات اس انہماک اور توجہ کے ساتھ سنی جاتی گویا جادو کر دیا گیا ہو، موافق، مخالف، دوست، دشمن، مسلم، غیر مسلم سبھی آپ کے خطاب کے گرویدہ، اور آپ کی تقریر کی لذت کی خاطر دیوانہ وار لپک لپک کر حاضری دیتے،

شاہ صاحب کے جادو بھرے خطاب کی تاثیر کا یہ عالم ہوتا کہ اخبار نویس اور سی آئی ڈی کے رپورٹر ہاتھ میں قلم تھامے حیرت و استعجاب کے مجسمے بنے رہتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے وقت زنانِ مصر حواس باختہ ہو کر پکار اٹھی تھیں کہ یہ کوئی فرشتہ ہے، شاہ صاحب کے خطاب اور آپ کی شعلہ نوا تقریر ہی کا اعجاز تھا کہ آپ کی گرفتاری کا وارنٹ لانے والے انگریزی حکومت کے ملازمین خود آپ کی سحر طراز خطابت سے متاثر ہو کر "زہوش رفت" کی کیفیت میں مبتلا اور ان کی نگاہ التفات کا شکار ہو گئے،

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق ایک اہم پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ کی تقریر کی رپورٹنگ کے نگران بن کر آئے تھے کہ اختتام جلسہ پر انگریز کی نوکری کو لعنت بھیج کر وردی اور پیٹی اتار کے حضرت شاہ صاحب کے سامنے لا کر ڈھیر کر دی، اور "تقاریر بخاری" کے زلف گرہ گیر کے اسیر ہو گئے ۔

حضرت امیر شریعتؒ کی آخری قید

۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے وقت راقم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ارشاد کے مطابق مجلس کے ترجمان روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا، جب تحریک کا آغاز ہوا تو ۲۸، فروری ۱۹۵۳ء کو تمام مرکزی رہنما کراچی میں گرفتار کرلئے گئے، اور اسی روز ۱۱ بجے شب روزنامہ آزاد لاہور کی اشاعت سیفٹی قوانین کے تحت ایک سال کے لئے جبری طور پر ممنوع قرار دے دی گئی۔ اخبار کی بندش کے بعد خیال تھا کہ اس کے عملے کے خلاف شاید ایسا کوئی فوری انتقامی اقدام نہ کیا جائے گا مگر ہوا یہ کہ اسی رات کو ۲½ بجے دفتر آزاد کو پولیس کی بھاری تعداد نے گھیرے میں لے کر میری گرفتاری کے لئے چھاپہ مارا۔ میں اس وقت ان کے ہاتھ نہ آسکا، اور اپنی مستقل رہائش گاہ میں بال بچوں کو چھوڑ کر مظفرگڑھ چلا گیا، وہاں سے میری گرفتاری عمل میں آئی اور مجھے ایک ماہ مظفرگڑھ جیل میں رکھنے کے بعد لاہور سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا،

لاہور سنٹرل جیل میں میرے ساتھ کیا گذری۔ ۔ یہ چونکہ میرے اس وقت کے موضوعِ سخن سے متعلق نہیں ہے انشاء اللہ اس کی تفصیلات کسی دوسرے عنوان کے تحت پیش کی جائینگی اس وقت حضرت امیرِ شریعتؒ کی آخری قید کا تذکرہ مقصود ہے اس لئے اسی کی تفاصیل پیش کی جارہی ہیں۔ آج کی یہ معلومات ۲۱، اگست ۱۹۶۳ء کے موقر روزنامہ امروز لاہور میں بھی شائع ہوچکی ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہونے والے رہنما مختلف جیل خانوں میں بند تھے، اور حالاتِ پنجاب کی عدالتی تحقیقات کا آغاز ہوچکا تھا، تحقیقاتی

کمیشن کی طرف سے تحریک کے سلسلے میں مختلف دینی جماعتوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کو کہا گیا تھا،

چنانچہ لاہور سنٹرل جیل میں محبوس مجلسِ عمل اور مجلسِ احرار کے رہنماؤں مولانا محمد علی جالندھری، شیخ حسام الدین، مولانا محمد حیات فاتح قادیاں، مولانا محمد اسماعیل ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث پاکستان گوجرانوالہ، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا محمد شریف جالندھری ملک عبدالغفور انوری اور دوسرے حضرات نے حکومت کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی کے اراکین کی وساطت سے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ہماری جماعتوں کے ممتاز رہنما چونکہ ملک کی مختلف جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اندریں صورت ان کے ساتھ مشاورت ناممکن ہے اس لئے ان سب حضرات کو لاہور سنٹرل جیل میں یکجا کر دیا جائے تاکہ ہم تحقیقاتی کمیشن کے روبرو اپنا اجتماعی موقف پیش کر سکیں،

اس پر کمیشن کے اراکین نے تمام محبوس رہنماؤں کو لاہور سنٹرل جیل میں اکٹھا کرنے کے احکام صادر کر کے حکومت کو ضروری اقدام پر مجبور کر دیا، تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران گرفتار کئے گئے جلیل القدر رہنماؤں کو چونکہ حکومت کی مصلحت کے تحت کراچی جیل سے حیدرآباد سکھر اور دوسرے مقامات کی جیلوں میں منتقل کیا جا چکا تھا، اس لئے انہیں یکجا کرنے میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا گیا، ادھر تحقیقاتی کمیشن کا تقاضا شدت اختیار کر رہا تھا کہ تحریک کے روحِ رواں حضرات کی "غیر حاضری" تحقیقات کے پورے نظام کو متاثر کر رہی ہے اس لئے تمام رہنماؤں کو بلا تاخیر لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا جائے، چنانچہ ایک روز صبح سویرے ہی جیل خانے کے ایک افسر نے مجھے اطلاع دی کہ آج سکھر جیل کے نظر بند حضرات یہاں پہنچ رہے ہیں جن میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے نام خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔

اس افسر نے اپنی بات کی تکمیل کرتے ہوئے دوسری مسرت افزا خبر یہ سنائی کہ ان حضرات کے لئے بھی آپ کے دیوانی احاطہ میں ہی رہائش کا انتظام کیا جارہا ہے۔!

لاہور سنٹرل جیل کے اس احاطے میں اس وقت پاکستان مجلسِ احرار اسلام کے ناظمِ اعلیٰ شیخ حسام الدین، صدر مجلسِ احرار پنجاب مولانا محمد علی جالندھری، فاتح قادیان مولانا محمد حیات، مجلسِ احرار ملتان کے رہنما ملک عبدالغفور انوری، اور راقم الحروف تو تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لینے کی پاداش میں لیکن معروف صحافی و مصنف، سید سبط حسن اور عطاء اللہ جہانیاں سیفٹی ایکٹ کے تحت محبوس تھے،

ان بزرگوں خصوصاً حضرت امیر شریعتؒ کی تشریف آوری کا مژدہ جانفزا سنا تو سب کے چہروں پر مسرت و بشاشت کی لہر دوڑ گئی۔ اب سب کی نگاہیں روزنِ در پر لگی ہوتی تھیں کہ ان اولوالعزم اور جلیل القدر شخصیات کی زیارت و ملاقات کا شرف کب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری

۲۵ جولائی ۱۹۵۳ء کو دن کے گیارہ بجے رہنمایان تحریک تحفظ ختمِ نبوت کا ایک گروپ جس میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابوالحسنات قادری (صدر مجلس عمل)، جناب مظفر علی شمسی (ایڈیٹر ہفت روزہ شہید) اور دیگر حضرات شامل تھے لاہور سنٹرل جیل پہنچ گیا، باقی حضرات تو ہمارے دیوانی احاطے میں جلد پہنچ گئے لیکن حضرت شاہ صاحب کافی دیر تک جیل کی ڈیوڑھی میں ٹھہرے رہے، جیل میں شاہ صاحب کی آمد کی خبر پاکر ہمارے احاطے کے علاوہ دوسرے احاطوں اور بارکوں کے سیاسی اور اخلاقی قیدی بھی

سراپا انتظار کھڑے تھے کہ سامنے جیل کے بڑے دروازے کی جانب سے جیل کے حکام اور چند دوسرے قیدیوں کے جلو میں شاہ جی تشریف لاتے دکھائی دئے، لوگوں کی نگاہیں جونہی آپ پر پڑیں "امیر شریعت زندہ باد" کے نعروں سے جیل کے در و دیوار گونج اٹھے یہاں پر شاہ جی کی تشریف آوری اور نعروں کے انداز سے بڑے بڑے جلسوں کی یاد تازہ ہوگئی تھی!

شاہ صاحب جب دیوانی احاطے میں پہنچے تو ضعف اور نقاہت کے باعث آپ پژمردہ اور مضمحل دکھائی دے رہے تھے۔ آپ کا لحیم شحیم جسم اب ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا، گلگوں اور چمکتے دمکتے سرخ و سفید چہرے پر جھریاں پڑ گئی تھیں، جسم پر جگہ جگہ پھوڑے پھنسیوں کے داغ دھبے نمایاں تھے، شاہ صاحب نے استقبال کرنے والے تمام سیاسی نظر بندوں اور اخلاقی قیدیوں سے معانقہ اور مصافحہ کرتے ہوئے سب کی خیر خیریت دریافت کی،

دیوانی احاطے کے بڑے کمرے میں شاہ صاحب اور مولانا ابو الحسنات کی رہائش کا انتظام کر دیا گیا۔ ان حضرات کی تشریف آوری سے پہلے جیل خانے کے اکثر قیدی چارپائیوں پر سونے کے بجائے زمین کے فرش پر ہی اپنے بستر بچھا کر ایامِ اسیری گذار رہے تھے،

حکامِ سکھر جیل کا افسوسناک سلوک

شاہ صاحب بیماری اور سفر کی طوالت کے باعث سخت نڈھال تھے، اس لئے ہم نے اپنی بات چیت کو صرف "علیک سلیک" تک محدود رکھا، ظہر کی نماز کے بعد جب "ارباب بجن" نے شاہ جی سے ان کی صحت کی بابت دریافت کیا تو ان کی صحت

تو آپ نے پہلے کراچی جیل کے ارباب اختیار کی "داستان لطف و کرم" سنائی کہ ان لوگوں نے ہم "بڈھوں" (مولانا ابوالحسنات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کے ساتھ کیا سلوک کیا پھر سکھر جیل کے افسروں کی "اخلاق باختگی" اور ان کی "سرد مہری" کے واقعات سناتے تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔!

شاہ صاحب نے فرمایا۔ موسم گرما کی شدت، جون جولائی کی ہلاکت خیزیاں، سکھر جیل اور اس کے "رحمدل" اور "ذرہ نواز" ارباب اختیار۔! بس یہ تو میرے اللہ میاں کا کرم ہے کہ ہم وہاں سے ہم جان زندہ آ گئے ہیں ورنہ ان لوگوں نے ہمارے خاتمے کیلئے اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا،

شاہ صاحب نے سکھر جیل کی خوراک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سفید "چاول نما" کسی چیز کے ملغوبے سے تیار کردہ سخت روٹی ، گھاس پھوس کا ساگ پات اور مسلسل مسور کی دال یہ ہمارے "صحت افزا غذا تجویز کی گئی تھی، اور "قبر نما" چھوٹے سے تپتے ہوئے کمرے میں جہاں سے ہوا کا گذر بھی مشکل ہو ہماری رہائش گاہ اور مسکن تھی، نتیجۃً ہماری صحت کا ستیاناس ہو گیا جسم پر پہلے گرمی دانے نمودار ہوئے جو رفتہ رفتہ بڑے سخت پھوڑے بن گئے جنہوں نے میرے بدن میں آگ لگا دی جیسے دہکتے انگارے رکھدئے گئے ہوں۔

شاہ صاحب نے بتایا۔ کہ آزادی سے قبل متحدہ ہندوستان میں جبکہ غیر ملکی فرنگیوں کا دورِ استبداد تھا ہم نے سخت سے سخت جیل خانے بھی دیکھے ہیں، ظالم سے ظالم اور سفاک سے سفاک انگریز افسروں سے واسطہ بھی پڑا ہے، بعض افسروں سے ایسی ٹھنی کہ رہائی تک جیل خانے میں کئی برس اکھاڑہ جما رہا، لیکن جو سلوک سکھر جیل کے "مسلمان" افسروں اور ہمارے اپنے بھائیوں نے ہمارے ساتھ روا رکھا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ ! شاہ صاحب

نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوتے فرمایا - میں قید و بند کے مصائب بیان کرنے کا عادی نہیں ہوں، بلکہ ان کا تذکرہ معیوب سمجھتا ہوں لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ حوالات میں ایک رات کاٹ آئیں تو باہر آکر اپنے اخبارات و رسائل کے ضخیم نمبر نکالتے ہیں، زنداں کی ساعتیں منٹوں میں حساب لگا کر بیان کی جاتی ہیں، بابو! یہ پروپیگنڈے کی دنیا ہے، جو جتنا بڑا پروپیگنڈا باز ہے وہ اس دنیا میں اتنا ہی کامیاب شمار ہوتا ہے، لیکن میں جس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں اس کے ہاں تو ایسے تصورات بھی معیوب ہیں،

حضرت یوسف علیہ السلام نے تو جیل خانے کو ہمارے لئے ایک گلشن بنا دیا ہے، عطر بیز پھولوں تک رسائی کانٹوں سے اُلجھنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی گلشن زندگی میں ہم تلخیوں اور تنگیوں کے بعد ہی ثمر مراد پا سکتے ہیں، شاہ صاحب نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر جاری رکھتے ہوئے فرمایا - سبحان اللہ! انہوں نے کتنی بامقصد اور بلند بات فرمائی ہے جسے قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ ط

اے میرے پروردگار! یہ قید خانہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے جدھر وہ مجھے بلا رہے ہیں —!

ڈم ڈم جیل کا ایک واقعہ

شاہ صاحب نے فرمایا - حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکرِ خیر سے مجھے ڈم ڈم جیل کا ایک واقعہ یاد آگیا، ۱۹۳۰ء کے ایامِ اسیری میں ایک شب میں سورۂ یوسف

کی تلاوت کر رہا تھا، چودھویں کی چاندنی، رات کا سناٹا، فضا خاموش، بارش اور ژالہ باری کے بعد شدید سرد موسم، اور ماحول دم بخود ——!

اپنی خاص کیفیت اور وجد میں تلاوت کرتے کچھ وقت گذر گیا کہ اتنے میں باہر سے ہچکیوں کے ساتھ رونے کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دینے لگی، میں نے سلسلۂ تلاوت ختم کر کے باہر دیکھا تو دروازے کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ جیل پنڈت رام جی لال کھڑے تھے، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی رندھی ہوئی آواز گلوگیر لہجے میں کہا

شاہ جی! خدا کے لئے بس کر دو! میرا دل بے قابو ہو رہا ہے، اب تو مجھ میں رونے کی بھی سکت نہیں رہی،

شاہ صاحب نے فرمایا۔ بھائی۔ ٹھیک سے قرآن پڑھا جائے تو آج بھی اس کے اعجاز دکھائی دیتے ہیں —! پھر آپ نے سکھر جیل کا تذکرہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں۔ میں سرد گرم چشیدہ ہوں، پوری زندگی جیل اور ریل کی نذر ہو گئی مجھے تو سب سے زیادہ فکر ان بڑے میاں (مولانا ابوالحسنات) کی ہے، یہ بے چارے! اس وادیٔ پُر خار میں پہلی مرتبہ قدم رنجاں ہوئے ہیں، مجھے ان کی تکالیف کا بے حد احساس تھا —— مگر —— ماشاء اللہ! انہیں میں نے اپنے سب ساتھیوں میں سے صابر و شاکر پایا ہے —!

راقم الحروف نے استفہاماً عرض کیا۔ شاہ جی! کیا ہمارے ساتھ اس افسوس ناک سلوک کا محرک کہیں (مرزائی) انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کا انتقامی جذبہ تو نہیں ہے؟ کیونکہ آپ حضرات کے ساتھ سکھر جیل میں جو سلوک روا رکھا گیا، ہمارے ساتھ بھی نہایت بے رحمانہ اور ظلم و ستم کا سلوک ہوا ہے۔! اس پر شاہ جی نے ایک بار میری جانب دیکھا ——

اور پھر خاموش ہو گئے ___!

زعماءِ تحریک کا فیصلہ اور شاہ جی کا مؤقف

بہر نوع تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران گرفتار کئے گئے دوسرے مرکزی رہنما جن میں ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار اسلام پاکستان، مولانا عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ سید فیض الحسن شامل تھے، ۲۷ جولائی کو حیدر آباد جیل سے لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دئے گئے تھے، ان سب حضرات کے یکجا ہو جانے پر اب "تحقیقاتی کمشن" کے روبرو مجلس احرار اسلام کا موقف پیش کرنے کا مسئلہ درپیش ہوا،

چنانچہ مجلس احرار اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مختلف حضرات نے اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ سابقہ روایات کے مطابق ہمیں "تحقیقاتی کمشن" کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے، اور اس کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے میں کسی نوعیت کے پس و پیش یا ہچکچاہٹ سے کام نہ لینا چاہیئے، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے رفقاءِ جماعت اور "ارباب سجن" کے خیالات سن کر ایک سرد آہ بھری ___! اور فرمایا۔

بھائی تم جو بھی فیصلہ کرو مجھے مجالِ انکار اور مفر نہیں۔ آپ کی مدلل باتوں نے میرے دماغ کو تو متاثر کیا ہے۔ لیکن (اپنے دل کی جانب اشارہ کر کے) اسے کیا کروں ؟ یہ ساتھ نہیں دے رہا ہے، میرا دل تو گواہی دے رہا ہے کہ یہ کمشن ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرے گا، بلکہ میری نظر میں تو ہمیں رُسوا کرنے کے لئے اربابِ حکومت کی یہ ایک دلفریب چال ہے۔

شاہ صاحب نے اس وقت کے ارباب اقتدار کی ایمانی کمزوری، باطل پرستی اور "مرزائیت نوازی" کا تذکرہ کرتے ہوئے دوٹوک انداز اور زور دار لہجے میں فرمایا۔ کہ ہمیں اس کمشن سے عدم تعاون کا اعلان کر دینا چاہیئے، پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے تم لوگوں نے شہید گنج اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر بھی میری بات نہ مانی اور میرا مشورہ قبول نہ کیا تھا اور اب بھی نہیں مانو گے۔ اور "بالآخر وہی ہو کر رہا جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا"

حضرت امیر شریعتؒ کے اس زور دار انداز بیان پر شرکاء اجلاس محوِ حیرت تھے، اور ان پر ایک سکوت طاری تھا، ساتھیوں نے جب مختلف تحقیقاتی کمشنوں کے ساتھ تعاون کی سابقہ مثالیں پیش کیں اور عدم تعاون کو نامناسب قرار دے دیا تو آپ نے فرمایا۔

اگر آپ حضرات اسی پر مصر ہیں تو پھر ہمیں مشروط تعاون پر آمادگی ظاہر کرنی چاہیئے۔ کہ ہمارا اصل فریق مخالف (مرزا محمود) چونکہ قید و بند سے باہر ہے اس لئے اسے بھی ہمارے ساتھ یہاں قید خانے میں لایا جائے، تاکہ مقدمہ کی پیروی اور کمشن کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے میں دونوں فریق کے وسائل و ذرائع یکساں ہو جائیں، اور یا پھر ہمیں بھی آزاد کر دیا جائے تاکہ مرزا محمود کی طرح ہم بھی باہر جا کر آزادانہ ماحول میں اپنا موقف واضح کر سکیں، ایک فریق کو آزاد رکھنے اور دوسرے فریق کو سلاخوں میں بند رکھنے کی عملی صورت ہی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ارباب حکومت اپنا فیصلہ صادر کر چکے ہیں۔

پھر شاہ صاحب نے فرمایا۔ میری مانو! تو زندگی کا بقیہ حصہ اسی مقدس مقصد کے لئے قید و بند کی نذر رہنے دو! اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو! وہ بہتر کارساز ہے۔ لیکن اگر آپ حضرات اس کے لئے آمادہ نہ ہوں تو میں پھر بھی آپ حضرات کے

فیصلے کی پابندی کروں گا اور انشاء اللہ تعمیل میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی، ہمارے ہاں تو جماعت نام ہے چند دوستوں اور ساتھیوں کی رفاقت کا،

بہرنوع - اس اجلاس میں فیصلہ ہوگیا کہ مجلس احرار اسلام کو متوقع نتائج سے بے پروا ہو کر من حیث الجماعت تحقیقاتی کمشن کے روبرو اپنا موقف پیش کرنا چاہیئے، (چنانچہ بعد میں احرار کا بیان تحقیقاتی کمشن کے سامنے پیش کر دیا گیا، مگر بسیار کوشش کے باوجود اس کی اشاعت کی اجازت نہ دی گئی)

مارشل لاء کے قیدیوں سے ملاقات

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کو کچلنے کے لئے نافذ کیے گئے مارشل لاء کے تحت گرفتار شدہ قیدیوں کو جب لاہور سنٹرل جیل میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو انہوں نے حکام جیل کی اجازت سے شاہ جی کے ساتھ ملاقات کا پروگرام بنایا - ایک دن صبح سویرے ہم "اسیران قفس" ابھی ناشتے کی تیاری میں مصروف تھے کہ ہمارے "دیوانی احاطے" کے انچارج نے آکر شاہ جی سے درخواست کی کہ مارشل لاء کے چند قیدی آپ کے اس احاطے کے باہر کھڑے ہیں اور آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق ہیں -!

ابھی اس کی بات مکمل نہ ہو پائی تھی کہ شاہ صاحب ننگے سر ننگے پاؤں جس حالت میں تھے ان کے استقبال کے لئے دیوانہ وار باہر دروازے پر پہنچ گئے، ادھر سے قیدی خراماں خراماں دروازے کے اندر داخل ہو رہے تھے، ان کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار ——— اور ادھر سے شاہ جی کا والہانہ استقبال، ایک عجیب منظر تھا، شاہ جی نے کمال شفقت

محبت کے ساتھ سب کو گلے لگایا، ایک ایک کی ہتھکڑی اور بیڑی کو چوما۔ پھر آپ نے اشکبار آنکھوں اور بڑے رقت آمیز لہجے میں ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

تم لوگ میرا سرمایۂ نجات ہو، میں نے لوگوں کو روٹی، کپڑے، یا کسی مادّی مقصد کی خاطر نہیں پکارا ہے لوگ تو اس کے لئے بھی بڑی بڑی قربانیاں پیش کرتے ہیں، میں نے تو اپنے نانا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و ناموس اور عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کی دعوت دی ہے، تم لوگوں نے صرف اسی مقدّس مقصد کی خاطر قید و بند اور طوق و سلاسل کو لبیک کہا ہے اور آج اسی لئے یہ تلخیاں اور صعوبتیں برداشت کر رہے ہو، تم میں سے ایسا کوئی نہیں سیاسی شہرت یا ذاتی وجاہت جس کا مقصود ہو، تم یہاں جیل کی چار دیواری میں بھی غیر معروف ہو اور جب "دیوارِ زنداں" سے باہر جاؤ گے تو دروازے پر تمہارا استقبال کرنے والا، اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر نعرہ بازی کرنے والا بھی کوئی نہ ہو گا، نیت اور ارادے کے اعتبار سے تم لوگ پاکباز ہو، پاکیزہ اور مقدّس ارادے کے ساتھ تم لوگ یہاں آئے ہو انہی مقدس جذبات کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس ہو جاؤ گے، تم لوگ! میرا سرمایۂ نجات ہو، میرے لئے اس سے بڑا سرمایۂ افتخار اور کیا ہو سکتا ہے۔"

شاہ صاحب! کا سلسلۂ کلام ابھی جاری تھا کہ کسی نے ایک قیدی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ تحریک کے دوران اس کا بھائی گولی کا نشانہ بن چکا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔! شاہ صاحب نے تحریک کے دوران متشدّدانہ کارروائیوں کی مذمّت کرتے ہوئے فرمایا

بھائی۔! ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت اور عوام تشدّد پر اتر آئیں اور

ناخوشگوار واقعات رونما ہوں ۔ تحریک کا مقصد تو صرف عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ ہے ۔

میں نے کراچی جیل میں جب لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی چلنے کے واقعات سُنے اور معلوم ہوا کہ اس کے نتیجے میں کئی بوڑھے باپوں کے سہارے ٹوٹ گئے ہیں ، کئی ماؤں کے چراغ گُل ہو گئے اور کئی سہاگ اُجڑ گئے ہیں تو مجھے سخت صدمہ پہنچا ، میں نے وہاں سنٹرل جیل میں کہا تھا ۔ کاش ! کوئی مجھے باہر لے جائے ۔ یا اربابِ اقتدار کو میری اس آرزُو سے باخبر کر دے کہ تحفظ ناموسِ رسالت کے سلسلے میں اگر کسی کو گولی مارنا ہی ضروری ہو ۔ تو وہ گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر دی جائے ۔ کاش ! اس سلسلے میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی ہیں مجھے ٹکٹکی پہ باندھ کر وہ سب میرے جسم میں پیوست کر دی جاتیں ۔ لیکن کسی بوڑھے کا سہارا نہ توڑا جاتا ، کسی ماں کا اکلوتا لختِ جگر خاک اور خون میں نہ تڑپایا جاتا ۔ کسی کا سہاگ نہ اجاڑا جاتا اور کئی معصوم بچے یتیم نہ بنائے جاتے ۔ ! کاش ! ایسا ہو سکتا ۔!

حضرت شاہ صاحب نے یہ جملے ایسے رقت انگیز لہجے میں فرمائے کہ مارشل لاء کے قیدیوں کے علاوہ جتنے حضرات بھی موجود تھے سب کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی تیرنے لگے ۔۔۔!

مولانا مودودی اور دوسری شخصیّات کی ملاقاتیں

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی شخصیت تمام حلقوں میں یکساں مقبول و محترم تھی ، لاہور سنٹرل جیل میں محبوس حضرات کے علاوہ باہر سے بھی کچھ شخصیات ایسی تھیں جنہیں حکومت کی اجازت کے ساتھ شاہ جی سے ملاقات اور مشاورت کا موقع ملا تھا ، ان میں سے مولانا مظہر علی اظہر ، مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی ، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے نام خصوصاً قابلِ ذکر

ہیں، یہ حضرات مجلس عمل کے وکیل کی حیثیت سے مختلف رہنماؤں سے ملاقات کر کے "تحقیقاتی کمیشن" کے روبرو اپنا موقف پیش کرنے کے سلسلے میں مشورے لیا کرتے تھے، لاہور سنٹرل جیل کے دوسرے وارڈوں میں ان دونوں معروف رہنماؤں میں سے جماعتِ اسلامی پاکستان کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالستار خاں نیازی (جو ان دنوں پنجاب اسمبلی کے رکن تھے) مولانا ابوالحسنات کے فرزند گرامی مولانا سید خلیل احمد قادری) مارشل لاء کے تحت قید تھے، اور مولانا امین احسن اصلاحی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ) ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث پاکستان، مولانا اختر علی خاں ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں مجلسِ تحفظ ختم نبوت پاکستان کے موجودہ امیر اور مولانا غلام محمد ترنم خطیب جامع مسجد سول سکرٹریٹ لاہور کے علاوہ اور بہت سی معروف شخصیات اور کارکن حضرات سیفٹی قوانین کے تحت جیل کے مختلف وارڈوں میں نظربند تھے، یہ حضرات شاہ صاحب سے ملنے اکثر ہمارے وارڈ دیوانی احاطے میں تشریف لایا کرتے تھے، ان ملاقاتوں میں لطائف و ظرافت بھی پیش ہوتے اور انتہائی درد و کرب کے واقعات بھی ——!

مولانا مودودی اور مولانا عبدالستار نیازی کو چونکہ مارشل لاء کے تحت قید بامشقت کی سزا سنائی گئی تھی اس لئے ارباب جیل نے مولانا مودودی کو اُلجھے ہوئے ٹیگوں کی گتھیاں سلجھانے اور مولانا عبدالستار نیازی کو چرخے پر سوت کاتنے کی مشقت دی تھی، مولانا نیازی ایک روز مشقت فرما رہے تھے کہ سپرنٹنڈنٹ جیل شیخ اکرم صاحب اپنے دوسرے جیل حکام کے ساتھ آدھمکے۔ نیازی صاحب بے ہنگم روئی تھامے موٹا موٹا کات رہے تھے، شیخ صاحب نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر ذرا تحکمانہ لہجہ میں پوچھا۔

آپ موٹا کاٹ رہے ہیں ۔ نیازی صاحب !

ہاں ۔ ! جناب ! تاکہ تمہاری سمجھ میں آجائے ۔ !

ایڈیٹر روزنامہ زمیندار کی دردناک سرگذشت

فتنۂ قادیانیت کے تعاقب اور انسداد کے سلسلے میں مولانا ظفر علی خاں اور آپ کے فرزند مولانا اختر علی خاں کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں ۔ ! مولانا ظفر علی خاں نے شعروشاعری ۔ ولولہ انگیز خطابت اور اپنے اخبار زمیندار کے ذریعے مرزائیت کا قلع قمع کرنے کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ ملّت کا درخشاں باب ہیں ۔

ان کے جانشین مولانا اختر علی خاں نے بھی اپنے والد محترم کی جلائی ہوئی شمع روشن رکھنے کے لئے روزنامہ زمیندار کو وقف کئے رکھا ۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران اخبار زمیندار اس محاذ پر صفِ اوّل میں تھا ، اور اس کے مدیر اعلیٰ مولانا اختر علی خاں کو اسی "پاداش" میں پس دیوارِ زنداں کیا گیا تھا ۔ ! وہ لاہور سنٹرل جیل کے "شاہی احاطے" میں نظر بند تھے ،

ایک روز مولانا اختر علی خاں حضرت امیر شریعت سے ملاقات کو آگئے ۔ ان کے دونوں ہاتھوں میں رعشہ طاری تھا ، جسم مضمحل اور سخت درد وکرب کا عالم ، ان کی حالت قابلِ رحم تھی ، شاہ صاحب نے مولانا اختر علی خاں سے یکایک خرابیٔ صحت کی وجہ دریافت کی تو مولانا اختر علی خاں نے اپنی دردناک سرگذشت بیان کرتے ہوئے بتایا ۔ کہ شاہ صاحب ! مجھے اس جیل کے جس نام نہاد "شاہی احاطے" میں رکھا گیا ہے وہ پھانسی احاطے کے بالکل ملحق ہے ، میرے احاطے اور پھانسی خانے کی دیواریں مشترک ہیں ، یہ بات تو

آپ کے علم میں ہوگی کہ حکومت کی خاص ہدایات کے مطابق پورے پنجاب کی جیلوں میں سے پھانسی کی سزا پانے والے قیدی لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دیئے گئے ہیں اور ان کی خاصی تعداد یہاں جمع ہو گئی ہے، یہ سب کچھ تحریک میں حصہ لینے والوں کو ذہنی کوفت دینے اور نفسیاتی پریشانی میں مبتلا کرنے کے لئے کیا گیا ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ روزانہ رات کے آخری حصے میں تین بجے کے قریب ایک قیدی کو پھانسی کوٹھری سے نکال کر جب پھانسی کی جانب لایا جاتا ہے تو کوٹھری سے نکلتے وقت بلند آواز کے ساتھ نعرہ لگاتا ہے، کوئی کلمہ شریف کا ورد کرتا ہوا دار و رسن تک پہنچتا ہے پھر جب اسے تختہ دار پر کھڑا کر کے اس کا جرم بتا کر وصیت کرنے اور آخری مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے تو دیوار قریب تر ہونے کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ایک شخص کے "وقت آخریں" کا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے، پھر جب مجسٹریٹ کے حکم سے کھڑاک سے تختہ دار گھومتا ہے تو پھانسی والے کے ساتھ ساتھ میری گردن کا جوڑ بھی ٹوٹتا محسوس ہوتا ہے۔ اس طرح پھانسی پانے والوں کے ساتھ میں بھی روزانہ دار و رسن کے مراحل سے گذرتا ہوں۔

شاہ صاحب! آپ ذرا تصور کیجئے کہ صرف نفسیاتی اعتبار سے ہی نہیں عملی طور پر مجھ پر کیا قیامت گذرتی ہوگی؟ میں تو اس شاہی احاطے میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ میرے اعضاء جواب دے گئے ہیں، ہاتھ پاؤں میں رعشہ طاری ہے بخت پریشاں حال ہوں۔ میں جس درد اور کرب میں مبتلا ہوں بیان نہیں کر سکتا۔ خدا کے لئے مجھے اس مصیبت سے نجات دلائیں ـــــ اور مجھے اس "شاہی احاطے" سے نکال کر اپنے ہاں یہاں بلا لیں تو بڑی مہربانی ـــــ! تاکہ جیل کی زندگی تو ٹھیک سے گذرے۔!

مولانا اختر علی خاں کی لرزہ خیز سرگذشت سن کر شاہ جی! نے اپنے گہرے صدمے کا

اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔!

مولانا۔! یہ تو اربابِ جیل کی کمینہ حرکت ہے، آپ کوئی اخلاقی قیدی نہیں بلکہ اس ملک کے سب سے بڑے روزنامے زمیندار کے مدیرِ اعلیٰ اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے ایک ممتاز رہنما ہیں۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ آئی۔جی جیل خانہ جات (کرنل بشیر حسین سید) مرزائی ہے اور آپ کے علاوہ اور بھی ساتھی ایسے ہیں جن کے ساتھ انتہائی بے رحمانہ اور ظالمانہ سلوک کیا گیا ہے۔! یہ سب انتقامی کارروائی ہے۔ شاہ صاحب نے جیل کے حکام کی توجہ مولینا اختر علی خاں کی صحت کی طرف مبذول کرائی۔ مگر صدا بصحرا ثابت ہوئی۔!

اربابِ جیل کے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مولانا اختر علی خاں کی صحت خراب سے خراب تر ہوگئی۔ ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ اور جب بیماری ہاتھوں کے رعشہ سے بڑھ کر "لرزہ براندام" ہوگئی تو خرابی صحت کا احساس کرتے ہوئے حکومت نے انہیں رہا کردیا۔! چند ماہ بعد انکی رُوح بھی جسم سے آزاد ہوگئی۔!

جیل میں شاہ صاحب کے معمولات

لاہور سنٹرل جیل میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور آپ کے رفقاء جیل کے معمولات اور مشاغل کیا تھے یہ ایک تفصیل طلب عنوان ہے ـــــ یہاں تنگی داماں کا تقاضا تفصیلی گفتگو سے مانع ہے، صرف چند باتیں پیش کی جارہی ہیں۔

جن حضرات نے حضرت امیر شریعت کی زندگی کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہے وہ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ عبادات کے سوا شاہ صاحب کے روزمرہ کے معمولات کسی منظم پروگرام کے مطابق نہیں ہوا کرتے تھے، کہ مطالعہ کتب، تحریر وتصنیف اور سیر و سیاحت

کے لئے کوئی باقاعدہ نظمِ اوقات مرتّب ہو، آپ کی زندگی میں اس انداز کا نظم وضبط اگر دکھائی دیتا ہے تو صرف عبادات کی حد تک۔! نماز سے فراغت پاکر قرآن پاک کی تلاوت کرتے، درود وظائف اور ذکرِ الٰہی میں منہمک رہتے، تہجد کے وقت اللہ! اللہ! کا ذکر بالجہر کرتے یا رات کے کسی حصّے میں کبھی آپ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے وجد میں آجاتے اور اپنا روایتی لحبہ اختیار کرتے تو سکوتِ زنداں میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا۔ اور عجیب سماں بندھ جاتا۔!

شاہ صاحب کے معمولات میں سب سے زیادہ جسے اہمیّت دی جاسکتی ہے وہ ان کی مجلسی گفتگو اور ان کا تذکرہ ماضی ہے جب کبھی اپنے رفقاء کی مجلس آراستہ کرتے تو ماضی کے عظیم الشّان واقعات اور اپنے مثالی کارناموں کا ذکر اس بے تکلّفی کے ساتھ فرماتے جیسے تاریخ کے سُنہری اوراق خود بخود اُلٹ کر سامنے آرہے ہوں، معلومات کا ایک گرانقدر ذخیرہ پیش ہو جاتا۔!

ایک دن ناشتے سے فراغت پاکر ابھی دسترخوان پر ہی بیٹھے تھے کہ فتح دین ایک مشفق باورچی کا ذکر چھڑ گیا جو چند روز قبل ہمارے احاطے سے رہا ہو کر گیا تھا، شاہ صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ انگریزوں کے خلاف خانساموں کی تحریک عدم تعاون بھی چلائی تھی، مجھے جہاں کہیں سے اطلاع ملتی کہ فلاں انگریز افسر کے ہاں کوئی مسلمان بطور خانسامہ ملازمت کر رہا ہے تو اسے عدمِ تعاون" پر آمادہ کرتا،—— کچھ تو ملازمت سے دستکش ہو جاتے اور یہ کچھ خدمات میں "تاخیر" کا حربہ استعمال کرتے تھے، چنانچہ اس سلسلے میں امرتسر میں ایک خانساماں کانفرنس بھی منعقد ہوئی تھی جس کے اچھّے اثرات مرتّب ہوئے تھے۔!

جسمانی ورزش

تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہناؤں کو ہمارے دیوانی احاطے میں تشریف لائے ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے، ان میں اکثریت معمّر اور بزرگ رہناؤں کی تھی، ان میں شاہ جی کے ساتھ مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد حیات (فاتح قادیاں) اور صاحبزادہ سید فیض الحسن سجادہ نشین آلو مہار شریف جیسی بزرگ شخصیات بھی موجود تھیں،

مَیں نے ایک دن ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کیا۔ اے بابا! ہم نے ایامِ اسیری بیمار بن کر نہیں گذارنے ہیں، آپ کے معمولات میں جسمانی ورزش کا بھی کچھ حصّہ ہونا چاہیئے اُٹھیے اور میدان کارزار میں ہمارا مقابلہ کیجیئے۔!

مولانا ابوالحسنات تو مسکرا دیئے۔! شاہ جی نے مجھے ڈانٹ پلادی۔ جاؤ اپنا کام کرو! مَیں نے عرض کیا۔ شاہ جی! سیفٹی ایکٹ پر آپ مزید سیفٹی ایکٹ نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ حضرات کو جسمانی ورزش کے لئے "وّالی بال" یا بیڈمنٹن ضرور کھیلنا ہو گا۔ کیونکہ یہی کھیل بزرگوں کی ہلکی ورزش کے لئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔!

میری اس تجویز سے اتفاق اور تائید کرتے ہوئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے موجودہ ناظمِ اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری، اور ملتان کے معروف احرار رہنما ملک عبدالغفور انوری بھی میرے ہمنوا ہو گئے۔! چنانچہ برخورداروں کی درخواست پر حضرت شاہ صاحب کھیل کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور میرے ساتھ گراؤنڈ کی جانب چل پڑے۔!

اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ والی بال یا بیڈمنٹن کھیلنے کے لئے جیل کے اندر ہم کیا

انتظام کریں ۔! معاً اپنے بچپن کے کھیلوں کی یاد تازہ ہوگئی اور میں نے رومال کو گول کر کے گیند بنالیا اور شاہ صاحب کی جانب پھینک کر کھیل کا آغاز کر دیا ۔ اس پر ایک زور دار قہقہہ بلند ہوا ۔ بس پھر کیا تھا مولانا ابوالحسنات اور شیخ حسام الدین کے علاوہ باقی سب حضرات ہمارے ساتھی بن گئے ۔! چونکہ یہ دونوں بزرگ اپنی بیماری کے باعث معذور تھے ، اس لئے انہیں کھیل کا منصف ٹھہرالیا گیا ۔! اب نماز عصر کے بعد مغرب تک اسی کپڑے کی گیند سے پورے اہتمام کے ساتھ کھیلا جاتا تھا ۔!

ایک روز ہم اپنے معمول کے مطابق کھیل رہے تھے کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات اپنے عملے کے ساتھ ہمارے احاطے میں آگئے ، اور دیکھتے ہی کھل کھلا کر ہنس پڑے ۔۔۔ ! انہوں نے کہا ۔ آپ حضرات کو کھیل کا شوق تھا تو ہمیں مطلع کیا ہوتا ۔ تاکہ آپ کے لئے کھیل کا پورا سامان فراہم کر دیا جاتا اور وہ تو قانونی طور پر بھی آپ کا حق ہے ۔!

خیر ۔! دوسرے دن والی بال ، نیٹ اور بیڈ منٹن کھیلنے کا پورا ساز و سامان ہمارے احاطے میں پہنچ گیا اور کھلاڑیوں کی یہ ٹیم دلچسپی کے ساتھ کھیلنے لگی ، اب ذرا اس ٹیم کے اسماء گرامی بھی سن لیجئے ۔!

۱ ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری	۲ ۔ مولانا عبدالحامد بدایونی
۳ ۔ ماسٹر تاج الدین انصاری	۴ ۔ مولانا محمد علی جالندھری
۵ ۔ مولانا محمد حیات	۶ ۔ مولانا لال حسین اختر
۷ ۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری	۸ ۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن
۹ ۔ مولانا محمد شریف جالندھری	۱۰ ۔ ملک عبدالغفور انوری
۱۱ ۔ سید سبط حسن (سابق ایڈیٹر لیل و نہار لاہور)	۱۲ ۔ سائیں محمد حیات پسروری

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صدر مجلس عمل، اور مجلس احرار اسلام کے
ناظمِ اعلیٰ شیخ حسام الدین اپنے پاؤں اور گھٹنے میں تکلیف کے باعث کھیل نہ سکتے تھے وہ
گراؤنڈ سے باہر کھیل میں دلچسپی لیتے رہے اور منصف کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔!
نیز یہاں پر اس بات کا تذکرہ بھی معلومات افزا ہو گا کہ ہماری کھیل کا سارے جیل خانے میں
چرچا ہونے لگا، اور ہماری تقلید میں دوسرے احاطوں کے نظربندوں نے بھی جسمانی ورزش کا
آغاز کر دیا چنانچہ "بم کیس" کے احاطے میں جہاں کہ جماعت اسلامی کے رہنماؤں میں سے مولانا
امین احسن اصلاحی، میاں طفیل محمد، ملک غلام علی، عبدالوحید خاں، نعیم صدیقی، چراغ الدین
اور کوثر نیازی وغیرہ حضرات محبوس تھے، ان کی بھی ایک ٹیم تیار ہو گئی۔ اور دیوانی احاطے کی ٹیم
احرار کے اور بم کیس وارڈ کی ٹیم جماعت اسلامی کے نام سے موسوم ہو گئی۔ پھر ان دونوں ٹیموں
کا جمعہ کے دن مقابلہ ہوتا تھا، میچوں میں کون جیتا اور کون ہارا۔ یہ بم کیس کی ٹیم کو اسکا بخوبی
علم ہے۔!

کھیل کا یہ تذکرہ اگرچہ طوالت اختیار کر گیا ہے اور کسی کے ذوقِ سلیم پر شاق نہ گذرے
چونکہ شاہ جی کی زندگی کا ایک ایسا پہلو نمایاں کرنا مقصود ہے جس کا شاہ صاحب کے نظامِ صحت
کے ساتھ گہرا تعلق اور وابستگی ہے۔ اس لئے حضرات قارئین اسے محسوس نہ کریں گے۔

شاہ صاحب نے اپنی جسمانی ورزش کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ بتایا کہ جوانی کے عالم
میں جبکہ امرتسر کی ایک مسجد کے وہ خطیب تھے ان دنوں باقاعدگی کے ساتھ ورزش کیا کرتے
تھے، ان کے جسمانی حسن میں ورزش کو خاصا دخل رہا ہے۔

ایّامِ اسیری میں کس سے متاثر ہوا؟

ایک دن میں نے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کی زندگی ریل اور جیل کی نذر ہو گئی۔ جس طرح آپ علمی، ادبی ملی اور سیاسی شخصیات سے متاثر ہوئے ہیں اور انکا اچھے الفاظ میں تذکرہ بھی فرمایا کرتے ہیں اسی طرح جیل کی زندگی میں آپکو سب سے زیادہ کس نے متاثر کیا ہے۔؟

میرا یہ سوال سُن کر پہلے تو حسبِ معمول ٹال گئے۔ پھر جب میں نے اپنی معروضات کے جواب پر ذرا اصرار کیا تو فرمانے لگے۔!

کیا پوچھتے ہو بھائی۔! مَیں تو ایک گنہگار انسان ہوں، اور گنہگار کسی گنہگار ہی سے متاثر ہو سکتا ہے۔ قید و بند کے دوران سیاسی قیدیوں کے دوش بدوش اخلاقی جرائم چوری اور ڈکیتی میں ملوث قیدیوں سے بھی ملاقات ہوتی تھی، مَیں نے انہیں دیکھا کہ ایامِ اسیری گذارنے کے بعد جب وہ رہا ہو کر باہر جانے لگتے تو ان میں سے پختہ کار مجرم اپنے برتن، چٹائی اور کمبل وغیرہ اپنے جیل کے ساتھیوں کی تحویل میں یہ کہہ کر دے جاتے کہ انہیں جیل کے حکام کے پاس ڈیوڑھی میں جمع نہ کرانا بس تھوڑے ہی دنوں کے اندر اندر بہت جلد ہم پھر یہاں آئیں گے، یہی اپنا سامان وصول کر لیں گے۔ اور تمہارا جیل کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

ان گنہگاروں کے عزائم کی بلندی، اور اپنی دھن کی پختگی سے میں بہت متاثر ہوا کہ یہ لوگ گناہ میں اس قدر ثابت قدم اور پختہ کار ہیں اور ہم سراسر نیکیوں، خوبیوں اور محاسن میں کسی قسم کی کمزوری کا اظہار کریں؟ بھائی ــــ! یہ کفر میں پختگی تو کبھی انبیاء کرام علیہ السلام کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کا مرکز بن جایا کرتی ہے جبھی تو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

نے اللہ میاں! سے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اسلام کی تقویت کے لئے مانگا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حلقہ بگوش اسلام ہو کر استقلال، شجاعت اور جوانمردی کے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں تاریخ اسلام میں سنہری باب کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ درخشندہ و تابناک رہیں گے۔!

طنز و مزاح کی بات

شاہ جی۔ نے قیدیوں کی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بات ہے تو طنز و مزاح کی۔ مگر خدا بھلا کرے علامہ حسین میر کاشمیری کا۔ وہ مزاح میں بھی کمال کی بات بتلا گئے۔!

فرنگی سامراج کے خلاف تحریک عدم تعاون کے سلسلے میں ایک مرتبہ مشہور مزاح نگار علامہ حسین میر کاشمیری گرفتار ہو کر کیمبل پور جیل چلے گئے، جماعتی دوستوں میں سے خصوصاً چوہدری فضل حق نے احرار کے مرکزی دفتر لاہور میں چند احباب کا اجلاس طلب کیا، چنانچہ یہ طے پایا کہ علامہ صاحب چونکہ پہلی مرتبہ جیل گئے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کے لئے کچھ امداد بھی دی جائے اور ان سے ملاقات بھی ہونی چاہیئے، ملاقات کو جانے والے وفد کا بھی تعین ہوا تھا کہ یکایک باہر سے کسی نے خوب زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا، شرکاء اجلاس سمجھے شاید پولیس نے چھاپہ مارا ہے۔! چوہدری صاحب نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ علامہ حسین میر اپنے کندھوں پر بستر اٹھائے کھڑے ہیں، چوہدری صاحب نے علامہ صاحب کو دیکھتے ہی حیرت سے پوچھا۔ علامہ صاحب! آپ کیسے آ گئے۔؟

ٹھہرو! چوہدری صاحب! ابھی بتلاتا ہوں۔ اور اپنا بستر شرکاء اجلاس کے عین وسط میں پٹخ دیا۔ اور میری طرف متوجہ ہو کر بولے۔

شاہ جی۔! ہم لوگوں نے انگریز کے خلاف عدم تعاون کی تحریک شروع کر رکھی ہے اس لئے میں تو انگریز اور اس کی جیل پر لعنت بھیج کر آ گیا ہوں۔!

مَیں نے پوچھا! علامہ صاحب! لعنت کا مطلب۔؟

جھٹ بولے۔ لعنت۔ یعنی چار حرف لکھ کر دے آیا ہوں۔ ہمارا مقصود تو انگریز سے عدم تعاون ہے نا۔ جیل سے باہر ہوں تو انگریزوں (حکومت) کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسا کام نہ کریں جو جیل پہنچانے کا موجب ہو۔ اور جب جیل کے اندر چلے جائیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جیل سے باہر نہ جائیں میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان ظالموں کے خلاف جیل میں بھی عدم تعاون ہونا چاہیئے، چنانچہ لکھ کر یعنی معافی نامہ دے آیا ہوں "لعنت بر پدر فرنگ"۔

علامہ حسین میر کی اس نرالی منطق، اور عدم تعاون میں ان کی مستقل مزاجی کی بات سنکر محفل زعفران زار بن گئی۔!

جیل میں امامت کا مسئلہ

لاہور سنٹرل جیل کی بات چل نکلی ہے تو ان بزرگوں کی ذرہ نوازی اور شفقت کا واقعہ بھی سُن لیجئے جب کراچی کی سنٹرل جیل اور سکھر جیل سے یہ بزرگ لاہور جیل میں تشریف لائے تو مختلف مکاتب فکر کے جلیل القدر علماء کرام کی موجودگی میں امامت کا مسئلہ درپیش تھا، شاہ صاحب چونکہ ہر معاملے میں مولانا ابوالحسنات کی بے حد قدر و منزلت کرتے، حتیٰ کہ مولانا جب بیت الخلاء کو جاتے تو پانی کا لوٹا حضرت شاہ صاحب بھر کر دروازے تک ساتھ لے جاتے تھے اور

ایک سال تک ہم میں سے کسی کو بھی اس خدمت کا موقع نہ دیا۔! امامت کیلئے بھی حضرت شاہ صاحب نے مولانا ابوالحسنات کو ہی امام بنانے کی درخواست کی۔ مگر مولانا ابوالحسنات نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے مجھے بازو سے پکڑ کر آگے مصلّے پر امام کی حیثیت سے کھڑا کر دیا۔ پھر سال بھر جب تک مجھے ان بزرگوں کی صحبت کا شرف حاصل رہا سب حضرات اختلاف فکر و عقیدہ کے باوجود میری امامت میں ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔! اور کبھی کسی نے فرقہ وارانہ اختلافات کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں کیا تھا، اس میں ان بزرگوں کی وسعتِ ظرف اور مقاصد میں پختگی کا عکس صاف نظر آتا ہے۔!

شاہ صاحب یہی فرمایا کرتے تھے بھائی۔ یہ (مولینا ابوالحسنات صاحب) تو ہمارے بزرگ اور ہماری تحریک کے روحِ رواں ہیں۔ ان کی خدمت تو ویسے بھی ہمارا فرض ہے۔ میں تو ناموسِ رسالتؐ اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر، اور اس اعلیٰ و ارفع مقصد کی تکمیل کے لیے وزیرِ اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کے آنگن میں جھاڑو دینے کو بھی تیار ہوں، اور اسے اپنا بہت بڑا اعزاز سمجھوں گا۔

حضرت امیر شریعت نے قید و بند کے آخری لمحے تک قریباً دو سال مولینا ابوالحسنات کے ایک وفادار خادم کی طرح بھرپور ساتھ دے کر تاریخِ ملت کے صفحات میں ایک ایسی قابلِ تقلید اور لائقِ تحسین مثال پیش کی ہے جس سے ہماری تاریخ کے صفحات ہمیشہ جگمگاتے اور تابندہ رہیں گے۔

خطیبِ اعظم عرب کا نغمہ عجم کی لَے میں سُنا رہا ہے
سرِ چمن چہچہا رہا ہے، سرِ وغا مُسکرا رہا ہے

شورش کاشمیری

خطابت کی جھلکیاں

مکّہ کے پہاڑوں اور مدینہ کی گلیوں کی یاد تازہ ہو جاتی

سر پر دودھ سے دھلے ہوئے سفید گھنگھریالے بالوں کا تاج ایک عظمت و وقار کا آئینہ دار، ستاروں کی طرح چمکتی دمکتی پیشانی پر سلوٹیں جیسے کہکشاں، کلیوں کی طرح مسکراتے ہونٹ جن کی جنبش کے لئے ہزاروں دلِ مضطرب،

پاک و ہند میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کا عظیم داعی جس نے لاکھوں، کروڑوں انسانوں میں دینِ اسلام کی روح پھونکی، اور بے شمار لوگوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ اسلام کی ضوفشانیوں سے منوّر کیا،

اقلیم خطابت کے فرمانروا، جس کے جوشِ خطابت اور سحر بیانی کے آگے پہاڑوں کے دل دہل گئے اور ان کے پتے پانی ہو گئے، جس کی ادنیٰ للکار نے کئی تحریکوں کو جنم دیا، جن کے لحن داؤدی، جس کی طلاقت لسانی، شعلہ نوائی اور ولولہ خیزی کے سامنے بڑے بڑے فصیح و بلیغ خطیب اور نامور مقرر جبینِ نیاز خم کرتے تھے، جن کے خطیبانہ شکوہ کی ہر جگہ دھاک بیٹھی تھی، یہ تھے۔

"امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری"

آپ جونہی خطاب کے لئے کھڑے ہوئے، مجمع گوش برآواز، فضا میں لحنِ حجازی رقص کرنے لگتا، سامعین نے دل تھام لئے، شجر و حجر نے سرگوشیاں چھوڑ دیں

اور کائنات دم بخود ہوگئی، بس پھر

مکّہ کے پہاڑوں، مدینہ منورہ کی گلیوں، اور طائف کے بازاروں کا منظر

آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا،

پندرہ منٹ اور بعض مرتبہ نصف گھنٹے کی تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرت امیر شریعت

جب "صدق اللہ" کہہ کر سحر طرازیوں کا سلسلہ ذرا موقوف کرتے تو سامعین کے دل و

دماغ پر وجد و کیف اور سُرور مستی چھاگئی ہوتی اور یوں محسوس ہوتا کہ آسمان سے حور و ملائک

مجمع پر رحمتوں کے پھول برسا کر جلسہ گاہ کو مشامِ جاں بنا گئے ہیں، اور آبِ کوثر سے ہر

آنکھ پُرنم کر گئے ہیں،

سامعین سراپا اشتیاق و التجا بن کر عرض گذار ہوتے کہ شاہ صاحب آج صرف

قرآن کریم کی ہی تلاوت کرتے رہیں -: یہ اشتیاق اور یہ وجد آفریں تقاضا صرف

مسلمان سامعین کا ہی کا نہ ہوتا بلکہ ہندو سکھ و عیسائی غیر مسلموں کی بھی یہی خواہش

اور یہی کیفیت ہوتی، صرف میں نے ہی نہیں اس دَور کے ہر اُس شخص نے یہ

بے تابانہ منظر دیکھا اور ہندو سکھ عورتوں، بچوں، اور مردوں کی یہ گفتگو اور ان کے

یہ جملے اپنے کانوں سے خود سُنے ہیں

آؤ آؤ - چلو! آج شاہ بخاری صاحب کا قرآن سنیں گے، ایک اعلیٰ

تعلیم یافتہ ہندو کا بیان ہے کہ میں دُور دراز کا سفر کر کے صرف شاہ صاحب کی تلاوتِ

قرآن پاک سننے کے لئے مختلف جلسوں میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کیا

کرتا تھا۔

قرآن حکیم کے بارے میں کبھی کفار کہا کرتے تھے کہ یہ کسی بڑے جادوگر کی سحر طرازی ہے

ہے (نعوذ باللہ)

اِس صدی میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تلاوتِ قرآن سُن کر غیر مسلم یہی کہتے تھے۔

اِنَّ ھٰذا لَسَاحِرٌ عَظِیْمٌ ۝

کہ یہ شخص بہت بڑا جادو بیاں ہے،

قبرستان میں اذان

"جس نے خوابِ غفلت میں پڑی قوم کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قبرستان میں اذان دے رہا ہوں۔

یوں تو سرزمین پاک و ہند نے کئی شعلہ بیاں اور آتش نوا خطیب پیدا کئے ہیں، مگر زباں کے لوچ، اسلوب بیان کی دلکشی، فکر و خیال کی وسعت اور پختگی، ظرافت کی شائستگی، حاضر جوابی کی شوخی اور استدلال کی سحر کاری میں جو مقام امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو نصیب ہوا اس میں وہ منفرد اور یگانہ روزگار دکھائی دیتے ہیں، شاہ صاحب کے سحرِ خطابت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ بارہا سامعین سے خطاب کرتے رات گذار دی اور جب طلوعِ فجر کے وقت مؤذن کی آواز کانوں میں پڑی تو سراپا حیرت بن کر پوچھا۔ صبح ہو گئی ___ ؟ ابھی تو میں تمہید ی کلمات ہی عرض کر رہا تھا،

لوگو! صبح ہو گئی۔ اور مؤذن پکار پکار کے کہہ رہا ہے

نیند کے ماتو! ہوش میں آؤ ___ ! میں نے بھی اپنی پوری زندگی تمہیں

غفلت سے بیدار کرنے میں صرف کر دی۔ لیکن تم بیدار نہ ہوتے، مجھے تو کبھی کبھی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قبرستان میں اذان دے رہا ہوں ــــ!

خدا کی یہ دوسری مخلوق ــــ مُرغیاں۔

روزنامہ آزاد لاہور کے زمانۂ ادارت میں ایک اہم مشورے کے لئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا رہے تھے، مَیں نے ازراہِ تفنّن عرض کیا، شاہ جی! آپ کس کام میں لگ گئے! فرمانے لگے! بیٹا! کیا بتاؤں، یہ مرغیوں کی خوراک ہے، میں نے قوم کو زندگی بھر آواز دی اسے پکارا حتیٰ کہ میرے بالوں میں سفیدی آگئی لیکن اس کے دل کی سیاہی دُور نہ ہو سکی، آخر تھک ہار کے انسانوں سے منہ موڑ کر اب خدا کی دوسری مخلوق کی طرف ملتفت اور متوجہ ہوا ہوں۔ یہ مخلوق ایسی باوفا ہے کہ میری ادنیٰ پکار اور میرے معمولی اشارے پر دیوانہ وار، لبیک لبیک کر آتی ہے۔ اتنے میں شاہ جی نے مرغیوں کو آ!۔ آ۔! کہہ کر بلانا شروع کیا۔ دیکھتے، دیکھتے تمام مرغیاں شاہ جی کے اِردگرد جمع ہوگئیں یہ مجمع دیکھ کر شاہ جی۔ ذرا مسکرا کر فرمانے لگے! کیوں بیٹا! ہے نا اطاعت و فرمانبرداری کی ایک زندہ مثال، میری خطابت اور میری پکار کی اثر خیزی قوم پر ہے یا خدا کی اس بے زبان مخلوق پر ؂

نہ رو کے تلخیٔ عمرِ رواں میرے تکلّم کو!
کہ میں نوحہ کروں گا وقت کی غفلت شعاری کا

الہام کی کڑکتی بجلیاں ـــــ اور تلوار

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت میں توحید اور نبوّت و رسالت مرکزی موضوع ہوتا، اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے،

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا جس نے اپنی تعلیمات میں حسن و خوبی اور جلا پیدا کرنے کی خاطر اپنے دَور کے کسی بھی انسان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیے ہوں۔ نبی اور رسول براہِ راست اللہ سے علم کی روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اپنے نبی کی خود رہنمائی کرتا ہے،

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم بھی ہوتے ہیں اور بہادر بھی۔! آپ حضرات! انبیاءؑ کرام علیہم السلام کے احوال و واقعات پر نگاہ ڈالیئے، دنیا میں جو نبی اور رسول بھی تشریف لاتا اور مبعوث ہوتا ہے اس کے ایک ہاتھ میں الہام الٰہی کی کڑکتی بجلیاں ہوتی ہیں اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ـــــ!

وہ کاشانۂ باطل پر برق بن کر گرتا ہے، اس کے جلو میں سمندروں کا شور اور طوفانوں کا زور ہوتا ہے، اس کی رفتار بڑے بڑے فرمانرواؤں اور جابر حکمرانوں کا دل دھڑکا دیتی ہے اور اس کی ایک للکار سے کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔!

خطابت کی معجزنمائی

شاہ صاحب کی معجزانہ خطابت کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن "ڈیرہ غازی خاں" کے ایک جلسے کی مثال اس لئے خصوصاً قابلِ ذکر ہے کہ وہاں اگر خطابت کی معجزنمائی نہ ہوتی تو قتل و غارت کا بازار خوب گرم ہو جاتا،

مجلس احرار کے زیر اہتمام ڈیرہ غازی خاں میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا' چند روز پہلے وہاں کے بعض مقتدر اور بااثر زمینداروں نے شاہ صاحب کے خلاف خوب خوب پروپیگنڈا کیا، کیونکہ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء دیگر راہنمایان احرار بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کے مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے اور عوام کا ساتھ دیتے رہتے تھے، جاگیرداروں نے مذہب کی آڑ لے کر شاہ صاحب کے خلاف عوام کو خوب بھڑکایا، ان دنوں سعودی عرب میں واقع مزارات کے انہدام کا مسئلہ خوب زور شور کے ساتھ موضوعِ بحث بنا ہوا تھا،

زمینداروں کو پتہ تھا کہ شاہ صاحب قبروں پر قبوں کی تعمیر کے حق میں نہیں ہیں یہ سُن کر علاقے کے عام لوگ سخت مشتعل تھے، شاہ صاحب حسب پروگرام جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جلسے کا رنگ ہی بگڑا ہوا ہے، سامعین کی اکثریت خراجِ عقیدت پیش کرنے کے بجائے لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح ہو کر خطرناک حملے کی تیاری میں تھی، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سنگین صورتِ حال دیکھ کر شاہ صاحب کو احساس دلایا۔

شاہ صاحب نے اپنے مخصوص وجد آفریں لہجے میں تلاوت کا آغاز کیا تو مجمع دم بخود

تھا، تلاوت کے بعد جونہی پہلا جملہ زبان سے نکلا تو ایک گوشے سے نہایت تلخ و ترش لہجے میں ایک شخص چلّایا

شاہ صاحب! ہم اس وقت تک تقریر سننے کو آمادہ نہیں جب تک آپ ہمارے سوالوں کا جواب دے کر مطمئن نہیں کر دیتے۔!

شاہ صاحب نے ـــــ اس شخص کو سٹیج پر بلا کر اپنا سوال پیش کرنے کو کہا۔

اس نے مدینہ منورہ کے مزارات پر تعمیر کردہ قبوں کے انہدام کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ـــــ!

جب سعودی حکمرانوں نے "جنت البقیع" کے تمام قبے گرا دیئے ہیں تو شاہ صاحب! آپ ان کے اس اقدام کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھاتے؟ شاہ صاحب نے پوچھا ـــــ! کیا سب قبے گرا دیئے گئے ہیں یا کوئی چھوڑا بھی ہے؟! اس نے کہا ـــــ! ہاں ایک سبز گنبد باقی رہنے دیا گیا ہے۔!

شاہ صاحب! نے اپنے جلال آمیز لہجے میں کڑکتے ہوئے کہا

لوگو! میرا عقیدہ سُن لو!

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی الوہیّت اور خدائی میں یکتا اور بے مثل ہے، اسی طرح خدا کے بعد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نبوّت و رسالت میں یکتا و بے مثل ہے۔

اس کے مقابلے میں جو کوئی نبی اور رسول بننے کا دعویدار ہو اسے ختم کر دو! اور اس کا وجود گرا کر ملیامیٹ کر دو!

اسی طرح اس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضرا کے مقابلے میں جو کوئی

دوسرا گنبد یا قبّہ تعمیر کرتا ہے اسے منہدم کر دو ـــــ!

مدینہ منورہ میں جب زائرین کو حاضری کا شرف حاصل ہو تو انکی نگاہیں بہت سارے قبوں میں سے گنبد خضرا کو تلاش نہ کرتی پھریں۔!

نبوّت و رسالت بھی اسی ایک ذات کی ہونی چاہیئے۔ اور مدینہ منورہ میں گنبد اور قبّہ میں بھی صرف اسی ایک ہی ذات گرامی کا ہونا چاہیئے،

شاہ صاحب کی اس تقریر سے مجمع کا رنگ ہی بدل گیا اور فضا امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی ـــــ!

جرأت و بے باکی

امیر شریعت کی جرأت و بے باکی، شجاعت اور بہادری ضرب المثل تھی، ۱۹۲۱ء کا ذکر ہے کہ امرتسر میں ایک باغیانہ تقریر کرنے کے جرم میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا، اس مبینہ جرم کی تصدیق کے لئے جب آپ کو انگریز مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا تو کمرہ میں داخل ہوتے ہی آپ کے نرم و نازک ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔!

مجسٹریٹ نے نہایت تحکمانہ لہجے میں شاہ صاحب سے دریافت کیا،

آپ نے امرتسر کے ایک مجمع عام میں اس مفہوم میں تقریر کی ہے؟

شاہ صاحب۔! ہاں میں نے تقریر کی ہے۔

مجسٹریٹ۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس قسم کی تقریر کی سزا کیا ہے؟

یہ باغیانہ تقریر ہے اور اس سنگین جرم کی سزا دفعہ ۹۲ الف کے مطابق پھانسی ہے۔

شاہ صاحب! ہاں مجھے علم ہے کہ ایسی تقریر کی سزا کیا ہوتی ہے، یہ تقریر میں نے سزا ہی

کو پیش رکھ کر کی تھی ،

اگر میری اس تقریر کی رپورٹ آپ کی سی ۔ آئی ، ڈی کی رپورٹ نے ٹھیک لکھی ہے اور اس سے دفعہ ۹۲ الف کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو صحیح ـــ ورنہ اب میں آپ کے روبرو پھر اس کا اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی تقریر کے دوران ہر وہ بات کہی ہے جو دفعہ ۹۲ الف کا تقاضہ پورا کر سکے ۔

اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے جب مجسٹریٹ نے آپ کو تین سال بامشقت قید کی سزا کا حکم سنایا اور آپ کو میانوالی جیل بھجدیا گیا ، تو وہاں جیل کے ساتھیوں کے سامنے اکثر مولانا محمد علی جوہر کا یہ شعر سنایا کرتے ؎

دار کے حقدار کو قید تنہائی ملے ۔ !
ہائے قسمت مشکل آساں ہوتے ہوتے رہ گئی !

پتھروں کی بارش میں امیرِ شریعت کا عزم و استقلال

شاہ صاحب کی جرأت ، بہادری اور عزم و استقلال کا یہ عالم تھا کہ نہ بڑی سے بڑی طاقت انہیں اپنی راہ سے ہٹا سکتی تھی اور نہ کوئی زیادہ سے زیادہ لالچ ہی انہیں انکی روش سے ہٹا سکتی اور ان کے لئے جذب و کشش کا باعث بن سکتی تھی ،

وہ حق کی برہنہ تلوار تھے ، انہیں کلمۂ حق بیان کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت ہرگز نہیں روک سکتی تھی ،

ایک مرتبہ مولانا مظہر علی اظہر کے ہمراہ مسجد شہید گنج کے انہدام کے بعد بستی شیخاں جالندھر میں تقریر کرنے گئے ، جب مولانا مظہر علی اظہر نے جلسہ عام میں مسجد شہید گنج منہدم

کرنے کی سازش کا پردہ چاک کرنا چاہا تو سامعین میں سے بعض نے یک لخت پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

صورتِ حال کی سنگینی دیکھ کر شاہ صاحب نے مائیکروفون پر آتے ہوئے جلال آمیز لہجہ میں کہا

تم بے شک پتھر برساؤ۔ میرا نام بھی عطاء اللہ شاہ بخاری ہے، قتل ہونا منظور ہے لیکن پیغام حق سنا کے چھوڑوں گا، قتل ہونا سیدوں ہاشمیوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں، کربلا میں بھی رسول اللہ کا نواسہ شہید ہوا، میں بھی سرورِ اولین و آخریں سرورِ کائنات و فخرِ موجودات کا نواسہ ہوں، ہمیشہ حق کا علم بلند کیا اور جب تک جسم میں جان ہے حق کے اظہار سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔

شاہ صاحب کے اس نعرۂ قلندرانہ کے بعد پتھروں کی برسات تھم گئی اور جلسہ باقاعدگی سے جاری رہا۔

الا سارقین عقیدۂ ختمِ نبوّت و ذُرّیّۂ فرنگ

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے۔

میں ہر مسلمان کو اپنا دوست سمجھتا ہوں — الا سارقین عقیدۂ ختم نبوت و ذریۃ فرنگ (فرزندانِ سلطنت برطانیہ) جو ان کا ساتھی ہے وہ میرا دشمن ہے جو میرا ساتھی ہے وہ ان کا دوست اور ساتھی نہیں ہو سکتا۔

عیب بینی میری فطرت کے خلاف ہے، جو لوگ دوسروں کے عیب تلاش

کرتے ہیں وہ اپنا ایمان ضائع کرتے ہیں۔

میں اپنے بدترین دشمن کے بارے میں بھی یہ سوچنا گناہ سمجھتا ہوں کہ اسکے ننگ وناموس پر حملہ کیا جائے۔ یا اس کے عیبوں کی رسوائی ہو۔ میں تو دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو راہِ راست پر لائے اور جو معصیت کی آلودگیوں سے دوچار ہیں ان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ میرے دل میں کسی شخص کے لئے ذاتی انتقام کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

حُسنِ تلاوۃُ القرآن ـــــ اثر پذیری

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمت میں آپ کے ایک مرید نے ریڈیو سیٹ پیش کیا۔ تو شاہ صاحب کی حسبِ خواہش بغداد ریڈیو اسٹیشن سے کسی عرب قاری کی تلاوت سنانے کے لئے آپ کے بڑے فرزند مولانا سید ابوذر بخاری نے رابطہ جوڑنے کی کوشش کی، اتفاقاً قاہرہ ریڈیو اسٹیشن کے ساتھ رابطہ قائم ہو گیا تو وہاں سے اس وقت دنیائے اسلام کے معروف قاری عبدالباسط کی تلاوت نشر ہو رہی تھی، شاہ صاحب دیر تک سنتے رہے آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔

قاری باسط صاحب کی تلاوت کے دوران شاہ صاحب بار بار سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کہہ کر داد دیتے رہے۔ جب تلاوت کا سلسلہ ختم ہوا تو آخر میں شاہ صاحب نے فرمایا ماشاء اللہ! کیا خوب تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے میں پھیپھڑے نہیں مشکیزے نصب کر رکھے ہیں، اتنی لمبی سانس ہے، معلوم ہوتا ہے دریائے نیل

کے پانی میں اللہ نے کوئی خاص ہی تاثیر رکھی ہے ۔۔!

میں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کی ۔شاہ جی ! قاری باسط صاحب کے علاوہ آپ اور کس کی تلاوت سے متاثر ہیں اور سب سے زیادہ آپ نے کس سے اثر قبول کیا ہے ۔۔؟

فرمانے لگے ۔ بچپن میں ایک عرب قاری سید عمر عاصم صاحب سے اکتساب فیض کا شرف حاصل ہوا ہے ۔۔! سید عاصم صاحب سلطان ترکی عبدالحمید خان کے اتالیق تھے ۔کسی بات پر وہاں سے ہندوستان چلے آئے ۔یہاں آ کر پٹنہ میں خواجہ عنبر کی مسجد میں قرآن حکیم کا درس دینے لگے ، قدرت نے ان کے لحن میں جادو کا اثر رکھا تھا ، وہ تلاوت کرتے تو ہندو سکھ مرد عورتیں بچے بوڑھے سبھی ان کی خوش آوازی کا لطف لینے کے لئے مسجد کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے ، جب وہ مسجد سے باہر نکلتے تو بچوں کو ان سے دم کراتے تھے ، وہ گھڑیوں کی مرمت کر کے گذر اوقات کیا کرتے تھے ۔

سب سے پہلے میں نے ان سے استفادہ کیا ، بعد میں مجھے اپنے ساتھیوں میں سے مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت کلام الٰہی نے بے حد متاثر کیا ، مولانا کی تلاوت قرآن حکیم سن کر لوگ بے سدھ ہو جاتے تھے ، مجھے آج تک دوسرا کوئی شخص ایسا نہیں مل سکا ہے ۔۔! جس کی تلاوت اتنی مؤثر اور کیف آور ہو ۔

معاملہ عقل و خرد کا نہیں ـــــ عشق کا ہے

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے عقیدے اور ایمان کی بات کرتے تو ہمیشہ یہی فرماتے،

اللہ! کی عبادت، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت۔

اور انگریز سے بغاوت ـــــ! یہ میرا جزو ایمان ہے،

خدا معبود ہے، محمدؐ محبوب، اور انگریز مغضوب۔ اگر ـــ خدا تعالےٰ کی ذات کے بارے میں کوئی کچھ کہے گا ـــــ وہ اللہ! اس کا خود محاسبہ کرے گا' مگر ـــ!

حضرت محمد رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں سوچ لینا، یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں عشق کا ہے، عشق پہ زور نہیں ہوتا، اور نہ اپنے پر اختیار ـــ!

پھر یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے اور زمانہ کیا چاہتا ہے، پھر جو ہونا ہوگا ہو جائے گا ـــــ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

منشی عبدالرشید اور غازی علم الدین شہید کی والہانہ جانثاری

قدرت نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جن خوبیوں اور محاسن سے نوازا، اور جن اوصاف و کمالات سے سرفراز کیا تھا چشم فلک! شاید ایک صدی تک کوئی ایسا "دیدہ ور" نہ دیکھ سکے،

شاہ صاحب کی ایک تقریر، اور ان کا ایک خطاب پورے مجمع کے دل کی دھڑکن بن جاتا، لوگ —— شاہ جی کے اشارۂ ابرو کے منتظر ہوتے، اور تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے، آپ کسی دینی کام کی خاطر مالی قربانی کی اپیل کرتے تو سامعین جیبیں خالی کر دیتے اور کرتے اتار دیتے، حتیٰ کہ عورتیں اپنا تمام زیور اتار کے اور دوپٹے میں باندھ کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں

شاہ صاحب دورانِ خطاب لوگوں کے سامنے ناموسِ رسالتؐ کے لئے جانی قربانی کا دستِ سوال دراز کرتے تو پورا مجمع جاں نثاری کی خاطر اٹھ کھڑا ہوتا بیشمار خوبرو نوجوان عقیدت و عشق کا والہانہ مظاہرہ کرنے کے لئے سربکف نظر آتے، منشی عبدالرشید اور غازی علم الدین شہیدؒ جیسے نوجوان حضرت امیر شریعت ہی کی دعوت پر شمعِ رسالتؐ کا پروانہ بننے کو دیوانہ وار آئے اور تحفظ ناموسِ رسالت کی خاطر جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ جاودانی پا گئے، ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر و خطاب میں آبشار کا بہاؤ، بادلوں کی گھن گرج، بجلی کا کڑکا، آندھیوں کا زور، سمندر کا مدوجزر، پانی کی سی روانی، جھیل کا ٹھہراؤ اور تلوار کی سی کاٹ ہوتی تھی۔

اگر۔ پہاڑوں سے مخاطب اور غاروں سے ہمکلام ہوتا

شاہ صاحب اپنے خطیبانہ جلال میں آتے تو فرمایا کرتے

لوگو! میں نے پوری زندگی تمہیں قرآن سنایا، پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سنگینی کے دل چھوٹ جاتے، غاروں سے ہمکلام ہوتا تو جھوم اُٹھتے، چٹانوں کو کو جھنجھوڑتا تو چلنے لگتیں، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ طوفان بلند ہو جاتے، درختوں کو پکارتا تو جھک جاتے، کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں، صَرصَر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہو جاتی، اس دھرتی کو سناتا تو اس کے سینے میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل لہرانے لگتے، صحرا سر سبز ہو جاتے، اور کائنات دم بخود ہو جاتی۔!

میں نے ان لوگوں کو خطاب کیا، اور انہیں بلایا ہے جن کے کان بہرے اور جن کے دلوں کی کھیتیاں بنجر اور ویران ہو چکی ہیں، جن کے جسموں میں دل و دماغ نہیں گوشت کے لوتھڑے ہیں، جن کے ضمیر عاجز آ چکے ہیں، مردہ ہیں، برف کی مانند ٹھنڈے ہیں، جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہیں — اور جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے —! جو اغراض اور مفادات کے پیچھے پیچھے اور "ڈنڈے والے" کے آگے آگے چلتے ہیں —!

اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط

انسان — نہیں — بھیڑ بکریاں —

کلماتِ اذان میں اضافہ؟

شاہ صاحب پر زندگی کے آخری دنوں میں فالج کا شدید حملہ ہوا، عیادت کے لئے ملتان میں حاضر خدمت ہوا شاہ صاحب اس وقت اپنی بیٹھک میں ظہر کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے!

مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اچھا ہوا تم آ گئے ہو! یوسف! (شاہ صاحب اکثر مجھے اسی نام سے یاد فرمایا کرتے تھے) رات کو اچھا بھلا سویا، صبح اٹھا۔ وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا ہاتھ جواب دے گئے ہیں۔ میرے اعضاء و جوارح نے سول نافرمانی شروع کر رکھی ہے۔ (شاہ صاحب نے فالج کا انہی الفاظ سے تذکرہ فرمایا) سمجھ گیا کہ اب آخری گھڑی آ گئی ہے۔ جلدی وضو کر کے زور زور اور بلند آواز کے ساتھ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهٗ پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گیا، یقین تھا کہ اب اگر موت آ گئی تو خاتمہ ایمان کے ساتھ ہے (بحمد اللہ) پھر فرمایا۔ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ اذان کے کلماتِ شہادت کے ساتھ لا نبی بعدہٗ ولا رسول بعدہٗ کا اضافہ کر کے مؤذنوں کو تاکید کروں کہ پانچوں وقت ہر مسجد سے عقیدۂ ختمِ نبوت کا اعلان کیا کریں تاکہ فتنۂ انکارِ عقیدۂ ختمِ نبوت اور فتنۂ قادیانیت کا ہر وقت سدِّ باب اور قلع قمع ہوتا رہے۔!

شاہ صاحب نے پھر خود ہی فرمایا۔! میں کون ہوتا ہوں اذان کے کلمات میں اضافہ کرنے والا، حضور میاںؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو جملے پسند فرمائے اور اذان میں شامل کئے ہیں تا قیامت وہی رہنے چاہئیں۔ ان میں آگے پیچھے کسی نوعیت کا اضافہ سراسر بدعت ہے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ

کیا فرقِ مراتب ہے؟

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ایک شیعہ نے دریافت کیا۔ شاہ جی! علیؓ اور عمرؓ میں کیا فرق ہے؟

شاہ جی۔! بڑا فرق ہے۔! علیؓ مرید تھے، عمرؓ مراد۔! عمرؓ کی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آرزو کی۔ اور اللہ میاں سے دعا مانگ کر لیا تھا، حضرت عمرؓ کو تاریخ سے نکال دو گے تو سوچو! کہ تاریخ اسلام میں کیا رہ جاتا ہے۔!

اسی نے دوسرا سوال کیا۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ میں کیا فرق ہے۔!

شاہ صاحب نے فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ کا نکاح محمد بن عبد اللہ سے ہوا تھا، اور حضرت عائشہؓ کا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ۔! وہ محمدؐ کی زوجہ، یہ نبوت کی۔

شاہ صاحب نے ایک ناقص سوال کا شگفتہ جواب دے کر ان لوگوں کو خاموش کر دیا جو ان مقدس شخصیات میں فرقِ مراتب اور تفاوت کے حاشیے باندھ کر لوگوں کے عقائد خراب کرنے کی سعیِ مذموم کیا کرتے ہیں۔!

اشکِ ندامت سے دامن تر ہو جائے !

حضرت امیر شریعت مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر لاہور میں تشریف فرما تھے کہ آغا شورش کاشمیری نے مولانا ابو الکلام آزاد کے غبار خاطر میں نقل کردہ یہ شعر پڑھا ؎

ہر کسے را دامنے تر ہست اما دیگراں

بازمی پوشند، ما در آفتاب انداختہ

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا —— بھائی یہ تو کوئی کمال نہیں کہ آدمی اپنا لباس دھو کر سوکھنے کو کانٹوں پر ڈال دے، اپنا مشرب تو یہ ہے کہ ہر کام اپنے کمال کو پہنچنا چاہیئے، گناہوں پر اشکِ ندامت سے دامن تر ہو تو اتنا کہ سکھائے نہ بنے۔ پھر اپنے یہ اشعار سنائے ؎

نازنینانِ جہاں ناز فراموش شدند

کہ گدائے تو باندازِ دگری نازد !

ناز دارد بہ دُرفشانیِ خود ابرِ بہار

پارسایاں ہمہ نازند بہ زُہد و طاعت

یک ندیم است کہ بر دامنِ تر می نازد

راجپال کی گستاخانہ جسارت پر احتجاج

بدنام زمانہ اور جہنم واصل گستاخِ رسول (نعوذ باللہ) راجپال کی اشتعال انگیز اور واہیات کتاب رنگیلا رسول کے خلاف زبردست احتجاج کی خاطر، ۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو بیرون دہلی دروازہ لاہور دفتر مجلس احرار کے قریب ہی واقع کٹہرے میں ایک فقید المثال اور عظیم الشان اجتماع عام منعقد ہوا، لاکھوں فرزندانِ اسلام کے دوش بدوش ابوحنیفۂ ہند مفتی کفایت اللہ اور مفسرِ قرآن مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی موجود تھے،

شاہ صاحب کی ایمان افروز تقریر پہ لوگ سراپا غیرت و حمیّت تھے، آپ نے فرمایا —— آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمایا —— ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک بدنام زمانہ ہندو گستاخ نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملہ کیا ہے ۔!

ارے وہ دیکھو تو! اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضؓ کہیں سامنے دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں ——

(پورا مجمع دروازے کی جانب دیکھنے لگا) بس پھر کیا تھا، جلسہ گاہ میں کہرام مچ گیا، لوگ دھاڑیں مار مار رونے لگے، اور شاہ صاحب اپنے پورے جوشِ خطابت اور غیرتِ دینی کے جذبات میں سرشار گوبخدار آواز میں فرما رہے تھے،

دیکھو! دیکھو! سبز گنبد میں حضور رسول اللہؐ تڑپ رہے ہیں، حضرت خدیجہؓ و عائشہؓ پریشان ہیں، امہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں، عائشہؓ پکارتی ہیں۔ وہی

عائشہؓ جنہیں رسول اللہؐ پیار کے ساتھ حُمَیرا کہا کرتے تھے۔ وہی عائشہؓ جنہوں نے رسول اللہؐ (فداہ ابی وامیؐ)، کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر پیش کی تھی ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔! سچے بیٹے! ماں کی عزت و ناموس کے لئے کٹ مرا کرتے ہیں ---!

غازی علم الدین شہید۔! شاہ جی کی اسی تقریر سے متاثر ہو کر اٹھا تھا اور لوہاری دروازے کے ساتھ موری دروازے کے اندر چوک میں واقع اپنی کتابوں کی دکان پر بیٹھے گستاخِ رسول راجپال کو جہنم واصل کر کے خود یہ شعر پڑھتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ کر حیات جاودانی حاصل کر گیا ؎

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے میرا کامل ایماں ہو نہیں سکتا

آتش نفس خطیب پیمبر صفت زعیم
اوصاف میں حمید، تو اخلاق میں عظیم

عبدالمنان شاھد

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنا یہ واقعہ خود بیان فرمایا تھا۔ استخلاص وطن کی تحریک کے سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام کا ایک مشترکہ عظیم الشان اجتماع دہلی میں منعقد ہوا تھا، مجھے بھی اس میں خطاب کی دعوت تھی، چنانچہ پروگرام کے مطابق پوری ایک رات میں نے خطاب میں گزار دی۔ صبح نماز فجر کے بعد ذرا استراحت کے لئے چادر سے منہ چھپائے لیٹا ہوا تھا کہ ایک شخص نہایت ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے میرے جسم کو دبا رہا ہے۔ میں نے سمجھا کوئی عقیدت مند میری تھکاوٹ دور کرنے کی خاطر یہ خدمت انجام دے رہا ہے چنانچہ میں نے اسی حالت میں منہ چھپائے ذرا سیدھا ہو کر اس سے خدمت کے لئے مزید پاؤں پھیلا دئے، اس نے ہلکے ہلکے اور میٹھے میٹھے انداز میں میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔

معاً مجھے خیال آیا کہ میری پوری زندگی میں میرے کسی عقیدت مند نے اس انداز میں کبھی نہیں دبایا ہے دیکھوں تو سہی یہ کون شخص ہے ——؟

اپنے منہ سے چادر ہٹائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ میرے پاؤں دبانے چارپائی کے ساتھ جھکے کھڑے ہیں،

بس۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو دیکھتے ہی۔ بے تابانہ اٹھتے عرض کیا

حضرت! آپ نے یہ کیا کیا ——؟

حضرت مدنیؒ! نہیں شاہ صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں اسلام اور حضور سید الکونین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو جذبہ رکھا ہے اس کی تحسین کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

ناظمِ اعلیٰ جمیعۃ علماءِ ہند (دہلی)

مجھے یاد ہے کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں مولانا حسرت موہانی مرحوم نے دہلی میں ایک سیاسی اجتماع بلایا تھا، اس اجتماع میں پہلی بار مجھے حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کی مسرت حاصل ہوئی تھی، اس کے بعد مسلسل پچیس سال پھر اس طرح گذرے کہ فکر وعمل کا ایک میدان تھا اور ایک ہی لگن، تحریک آزادی شبانہ روز سرگرمیوں کا محور تھی، اس طویل رفاقت اور شعور وجذبات کی ہم آہنگی نے دلوں میں خلوص وتعلق کی جو گرہیں لگائیں۔ آج جب کہ شاہ صاحب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کا ذکر بھی دل پر شاق گذرتا ہے ؎

نہیں آتی گر ان کی یاد تو برسوں نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

ملک کی زندگی میں شاہ صاحب ایک سحر آفریں خطیب، اور بے مثال مقرر کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور بہت ہی جلد عوام وخواص کے دلوں پر چھا گئے۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں اس شان کے خطیب بہت کم ہو سکتے ہیں، کوئی دینی اور مذہبی عنوان ہو یا کوئی سیاسی اور سماجی موضوع وہ جس سلاست، روانی، برجستگی اور بے تکلفی کے ساتھ گھنٹوں تقریر کرتے اور اپنے مافی الضمیر کو سامعین کے رگ وپے میں سمو دیتے تھے اس کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ وہ ایک پیدائشی عالم اور خدا ساز مقرر وخطیب ہیں۔

سیرتِ پاک اور اسوہ رسول کریم ان کا خاص موضوع اور ذہنی شغف تھا اور نہ صرف وعظ وتبلیغ کی حد تک بلکہ شاہ صاحب ان خوش نصیبوں میں تھے جنکو خدا تعالیٰ نے اسوہ رسولؐ کی سچی لگن اور عمل کی توفیق وسعادت سے بھی نوازا تھا۔!

علاّمہ اقبالؒ - ! اور شاہ جی - !

حضرت امیر شریعتؒ نے تحریک آزادی میں جو عظیم الشان خدمات دیں وہ ہماری تاریخ ملّت کا درخشندہ و تابندہ باب ہے - قیام پاکستان کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان کے دفاع اور اس کی ترقی و سربلندی کے لئے تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کا اعلان کیا، حتیٰ کہ سیاست کی خار دار وادی سے دامن کش ہو کر صرف اسلام کی دعوت و تبلیغ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، لیکن انگریز کے بعض کاسہ لیس اور ذلّہ خور پھر بھی تیر افگنی اور شاہ صاحب کی حب الوطنی پر شک کرنے سے باز نہ آتے تھے،

ان کے جواب میں شاہ صاحب فرمایا کرتے، (پنجابی میں)

"اَج زندہ ہوندا اقبال - ! تے اینہاں گرگساں نوں دسدا کہ بخاری غدارؔ اے کہ فدا کار - !

میں کِنوں کھواں - ؟ میرے ساتھی میرے کولوں وچھڑ گئے نے"،

آج اقبال زندہ ہوتا تو ان گرگسوں (گدھوں) کو بتاتا کہ بخاری غدار ہے یا فدا کار

و وفادار — ؛ میں کیسے بتاؤں کہ میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے یا بچھڑ گئے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت فرمایا کرتے تھے

جب کبھی حضرت اقبالؒ کے ہاں حاضری کا موقع ملتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے، حُقّہ سامنے ہوتا، دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں، میں آواز دیتا۔! یا مرشد!

اقبالؒ جواب میں فرماتے "آ بھئی پیرا۔! بہت دناں بعد آیاں ایں"

آؤ! پیر جی۔! بہت دنوں کے بعد آئے ہو!

پھر علی بخش (ملازم) سے کہتے حُقّہ لے جاؤ۔! اور کُلّی کے لئے پانی لاؤ!

کُلّی کے بعد ارشاد فرماتے — ایک رکوع سناؤ۔!

میں پوچھتا — حضرت! کوئی تازہ کلام —؟

فرماتے ہوتا ہی رہتا ہے —!

میں عرض کرتا — سنائیے! کاپی منگواتے، پہلے رکوع سنتے، پھر وہ اشعار جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی نعت سے متعلق ہوتے سناتے، اقبال۔ قرآن کریم کی تلاوت سنتے وقت کانپنے لگتے تھے اور جب حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا، اور نعتیہ کلام سناتے یا سنتے تو چہرہ اشک آلود ہو جاتا۔ حضورؐ کا ذکر ہمیشہ باوضو کرتے اور اس طرح روتے جس طرح معصوم بچہ بغیریاں کے بلک بلک کر روتا ہے۔!

مختلف شخصیات اور افراد کی بابت حضرت علامہ اقبال کا تجزیہ حیرت انگیز طور

طور پر درست ثابت ہوتا تھا!

شاہ صاحب کا ارشاد ہے۔ کہ اقبال مجھ سے اکثر لوگوں کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور اُن کے رخ کردار کا اجمالی خاکہ پیش فرماتے، سرکار! کی اکثر و بیشتر معلومات ان ہی کی وساطت سے ہم تک پہنچتی تھیں،

پہلے خود ہی طرح دے دیتے، پھر احتراز فرماتے،

بھئی! دِلّی دروازے کے باغ میں لوگوں کو بتا دو گے۔؟

پھر بتاتے ہوئے فرماتے بھئی۔! اپنی ذات تک محدود رکھنا۔ بلطف یہ تھا کہ اپنے سبھی معتمدین کو بتاتے چلے جاتے اور سبھی کو یہی مشورہ دیتے کہ اپنے تک محدود رکھنا ——— اور جب بات بکھر جاتی۔ تو فرماتے۔ تم لوگ! راز نہیں رکھ سکتے ہو!

عرض کی جاتی۔ کہ آپ ہی نے تو فلاں فلاں کو بتایا ہے۔ پھر مسکراتے!

اچھا۔! تو عام ہو جانے دو! اس میں راز کی کون سی بات ہے۔؟

ایک مرتبہ جلسوں کی رونق پر گفتگو کرتے ہوئے حضرتِ اقبال فرمانے لگے عامۃ المسلمین میں بڑی جان ہے۔! اس قوم کا مزاج حرارت سے بنا ہے، یہ بجھنے کے لئے پیدا نہیں کی گئی ——— ساری خرابی لیڈر شپ کی ہے، خواص تو خیر! عضوِ معطل ہیں انہیں اپنے جسم کا عیش چاہیئے۔!

لیڈر ——— گم گردہ راہ ہیں ——— لوگوں کو صحیح راستہ پر نہیں لاتے،

شاہ صاحب! میں نے عرض کیا۔ حضرت! یہ بھی آپ نے مفروضہ قائم کر لیا ہے، قوم خود ہی صحیح راہ پر نہیں آتی! آپ کے لئے عامۃ المسلمین کس طرح تڑپتے ہیں لیکن آپ

مجمع میں آتے ہی نہیں !

نہیں پیر جی — ! یہ بات نہیں ۔ میرا مجمع میری کتابیں ہیں ۔ میں ہجوم افکار میں اس طرح گھرا رہتا ہوں کہ بسا اوقات فرصت کے اوقات ہی عنقا ہو جاتے ہیں ، ٹھیک ہے مرشد ! میں نے تو کبھی اپنی کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی — !

حضرتِ اقبال پنجابی میں فرماتے — !

او ! شاہ جی — ! تسیں تے دِلاں تے دماغاں دی مٹی جھاڑ دے او

(شاہ جی ! آپ تو دلوں اور دماغوں کی گرد جھاڑ دیتے ہیں ۔)

شاہ صاحب نے یہ بیان کیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے — ! فرمایا ۔ ہائے کیا انسان تھا ! جدید دانش اور قدیم حکمت کا نقطۂ معراج — !

اقبال چونکہ میاں (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے تھے اس لئے اللہ نے ان پر علم و دانش اور فکر و نظر کی سبھی راہیں کھول دی تھیں ، وہ میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن علم اس کا خانہ زاد تھا ؛

شاہ صاحب ! فرمایا کرتے ۔ آج جو فرنگ کے پشتینی وفادار ہیں ۔ علامہ اقبال کا نام لے کر اس کے ہم نشینوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں ، کسی علمی مسئلے پر اقبالؒ نے کبھی ان سے مخاطبت کی ؟ کبھی ان سے کوئی دینی سوال کیا ؟ کبھی ملی امور پر ان سے از خود گفتگو کی ؟ کبھی مسلمانوں کے مستقبل کا سوال ان سے زیرِ بحث آیا ؟

یہی وہ لوگ تھے جو اقبال کی راہ میں ہمیشہ مزاحم ہوتے رہے ، انہی لوگوں نے اقبال کے خلاف مخبریاں کی تھیں اور انہیں کسی منصب پر فائز نہ ہونے دیا تھا حضرت اقبال نے مجھ سے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا تھا

شاہ صاحب ! ان خاندان فروشوں کی سیاہ دلی کی حد ہوگئی، خوف خدا سے بھی عاری ہو چکے ہیں، میرے بارے میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ! اور گورنر صوبہ کو عرضداشت بھجوائی گئی ہے جس میں مجھے ایک ایسے ذوق سے متہم کیا ہے جس کا تصوّر بھی شرافت کو مرجھا دینے کے لئے کافی ہے ۔ شاہ صاحب نے فرمایا ۔ یہ بیان کرتے ہی ان کا بدن کانپنے لگا، کہ انسان مخالفت اور مخاصمت میں کس حد تک سنگ دل سیہ رو، اور گندہ ضمیر ہو جاتا ہے ۔!

شاہ جی فرماتے تھے کہ

فرنگ دشمنی سے اقبال کے خون کا قطرہ قطرہ انگاروں میں ڈھلا ہوا تھا، وہ یورپی تہذیب، یورپی دانش، یورپی سیاست اور یورپی سج دھج کے سخت دشمن تھے، کہا کرتے تھے کہ ہمارا مغرب زدہ طبقہ اپنے خصائص کھو چکا ہے اس کے اندر مشرق کی روح بالکل نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ قوم کی خودی اپنی قیمت کھو بیٹھی ہے، لوگ علم کی سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر نٹوں کا تماشہ دیکھنے میں غلطاں ہیں ۔!

کاسہ لیس خاندانوں کا ذکر بڑی حقارت سے کرتے، یہ طنطنہ میں نے صرف ان ہی میں دیکھا کہ جن سے نفرت کرتے انہیں اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتے تھے، اور اگر کوئی کسی بہانے چلا آتا تو اسے دھتکار کر نکال دیتے،

ایک دفعہ فرمایا ۔ شاہ جی ! میں مطمئن ہوں کہ میرا کلام لوگوں کے رگ وپے میں اُتر رہا ہے ۔ لیکن ابھی کارواں تیار ہو رہا ہے، ابھی کارواں بنا نہیں ۔

سفر، راستہ، اور منزل تو دُور کی چیزیں ہیں جب تک مشرق مغرب کی ذہانت کو للکارے گا نہیں اس وقت تک مشرق کی عظمت کا سورج نہ کبھی اُبھر سکتا ہے اور

نہ اس کے نصف النہار پر پہنچنے کا سوال ہی زیرِ غور آسکتا ہے۔

شاہ صاحب! یہ عموماً فرمایا کرتے تھے، کاش! اقبالؒ آج زندہ ہوتے، ان کا دماغ ایک عظیم الشّان تنہائی کا عظیم الشّان کتب خانہ تھا، جب کبھی ان کی ہم نشینی کا موقع ملتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ لالہ زار کھل گیا ہے۔!

مولانا سیّد محمّد داؤد غزنوی

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری غیر متزلزل ارادے کے انسان تھے، اور قوم کے مجموعی وقار کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ دین اور سیاست کے بارے میں ان کی بصیرت اور ان کا شعور پختہ تھا، وہ بے لوث خدمات کا ایک عظیم الشان وجود تھے، اس عالمِ پیری میں بھی ایسی تحریکوں کے لئے شاہ جی کی شریانوں میں ہمیشہ گرم اور تازہ خون لہریں لیتا تھا۔ انہیں ذاتی جاہ و منصب سے زیادہ حرّیت و آزادی کی لگن تھی۔

سردار عبد الرب نشترؒ

وہ باغ و چمن سے اُٹھے، اور دار و رسن سے گذرے ہیں۔

علّامہ قاری محمّد طیّب مہتمم دارالعلوم دیوبند

عطاء اللہ پر عطاءِ الٰہی نے مبذول ہو کر ان میں بہت سی وہ خصوصیات پیدا کیں جن سے خود ان کا نام اونچا ہوا، ان کا مشہورِ زمانہ وصف جس میں وہ بے مثال تھے۔ خطابت تھا، ان کی خطابت، جاذبیت کا ایک جادو تھی، جس میں بے پناہ کشش تھی۔ ہزاروں انسانوں کا مجمع جو تا حدِ نظر پھیلا ہوا ہوتا تھا ان کی تقریر کی مسلسل زنجیر میں جکڑا ہوا محسوس ہوتا تھا، جس میں کسی کا اُکتا کر اٹھ جانا تو کیا معنی کوئی اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا تھا، ان کی تقریر اسے جکڑ کر باندھ لیتی تھی، اور کیا مجال تھی کہ کوئی شخص اپنی توجہ کو بھی ان سے ہٹا سکے۔ یہ کشش محض الفاظ کی نہ تھی، اور الفاظ محض میں یہ جاذبیت ہو بھی نہیں سکتی جب تک کہ الفاظ میں گہری معنویت نہ ہو، اور محض معنویت بھی زنجیرِ کشش نہیں بن سکتی جب تک کہ اس معنویت میں معرفت نہ ہو، اور محض معرفت بھی کشش کے اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی جب تک اس میں محبت نہ ہو،

اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ "سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ" بے مثال خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب معنویت اور صاحب عشق و محبت تھے، بالفاظ دیگر وہ محض صاحب لسان نہ تھے بلکہ صاحب دل انسان تھے، محبت نبوی ان کے دل کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی، اسی سے ان کے جوش کا تعلق تھا، اسی سے ہوش کا، اسی سے ان کی خطابت کا سرچشمہ ابلتا تھا جس میں دوسروں کے دلوں کی رگ و پے میں سما جانے کی خاصیت ہوتی تھی،!

خطابت کے آئمہ میں بخاریؒ کا مقام

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری

پہلا خطیب مولانا ابوالکلام آزاد، دوسرا خطیب مولانا احمد سعید دہلوی، تیسرا خطیب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی، چوتھا خطیب مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔

میرے خیال میں یہ ایک عصر کی خطابت کے آئمہ اربعہ ہیں۔ ایک دفعہ ضلع سورت کے ایک گاؤں میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، تنہائی میں اس موضوع کا ذکر آگیا۔ عجیب اتفاق تھا جو میرا خیال تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہٖ اسی طرح فرمایا، بہرحال مجھے اپنی اصابت رائے پر خوشی ہوئی، پھر فرمایا کہ اب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی ان کے قریب قریب ہو رہے ہیں۔ اب میں مزید اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی بھی اس صف میں قریب آ رہے ہیں میرے ذہن میں ان چاروں خطیبوں کی خطابت کی خصوصیات ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں اور دقیق بھی ہیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کی تفصیلات کی نہ فرصت ہے نہ ہمت۔ لطف تو اس وقت آتا کہ پورا موازنہ و مقارنہ ہو سکتا۔ اب تو چند نامکمل اشارے حضرت شاہ صاحب بخاری کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

خطابت اور خصوصاً عوام کو مسحور کرنے کا جہاں تک تعلق ہے اس موضوع کی جتنی صلاحیتیں ہو سکتی ہیں قدرت نے بڑی فیاضی کے ساتھ شاہ بخاری کو عطا فرمائی تھیں۔ قد و قامت شکل و صورت، قوت و طاقت، شجاعت و جرأت، فراست و نور ایمانی، غیرت و حمیت ذکاوت و شدتِ احساس، رقت عواطف و جذبات کا تلاطم، بلندئ آواز و خوش گلوئی

قرآن کریم کے ساتھ قلبی تعلق و استحضار، منتخب ترین فارسی اردو اشعار، موضوع پر عُمدہ ذخیرہ کا استحضار، دردناک اور فلک شگاف آواز کے ساتھ قرآن کریم کا پڑھنا، مخالفین کے مجمع پر قبضہ کرنا، عالم و جاہل، مرد و عورت، مخالف و موافق، سب کا یکساں طور پر متاثر ہونا۔ یہ ان کی وہ خصوصیات ہیں کہ ان میں کوئی ان کی ہمسری نہیں کرسکتا،

مجمع سے اپنی بات منوانا، ننانوے فیصد مخالفوں کو اپنا ہمنوا بنانا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، بعض اوقات تو بولنے سے پہلے ساحرانہ نگاہ ہی سے مجمع کو مسحور کر لیتے تھے، نگاہ کیا تھی غضب کی نگاہ تھی، آواز کیا تھی بجلی سی کوندتی تھی، اسٹیج پر کسی کی مٹی پلید کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنا کامیاب ترین خطیب نہ کسی نے دیکھا ہوگا تو سنا ہوگا،

عقلی و فکری خصوصیات کی کامیاب ترین تمثیل اور اپنے اوضاع و اطوار سے جو نقشہ کھینچتے تھے دنیا کا کوئی خطیب ان کی نقالی نہیں کرسکتا تھا، اگر نامناسب نہ ہوتا تو میں تعبیر کرتا کہ "شرعی ایکٹر" تھے،

قدرت نے فوق العادۃ، زبانِ شیریں، بیان کی روانی، اور فوق العادۃ موثر تعبیر کی قوت عطا فرمائی تھی، بعض اوقات ایک جملے میں پوری داستان کی داستان ختم کر دیتے تھے، ایک دفعہ جامعہ ڈابھیل تشریف لا رہے تھے اساتذہ جامعہ مرولی اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے گئے۔ لاری میں واپس آرہے تھے میں نے کہا شاہ جی —! آج تو حضرت شیخ پر ایک تقریر کر دیجئے! (یعنی حضرت شیخ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری پر)

فوراً فرمایا۔ بھائی! یوسف! کیا کہوں صحابہؓ کرام کا قافلہ جا رہا تھا انور شاہ پیچھے رہ گئے تھے،

میں نے بے اختیار کہا۔ حَسْبُكَ اللّٰه! یا عَطَاءُ اللّٰه! میرے اور رفقاء

نے یہ جملہ نہیں سنا تھا۔ میں نے سنا یا سب تڑپ گئے!

ایک دفعہ نوساری ضلع سورت میں ہندوؤں اور سکھوں کی ایک مشترکہ دعوت پر تقریر منظور فرمائی۔ ایک تھیٹر ہال کا انتخاب ہوا۔ جامعہ ڈابھیل کے کل اساتذہ اور اکثر طلبہ بھی شریک تھے، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے، اس تقریر کی تاثیر و حلاوت، فوق العادۃ کا کمال آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے، اس کی شیرینی کام و دہن میں ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں سے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کرواتے تھے، اسلام کی حقانیت، اللہ تعالیٰ کی عظمت و توحید، گوشت خوری کے منافع، بت پرستی کی قباحت پر حیرت انگیز بیان تھا، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح زار و قطار رو رہے تھے۔ میں نے کبھی ان کو اتنا روتے ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"امیرِ شریعت" کا خطاب ملنے کا چشم دید منظر

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کو حضرت شاہ صاحب سے بے انتہا محبت تھی، اور دعائیں دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایسا خطیب کبھی نہیں دیکھا کہ روتوں کو ہنسا دے اور ہنستوں کو رلا دے، اور فرماتے تھے کہ مرزا قادیانی کے خلاف کسی مجلس میں جو انکو دیکھتے تو باوجود اس کے کہ متانت و وقار کے پہاڑ تھے اتنے محظوظ نظر آتے تھے جس کی انتہا نہیں۔!

مئی ۱۹۳۰ء میں جو تاریخی اجلاس انجمن خدام الدین کا لاہور میں ہوا تھا جس کا سماں آج بھی میری آنکھوں میں ہے، اس وقت امام شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی مولانا ظفر علی خاں نے امارت کے لئے پیش کیا تھا، حضرت شیخ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی اور اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے معذرت پیش کی اور شاہ بخاری کی امارت نہ صرف تجویز کی بلکہ امیر بنا کر فرمایا

میں بھی اس مقصد کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، آپ حضرات بھی ان سے بیعت کریں۔ اور اپنے دونوں ہاتھ مبارک سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ میں دے دیئے۔

وہ منظر بھی عجیب تھا، کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رو رہے ہیں اور کہتے ہیں خدا کے لئے مجھے معاف فرمائیں۔ میں اس کا اہل نہیں اور حضرت شیخ اصرار فرما رہے ہیں کہ نہیں آپ اہل ہیں اس وقت سب سے پہلے مولانا عبدالعزیز گوجرانوالہ نے بیعت کی، پھر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے بیعت کی، اور تقریر فرمائی۔ راقم الحروف بھی اس مجمع میں شریک تھا، اور غالباً تیسرا نمبر بیعت کرنے والوں میں میرا تھا، اس وقت شاہ صاحب امیر شریعت بنائے گئے اور ان کی شخصیت میں قبولیت و جاذبیت کا وہ دور شروع ہوا جو پہلے کبھی نہ تھا،!

محمود علی قصوریؒ

ممتاز قانون دان اور سیاسی راہنما

سید عطاء اللہ شاہ بخاری خطابت کے بلند و بالا مینار تھے جن کی موت سے وہ پیوند زمین ہو گیا ہے نامعلوم اب اس کی تعمیر میں کتنا وقت لگے گا مسلمانوں کو شاہ جی کی زندگی کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ ان کا عمل زندگی کے سفر میں چراغ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مقرر نہیں ساحر ہیں، اس شخص سے نہ پہلے تقریر کی جا سکتی ہے اور نہ بعد میں — ! وہ تقریر نہیں جادو کرتے ہیں — !

مولانا غلام رسول مہر

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اِس گذری ہوئی دنیا کی بہت بڑی شخصیت تھے، ان معنوں میں بڑی شخصیت نہ تھے کہ انہیں کوئی بہت بڑا منصب یا وسیع خطے پر اقتدار حاصل تھا، ان معنوں میں بڑی شخصیت نہ تھے کہ وہ کثیر المقدار اموال و املاک پر قابض تھے، اور اس وجہ سے سینکڑوں ہزاروں افراد کی زندگیاں ان کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھیں،

اسلام کے نزدیک عظمت کا معیار دولت ہے نہ اقتدار، نہ رنگ ہے نہ نسل، تنہا علم و فضل ہی نہیں، تقریر و خطابت کی سحر انگیزی اور تحریر و نگارش کی ندرت کاری بھی نہیں۔ بلکہ صرف تقویٰ ہے، صرف حسن عمل ہے، اور تقویٰ و حسن عمل کا پیمانہ بھی اپنا بنایا ہرگز نہیں بلکہ کتاب و سنت کا پیمانہ، اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر —— اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا پیمانہ — !

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس پیمانے کے مطابق دور حاضر کی رفیع المنزلت شخصیت تھے، ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ راہِ حق میں ایثار و فدائیت کا وہ ایک نادر پیکر تھے، ان کی ہوشمندانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد فی سبیل اللہ میں بسر ہوا،

شیخ حسام الدین

حضرت امیر شریعت کے نہایت ہی قریبی ساتھی، محرم راز، اور امرتسر کے ہم وطن جناب شیخ حسام الدین ایک مدت تک پہلے آل انڈیا اور پھر پاکستان مجلس احرار اسلام کے جنرل سکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے ہیں، اور احرار کے ترجمان روزنامہ آزاد لاہور کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے حضرت امیر شریعت کی جدائی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے،

حضرت شاہ صاحب کی حیات مبارکہ کے کن کن محاسن کو پیش کیا جائے، سیاسی اور مذہبی مدوجزر میں وہ کون سا مقام آیا جہاں کلمۂ حق بلند کرنے کو ہمارا یہ "شیر" نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنے دَور کے فرعونوں، اور نمرودوں سے نبرد آزما ہونے بلند مقام پر نہ دیکھا گیا ہو آزادی کی جنگ ہو یا فرنگیوں کی اسلام دشمنی کے خلاف جہاد، سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر معرکہ آرائی ہو تو شاہ جی عمل و کردار، اور جرأت و بے باکی میں اپنے ساتھیوں میں سب سے بلند، افضل اور روشن تر نظر آتے ہیں۔!

راجپال کی گستاخی کے خلاف تحریک ہو، یا کوئٹہ کے مفلوک الحال اور زلزلہ سے متاثرہ زخمی انسانوں کی امداد، مسلمانان کشمیر پر ڈوگرہ شاہی مظالم کے خلاف محاذ آرائی کا مرحلہ ہو یا عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جاں بازی کا مسئلہ غرضیکہ ہر مرحلے اور ہر مقام پر حضرت شاہ صاحب قافلہ سالار کی حیثیت سے رجز خوانی کرتے ہوئے ملے، تمام ساتھیوں میں واحد شخصیت تھی جو بڑی سے بڑی سزا کو ہمیشہ خندہ پیشانی اور ہنستے مسکراتے قبول کرتے نظر آئے، جان بازی و سرفروشی کے ایسے ہی تاریخی واقعے پر کسی نے لکھا ہے ؎

ایں است کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ! اگر تاب نظر نیست کسے را

آغا شورش کاشمیری

یہ واقعہ ہے کہ شاہ جی سے بڑا خطیب اردو زبان نے پیدا نہیں کیا، ہو سکتا ہے کہ بعض خطباء کو بعض عبارات سے فوقیت حاصل ہو اسکی نظریں موجود ہیں لیکن خطابت میں جو کمال شاہ جی کو حاصل رہا وہ نصف صدی میں اردو زبان کے کسی اور خطیب کو حاصل نہیں ہوا،

شاہ جی کی عمر کا آخری حصہ دینی خطابت میں بسر ہوا، بلکہ انکی زندگی کا تقریباً دو تہائی توحید و رسالت کی خدمت گذاری میں کٹا، ان کے اندازِ تبلیغ اور عام خطباء کے اندازِ تبلیغ میں عظیم فرق تھا،

انہوں نے مذہب کو کبھی مسلمانوں میں تفریق تو کیا؛ انسانوں میں تفریق کے لئے استعمال نہیں کیا، انہوں نے مذہب کے روائتی جھگڑوں اور خطابتی آویزشوں کو چھیڑا تک نہیں۔ ہمیشہ مسلمانوں کے احوال کی اصلاح اور عقائد کی درستی کو ملحوظ رکھا، اور اسی لگن میں عمر گذار دی۔!

شاہ صاحبؒ! عوامی خطابت کی اقلیم کے فرمانروا تھے، آپ کی زبان کا لوچ، اسلوب کی دلکشی، خیالات کی پختگی، روانی کا بہاؤ، ظرافت کا شستہ پن، حاضر جوابی کی شوخی، تمثیلات کا قرآنی رنگ، الفاظ کی سحرکاری نہ صرف اردو خطابت کیلئے بے مثال ہے بلکہ عصرِ حاضر میں عدیم النظیر۔

شاہ جی کے بیان کی ایک اور خوبی یہ بھی تھی کہ آنسوؤں کے تاگے میں قہقہوں کے پھول پرو دیتے تھے اور قہقہوں کے رشتے میں آنسوؤں کے موتی۔!

بقول اقبالؒ ان کی خطابت کا خلاصہ یہ ہے ؎

گہے گریہ او چوں ابر بہارے
گہے خندہ او چوں تیغ اصیلے!

قاضی احسان احمد شجاع آبادی

وراثت کی شرعی تقسیم کیلئے امیر شریعت کا شاندار کارنامہ

فرنگی دور اقتدار میں ایک وقت تھا کہ جائیداد کا وارث کنبے میں باپ کا سب سے بڑا بیٹا ہوتا تھا، دوسری اولاد حق وراثت سے محروم رہ جاتی تھی جائیداد کے ٹکڑے ہونے اور ریاست کے بٹوارہ میں پیچیدگی کے باعث ایک صریح اسلامی مسئلے سے انحراف برتا جاتا تھا، اور جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بڑے لڑکے کے نام منتقل کردی جاتی تھی،

برصغیر ہندوستان میں جلسوں اور کانفرنسوں میں وراثت کی شرعی تقسیم کے متعلق سب سے پہلے جس مرد مجاہد نے آواز اٹھائی وہ سید عطا اللہ بخاریؒ۔ ایک عوامی خطیب اور بیباک مقرر تھا مسلمان زمینداروں اور رؤسا کے لئے یہ ایک اجنبی اور ساتھ ہی خطرناک آواز تھی دولت اور اقتدار کے نشے میں سرشار رئیسوں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا۔ کہ ہمیں شریعت کا نہیں رواج کا فیصلہ چاہیئے۔

اس مسموم اور زہریلی فضا میں يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کا قدیم قرآنی سبق دہرانا، اور بڑے جاگیرداروں کے انحراف کے خلاف محاذ قائم کرنا اور اس کے اثرات و نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی دُھن میں لگے رہنا یہ صرف شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی مسحور کن شخصیت کا غیر معمولی اثر تھا،

بالآخر وہ وقت آیا جب خدائے عزوجل نے شاہ صاحب کی کوہ پیمائی اور دشت نوردی" کا صلہ یوں دیا کہ انڈین پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر "کماری لجیا وتی" نامی ایک ہندو

عورت نے اعلان کیا کہ ہمیں وراثت کا حصّہ دلوایا جائے ورنہ ہم مسلمان ہوتی ہیں، سارا ایوان ششدر رہ گیا کسی سے معقول جواب نہ بن پڑا تو پرنسپل چھبیل داس" نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بعض اوقات لڑکا کراچی کا اور لڑکی کلکتے کی ہوتی ہے اس صورت میں انتقال اراضی اور تقسیم وراثت میں حد درجہ تکلیف ہوتی ہے۔

"لجپّا وتی نے جواب دیا — کہ — جگر کا ٹکڑا جدا کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی زمین کے ٹکڑے کا انتقال کرنے میں مشکلات مانع ہیں!

انڈین پریس — تذبذب میں پڑ گیا کہ "لجپّا وتی" کی زبان میں کون بول رہا ہے؟

اور بالآخر عورتوں کو وراثت میں حصّہ دار ٹھہرایا گیا۔؛

یہ آواز اسلام کی تھی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تھی،

بازگو از نجد و از یاران نجد
تادر و دیوار را آری بہ وجد

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ

ایسا خطیب کبھی نہیں دیکھا جو روتوں کو ہنسا دے اور ہنستوں کو رلا دے،

مرزا قادیانی کے خلاف ان کی ایک تقریر وہ کام کرتی ہے جو ہماری پوری نفسیات نہیں کر سکتیں۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں مرحوم

سابق صدر حکومت پاکستان

خطیب اعظم امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جن دنوں بیماری کی شدت کے باعث صاحب فراش تھے، پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں مرحوم کو حضرت امیر شریعت کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو فوراً وزارت صحت اور نشتر ہسپتال ملتان کے انچارج کو شاہ صاحب کا سرکاری اخراجات کے ساتھ علاج کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی جس کی نوبت نہ آسکی اور بقضاء الٰہی حضرت امیر شریعت داعی اجل کو لبیک کہہ گئے،

صدر مملکت کی طرف سے کمشنر ملتان کی معرفت حضرت شاہ صاحب کی تدفین کے لئے قلعہ ابن قاسم پر حضرت شاہ رکن عالم اور حضرت مخدوم بہاء الحق زکریا ملتانی رحمہما اللہ کی مرقدوں کے درمیان جگہ دینے کی بھی پیشکش کی گئی تھی جسے بوجوہ اظہارِ تشکر کے ساتھ قبول کرنے سے معذرت کر دی گئی،

چنانچہ علم و عمل بیان و خطابت کا یہ خورشید جہاں تاب باغ لانگے خاں کے ایک عام قبرستان میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا،

اس عظیم قومی و ملی سانحے پر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں مرحوم نے مندرجہ ذیل پیغام تعزیت ارسال کر کے حضرت امیر شریعت کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا تھا،

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات حسرت آیات پر مجھے بے حد رنج ہوا اور صدمہ پہنچا ہے، شاہ صاحب جنگ آزادی کے مجاہد اسلام کے زبردست مبلغ اور محب وطن تھے، قدرت نے آپ کو علم و عمل اور فصاحت و خطابت کی نعمتیں ودیعت کی تھیں، موت نے ہم سے ایک عظیم شخصیت چھین لی ہے

۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

صدرِ پاکستان کا مجھ فقیر سے کیا کام ؟

جن دنوں سکندر مرزا پاکستان کے صدر تھے، ایک دن امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے معروف کارکن سید مظفر علی شمسی ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق شیعہ پاکستان جناب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدر سکندر مرزا کی طرف سے سلام عرض کرنے کے بعد کراچی میں صدر سے ملاقات کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ پیش کیا۔ شاہ صاحب نے شمسی صاحب سے پوچھا کہ

صدر پاکستان سکندر مرزا کو مجھ فقیر درویش سے کیا کام ؟ شمسی صاحب نے عرض کیا کہ بس۔ یونہی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

شاہ جی --- !

سکندر مرزا اس وقت صدر مملکت کے عہدہ پر فائز ہے وہ اگر ملنے کا خواہشمند ہے تو فقیر کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔

فقیر کے دروازے پر بادشاہ آئے گا تو یہ اس کی عظمت میں اضافے کا موجب ہوگا اور ایک فقیر بادشاہ کے در پر جائے گا تو یہ اس کی تحقیر اور توہین ہوگی۔ !

شمسی صاحب شاہ جی کا جواب سن کر اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔

کئی ماہ بعد ـــــــ سکندر مرزا اپنے سرکاری دورے پر ملتان آئے تو شمسی صاحب نے پھر حضرت امیر شریعت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تو سکندر مرزا صاحب ملتان میں آگئے ہیں ایسی صورت میں آپ کی ملاقات نہایت مفید رہیگی

شاہ صاحب نے فرمایا ـــــ بھائی ـــــ ملاقات کا خواہشمند وہ ہے میں نہیں

ہوں ـــــ! جو کراچی سے چل کر ملتان تک آپہنچا ہے اسے میرے اس "فقیر خانے" تک آنے میں اب کیا رکاوٹ ہے اور کون مانع ہے۔؟

بہر نوع۔ ایک طرف صدر پاکستان کا غرور نفس ـــــ اور دوسری جانب ایک درویش وفقیر منش کی غیرت وخودداری ـــــ اس ملاقات میں حائل رہی ـــــ

اسلامی ہائی کورٹ کے جج ـ آئمۂ اربعہ

مسئلہ تقلید کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

مسائل واحکام شریعت میں کسی امام کے فہم وادراک پر اعتماد کر لینے کا نام تقلید ہے، آئمہ اربعہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ اسلامی ہائی کورٹ کے جج ہیں جو قرآن وسنت سے شریعت اسلامیہ کے احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان فقہاء کے باہمی اختلاف کی مثال یوں سمجھنی چاہیئے جیسے چند مختلف رنگوں کے گلاسوں میں پانی یا شربت ڈال دیا گیا ہو، خدا ہزار ہزار رحمت کرے خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق پر کیا خوب کہہ گیا ہے ؎

گلہائے رنگارنگ سے ہے زینتِ چمن!
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اگر ہالی وُڈ میں ہوتے ؟

لاہور کے ایک معروف اخبار نویس اور حضرت امیر شریعت کے والہانہ عقیدت مند اور مداح جناب عبداللہ بٹ مرحوم نے ہفت روزہ اقدام لاہور مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۶۱ء میں لکھا تھا

خزاں کے موسم میں گلشن کی سرسبز و شاداب زندگی کا نقشہ کھینچنا اور اسے الفاظ کے بیل بوٹوں اور پھولوں سے سجا کر اس طرح پیش کرنا کہ گلشن کی شادابی کا منظر سامنے آجائے اور اس پر بہار کی حقیقت کا گمان ہونے لگے ایک امر محال کی حیثیت رکھتا ہے ۔ آج سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سوانحی خاکہ تحریر کرتے ہوئے بھی یہی مشکل درپیش ہے کیونکہ ان کی بیماری اور کھولت کی انتہائی نازک منزل میں ان کی صحت و توانائی کا تذکرہ ایسا ہی ہے کہ کوئی خاکستر میں سے آتش و شعلہ کا مضمون باندھنے لگے ۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کاروانِ احرار کے سرخیل تھے ، ان کی پہلی تقریر غالباً آریہ سماج کے خلاف تھی ، ان کی خطابت کے چرچے شروع ہوئے اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے ۔ شاہ صاحب نے اپنی معروف زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا :

زندگی ہی کیا ہے ؟ تین چوتھائی ریل میں کٹ گئی ایک چوتھائی جیل میں — ! جتنے دنوں جیل سے باہر رہا لوگ گلے کا ہار بنتے گئے ۔ آج کلکتہ کل ڈھاکہ ، ڈھاکہ سے لکھنؤ لکھنؤ سے بمبئی پھر آگرہ ، آگرہ سے دہلی ، دہلی سے لاہور ، لاہور سے پشاور ، پشاور سے کراچی ۔ سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں تین سو چھیاسٹھ تقریریں کی ہوں گی ۔ میں نے تقریر کی ۔ لوگوں نے کہا واہ شاہ جی واہ" بس قید ہو گیا ۔ لوگوں نے کہا " آہ شاہ جی آہ " اور واہ آہ میں ہم ہو گئے تباہ ۔

عطاء اللہ شاہ بخاری اگر "ہالی وڈ" میں ہوتے تو مسیح کا کردار میک اپ کے بغیر نہایت کامیابی سے ادا کرتے۔ لاکھوں ڈالر کماتے اور بین الاقوامی شہرت حاصل کرتے لیکن آپ نے ہالی وڈ کی جگہ دہلی دروازے کا سٹیج منتخب کیا اور وہاں "مسیح موعود" کے کامک کا تار و پود بکھیرنا شروع کردیا۔ اگر وہ صرف پیری مریدی کا کاروبار اختیار کرتے تو لاکھوں میں کھیلتے اور ان کی "اولیائی" کے چرچے ہوتے لیکن بخاری کی غیرت مند طبیعت دھن دولت کی چھاؤں میں دم لینے پر آمادہ نہ ہوسکی اور انھوں نے اپنے سفر کے لئے سیاست کا خارزار پسند کرلیا مسلمانوں کے دکھ درد کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا اور زندگی جہاد حریت کے لیئے وقف کردی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کاروانِ احرار کے سرخیل تھے۔ احرار آزادی وطن کے نشے سے سرشار ہونے کے باوجود کانگرس کی ہندو اکثریت سے ہم آہنگ نہ ہوسکے اور اسلام پر دل و جان سے قربان ہونے کا جذبہ رکھنے کے باوصف اپنے آپ کو مسلم لیگ کی ہیئت ترکیبی کا ہم نوا نہ بنا سکے۔ وہ اسی کش مکش میں مبتلا ایک درمیانی راستے کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ ملکی سیاست کی تیز رفتاری بھارت اور پاکستان کے قیام پر منتج ہوئی۔ اور احرار نے شجرِ سیاست کو ممنوع قرار دے کر اس سے پیچھا چھڑا لیا۔ شاہ صاحب کی زندگی میں ایسے کئی مرحلے آئے

---

[1] حضرت امیر شریعت کے اس مداح کے جذبات و تاثرات اپنی جگہ ہیں لیکن جو شخصیت حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ کے احیاء، اور آپ کی ختم نبوت و رسالت کے تحفظ اور عصمت انبیاء کی خاطر ہمہ وقت سرکف اور سرگرم عمل ہو اور شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کاشمیری جیسی نابغہ روزگار شخصیات پانچ سو جلیل القدر علماء کے دوش بدوش امیر شریعت کا خطاب دے کر جسکے ہاتھ پر بیعت کریں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا روپ دھارنے اور ان کا مصنوعی کردار ادا کرنے کی جسارت کیونکر کرسکتے تھے، شاہ صاحب تو کسی بھی نبی و رسول اور کسی بھی صحابی و تابعی اور اولیاء و علماء کی نقالی کو انتہائی گستاخانہ جسارت سمجھتے تھے۔ (مصنف)

جب انھوں نے عملی سیاست سے کنارہ کش ہونے کا ارادہ کیا تو رفقائے کار نے وفاداری کا واسطہ دے دے کر ان کے اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہننے دیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ذاتی شہرت کو بھی جماعتی سیاست کی دہلیز پر قربان کر دیا۔ ان کے کردار کی اس ادا نے شاہ صاحب کی شخصیت کو کہیں زیادہ محبوب و مرغوب بنا دیا ہے۔

شاہ صاحب کو لاکھوں نہیں تو ہزاروں شعر یاد ہیں۔ رومی۔ حافظ۔ خیام۔ میر۔ غالب اور اقبال کا کوئی اچھا شعر ایسا نہیں۔ جو انہیں یاد نہ ہو بعض غیر معروف شعراء کا کلام بھی مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ شاہ صاحب خود بھی شاعر ہیں اور ندیم تخلص کرتے ہیں۔ فارسی اور اردو میں بے تکلف شعر کہتے ہیں۔ ان کی تربیت پٹنہ میں ہوئی اور بچپن شاد عظیم آبادی کی گود میں گذرا۔ اس لئے شعر و شاعری کا ذوق فطرتِ ثانیہ بن گیا ہے ؎

وہ جہاں بیٹھتے تھے باغ لگا دیتے تھے

اگرچہ "سواطع الالہام" کے نام سے شاہ جی کے صاحبزادے نے ان کا ایک مجموعۂ کلام شائع کیا ہے لیکن اس میں دو چار نعتوں کے سوا کوئی ایسا شعر نہیں ملتا جس میں شعری بانکپن کی جھلک نظر آئے۔ ان کی طبیعت کی موزونی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ساحر لدھیانوی نے قحطِ بنگال پر جو نظم لکھی تھی اس میں ایک بند کا دوسرا شعر نہیں ہو رہا تھا۔ شاہ جی نے نظم پڑھی اور بہت تعریف کی۔ پھر ساحر سے فرمانے لگے:

اس کا صلہ چند آنسو ہیں یہ لو۔ اور یہ دوسرا شعر تمہاری نذر ہے

ساحر کا شعر ہے ؎

ہلیں اسی لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں

شاہ جی نے اس وقت کیا اپنے حسبِ حال شعر ایزاد کیا ؎

چمن کو اس لئے مالی نے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

جس شخص کے دم قدم سے ہزاروں محفلیں آباد تھیں وہ حوادثِ زمانہ کے مسلسل تھپیڑوں کے باعث خلوت نشینی پر مجبور ہو گیا اور بیماری کو گلے لگا کر زندگی کے دن پورے کر رہا ہے اور اس کے چہرے کے شکن قدرت کی ستم ظریفی اور زمانے کی بے حسی کا مرقع معلوم ہوتے ہیں۔ کاش کوئی ان شکنوں سے ہماری گذشتہ نصف صدی کی تاریخ مرتب کرنے کی ہمت کرے ؎

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایران، وہی تبریز ہے ساقی

مُصوّرِ فطرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان یاد آجاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک شعلہ بیان خطیب ہیں

ان کی خطابت میں بجلی کا کڑکا، بادلوں کی گرج، اور آبشار کا بہاؤ ہے، ملک و ملت کا ہر گوشہ ان کا شکر گذار ہے،

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

ابوالکلام

حضرت مولینا اشرف علی تھانویؒ

ان کی باتیں عطاء اللہی ہوتی ہیں۔

حضرت امیر شریعتؒ کے شیخ و مرشد

قدوۃ السالکین شیخ المشائخ حضرت مولینا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے تاثرات

دنیائے اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم علامہ قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر شریعتؒ کے سانحۂ ارتحال پر ایک شاندار مضمون میں حضرت امیر شریعتؒ کے پیر و مرشد مولینا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اور شاہ صاحب کے ساتھ انکے قلبی تعلق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آدمی صاحب دل خود نہیں بنتا، کسی صاحبِ دل سے بنتا ہے، ارباب لسان کی بات نہیں کہ باتوں سے کسی کو صاحبِ دل بنا دیں، دِل سے دِل بنتا ہے، دِل جب کسی دل والے سے ملتا ہے جب ہی "صاحب دلی" آتی ہے، عطاء اللہ بھی ایک صاحب دل سے وابستہ ہو کر ہی صاحبِ دل بنے تھے، اگر رائے پوری کی خانقاہ میں ان کا گذر نہ ہوتا تو انکا لفظی کمال معنویت کی روح اختیار نہ کرتا اور اگر وہ رائے پور کے مقدس درویش حضرت مولینا شاہ عبدالقادرؒ کے قدموں تک نہ پہنچتے تو انکے قدم دوسروں کے سروں پر نہ ہوتے۔ انہیں حضرت رائے پوریؒ کا دست مبارک ملا تو دست بدست وہاں پہنچ گئے، جہاں دست گیری کے بغیر نہیں پہنچا جا سکتا۔ یہ خدا کی دین ہے کہ پہنچے تھے مرید بن کر اور لوٹے مراد بن کر ——— ہر مرید اپنے شیخ کا اور ہر شاگرد اپنے استاد کا محب ہوتا ہے لیکن عطاء اللہ کو مقام محبوبیت یہ ملا کہ خود شیخ ہی ان کے گرویدہ ہو گئے، سید عطاء اللہ کی وفات کی خبر پہنچی تو شیخ بے اختیار رو پڑے اور رونے میں آوازیں تک نکل پڑیں جس کا شیخ اپنے مرید کی جدائی پر پھوٹ پھوٹ کر روئے اس کی محبوبیت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی شیفتگی مرید کی اعلیٰ تربیت کا نشان ہوتی ہے اسلئے ماننا پڑے گا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بےمثال صاحبِ لسان خطیب ہی نہ تھے بلکہ ایک بے نظیر صاحب دل عارف بھی تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح

آج عطاء اللہ شاہ نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

سابق پرنسپل اورینٹیل کالج لاہور

چوہدری افضل حق مرحوم کی حالت یہ تھی کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جب طویل درے پر باہر چلے جاتے تو فرمایا کرتے

شاہ جی دے بغیر مارٹیاں کھوڑے کھنڈر معلوم ہوندے نیں۔ اور کبھی کبھی کوئی صورت پیدا کر کے ان کا دورہ کٹوا بھی دیتے، اور پھر اپنی محبت آمیز شرارت پر بہت خوش ہوتے،

مختصر یہ کہ سید صاحب کو گفتگو کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا اور ان کے قبول عام میں اس چیز کا بھی بڑا دخل تھا۔ تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ سید صاحب سے بڑا کمال ان کا خطیبانہ انداز تقریر تھا جس سے وہ ہزاروں بلکہ لاکھ لاکھ انسانوں کے مجمع کو کئی کئی گھنٹوں تک مسحور کئے رکھتے تھے۔

شاید پچھلی دو تین صدیوں میں ان سے بڑا شیوہ بیان خطیب کوئی ظہور میں نہیں آیا ہو گا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو واضح اور مسلمہ ہونے کی وجہ سے محتاج ثبوت نہیں۔

لدھا رام کی گواہی پر ——!

حضرت امیر شریعتؒ کے خلاف گجرات کے مشہور مقدمہ میں انگریزی حکومت آپکو پھانسی کی سزا وار گردانا چاہتی تھی، جب سی آئی ڈی کے رپورٹر لدھا رام نے حقیقت حال منکشف کرتے ہوئے ہائی کورٹ میں بیان دیا کہ حکومت نے ہی مجھے جھوٹی رپورٹ تیار کرنے پر مجبور کیا ہے تو شاہ صاحب ۹ ماہ قید کاٹ کر رہا ہو گئے —— ! آپ نے اس عنوان پر تقریر کرتے ہوئے کہا

ایک طرف میں بے نوا تھا، میرے غریب ساتھی جیلوں میں مقید تھے، میری اولاد کمسن اور والد ضعیف العمر تھے، دوسری جانب فرنگی کی صولت و حشمت تھی، خزانے اس کے، پولیس اس کی، کچہری اس کی، جیل خانے اس کے، اختیار و اقتدار اس کا،

پھر آپ نے اپنے سحر آفریں لہجے میں یہ رباعی پڑھی ؎

روح بخت ملاقی ان کا	چرخ ہفت طباقی ان کا
محفل ان کی ساقی ان کا	آنکھیں میری باقی ان کا

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی قید و زندان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے زلیخا کی الزام تراشی کا تذکرہ کیا، اور قرآن کریم کی آیت کریمہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا پڑھ کر فرمایا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی برئیت زلیخا کے اپنے گھر والوں میں سے ایک کی گواہی سے ہوئی تھی —— اسی طرح میرے مقدمے میں بھی اربابِ حکومت کا اپنا گواہ کام آیا ہے، لدھا رام انگریزی حکومت کا اپنا نمائندہ، اور ان کا گھریلو شاہد ہے،

حضرت امیر شریعت نے جھوٹے مقدمے سے رہائی کو اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم قرار دیکر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا ـــــ!

اے اللہ۔! میں اس نعمت کے شکرانے میں تیری بارگاہ میں کیا پیش کروں؟ کیوں کہ جو کچھ بھی سوچتا ہوں وہ سب تیرے خزانوں میں موجود ہے

شاہ صاحب نے پھر ایک دم ـــــ اپنا دامن پھیلا دیا ـــــ اور فرمایا

اے اللہ! میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو تیرے پاس نہیں ـــــ اور وہی تیرے حضور پیش کرتا ہوں اور وہ میرے گناہ ہیں ـــــ میرے دامن میں ان کے سوا کچھ نہیں!

شاہ صاحب۔ نے یہ سب کچھ اس عجز وانکسار اور رقت انگیز انداز میں پیش کیا کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے دور کے سب سے بڑے خطیب تھے،

رخصت ہوئے دُنیا سے بخاریؒ کے جلو میں
اندازِ بیاں ، سحرِ بیاں ، لذّتِ گفتار

نصرت قریشی

○ ایمان افروز
○ وجد آفرین
○ سبق آموز

تقریر بخاریؒ کی پہلی ریکارڈنگ کا واقعہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خطیبانہ شکوہ اور آپ کی شعلہ نوا و سحر آفریں تقریروں کا خورشید جہاں تاب جن دنوں نصف النہار پر تھا ان دنوں عام لوگوں کے پاس ریکارڈنگ مشینوں اور ٹیپ ریکارڈروں کا وجود نہیں تھا،

حسنِ اتفاق سے معروف سی ایس پی افسر اور سندھ ہاری رپورٹ کے شہرت یافتہ مصنف جناب محمد مسعود کھدر پوش یورپ کے دورے سے واپسی پر ایک ریکارڈنگ مشین بھی اپنے ساتھ لائے تھے،

مسعود صاحب ان دنوں بطور ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ تعینات تھے، اور قیام پاکستان کے بعد اگرچہ میری مستقل رہائش گاہ بھی وہیں تھی لیکن مجلس احرار اسلام پاکستان کے ترجمان روزنامہ آزاد لاہور کے ایڈیٹر کی حیثیت سے میں لاہور میں مقیم تھا،

مظفر گڑھ جانے کا مجھے جب بھی موقع ملتا جناب مسعود صاحب کی غریب نوازی، عوام دوستی اور علماء کرام کے ساتھ ان کی محبت، احترام اور ان کے حسنِ سلوک کی وجہ سے ضرور ملاقات کیا کرتا تھا، اسی لئے میرے ان کے ساتھ نیاز مندانہ مراسم تھے،

ایک روز مسعود صاحب نے دوران ملاقات ٹیپ ریکارڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے ریکارڈ کی ہوئی چند باتیں بھی سنائیں، مشین کے ذریعے ریکارڈ کی ہوئی بات سننے کا میرا یہ پہلا موقع تھا میں نے متاثر ہو کر حضرت امیر شریعتؒ کی تقریر ریکارڈ کرنے کی تجویز پیش کی مسعود صاحب سن کر بہت خوش ہوئے چنانچہ حسب پروگرام مظفر گڑھ میں ایک عظیم اجتماع کا اہتمام کیا گیا اور اس کے لئے شاہ صاحب سے بطور خاص شرکت کا وعدہ لیا گیا تھا۔

مَیں نے شاہ صاحب کے فرزند اکبر مولانا حافظ سید ابوذر بخاری سے ٹیپ ریکارڈر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بھی شاہ صاحب کی تقریر ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں میری تائید کی،

ہم نے شاہ صاحب کی ناراضگی کے پیشِ نظر یہ بھی طے کیا کہ انہیں اس کی اطلاع نہ ملنی چاہیئے

بہر نوع۔ مقررہ تاریخ پر شاہ صاحب تشریف لے آئے، مقررین کو ٹھہرانے کے لئے خان گڑھ ہاؤس منظفر گڑھ میں واقع (نواب زادہ نصراللہ خاں کے مکان) پر انتظام کیا گیا تھا

یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے جب پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں مرحوم نے بھارت کو مکا دکھاتے ہوئے اپنا تاریخی اعلان کیا تھا، ان دنوں شاہ صاحب دفاع پاکستان اور جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز۔ اور جوش آفریں خطاب فرمایا کرتے تھے،

میرا اور حافظ ابوذر بخاری صاحب کا منشاء تھا کہ شاہ صاحب کی تقریر چونکہ پہلی مرتبہ ریکارڈ ہونی ہے اس لئے پوری توجہ اور زورِ بیان اصل موضوع پر ہی صرف ہونا چاہیئے تاکہ ایک تاریخی دستاویز تیار ہو جائے۔

شاہ صاحب کے خطاب کا یہ پہلو چونکہ ہر ایک کے پیشِ نظر تھا کہ دوران خطاب کسی قسم کا اعتراض یا استفسار شاہ صاحب کے جوشِ خطاب اور سحر بیانی کو دوچند کرنیکا موجب بنتا تھا،

میری نادانی اور عجلت پسندی ــــــ کہ نمازِ عصر کے بعد چائے نوشی کے دوران جبکہ شاہ صاحب بڑے اچھے مُوڈ میں تھے عرض کیا، شاہ جی ــــــ! آج رات کے اجتماع میں آپ کا موضوع خطاب کیا ہوگا؛ میرا خیال تھا کہ اس عنوان پر نجی محفل میں گفتگو کا آغاز ہو جائیگا اور نواب زادہ صاحب کی موجودگی میں طرح مصرع اٹھانے سے موضوع کا حُسن اور کلام کا بانکپن مزید نکھر کر سامنے آجائے گا، اور شاہ صاحب کی یہ تقریر معرکہ آرائی اور معجز نمائی کے اعتبار سے ایک مثال اور لاجواب ہوگی، مگر شاہ صاحب نے میری اس جسارت پر دریافت کیا۔!

——— اس سوال کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

میں نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کیا۔ بس یونہی۔ ایک سوال ذہن میں ابھرتا تھا،

کیا سوال ———؟

مجھ سے اس کا صحیح جواب نہ بن سکا۔ اور "گریز آمیز" بات کی، شاہ صاحب نے حیرت انگیز لہجے میں مجھے اور حافظ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا،

مجھ سے کبھی مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی کفایت اللہ نے نہ پوچھا،

ابوالکلام آزاد اور محمد علی جوہر نے میرا موضوعِ خطاب معلوم نہ کیا، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا حسرت موہانی نے کبھی دریافت نہ کیا،

تم لوگ ——— کہاں سے آ گئے ——— مجھ سے میرا موضوعِ خطاب معلوم کرنے؟

پھر شاہ صاحب نے بطورِ خاص مجھ سے پوچھا ——— سچ بتاؤ ———! اس سوال کا پس منظر کیا ہے ———؟

میں نے عرض کیا کہ مسعود صاحب ایک ٹیپ ریکارڈر مشین لے کر آئے ہیں ہمارا پروگرام آپ کی تقریر ریکارڈ کرنے کا ہے ———

بس ——— میرا اتنا جواب سن کر ——— شاہ صاحب نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نواب زادہ نصر اللہ خاں صاحب سے فرمایا

نواب زادہ صاحب ——— اٹھاؤ سامان ———! چلو یہاں سے

ایہہ لوگ۔ دینے[1] قوال دی طراں ساڈے توے وجاؤن گے،

---

[1] ان دنوں دین محمد عرف دینا قوال جالندھری کے پنجابی زبان میں گانوں کے ریکارڈ گراموفون کے ذریعے سننے کا خوب رواج تھا ——— شاہ صاحب نے اس دینے قوال کی جانب اشارہ کیا ہے۔

یعنی معروف "دینے قوال" کی آواز اور اس کی قوالی کے ریکارڈ جس طرح عام لوگوں میں مقبول ہیں، اسی صورت میں اب میری تقریر کے ریکارڈوں کے سیاہ توا نما ٹیپ تیار ہو کے گراموفون پر سنائیں گے۔

شاہ صاحب کے ذہن میں ٹیپ ریکارڈنگ کا جو نقشہ تھا وہ کسی جدید مشین کا نہ تھا بلکہ مروجہ گرافون ان کے پیشِ نظر تھے، میں نے بڑی وضاحت کی ــــــ مگر شاہ صاحب یہی فرماتے رہے ــــــ! بٹیا ــــــ میں خوب سمجھتا ہوں ــــــ! وہی ہزماسٹرز وائس والے گراموفون پر بجنے والے ریکارڈ ــــــ! کالے توے ــــــ!

اس پر نواب زادہ صاحب نے بھی وضاحت کی کہ تقریر اور گفتگو ریکارڈ کرنے کیلئے ایک نئی مشین آ گئی ہے اور گراموفون کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

بایں ہمہ ــــــ شاہ صاحب نہ مانے ــــــ چنانچہ شاہ صاحب کی خدمت میں اظہارِ معذرت کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا ــــــ کہ موضوع خطاب کی بابت سوال کر کے مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے ــــــ!

شاہ صاحب نے شفقتِ پدری سے کام لیتے ہوئے ناصحانہ انداز اختیار کر لیا اور موضوع سخن تبدیل ہو گیا۔ غرضیکہ ــــــ ہمارے منصوبے اور پروگرام کے مطابق رات کے جلسۂ عام کے صدر مسعود صاحب تھے،

شاہ صاحب خطاب کرنے لگے تو مسعود صاحب نے مائیکروفون کے ساتھ ٹیپ ریکارڈ مشین کا سلسلہ جوڑنا چاہا۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا یہ کیا کر رہے ہے ــــــ؟

مسعود صاحب نے تقریر ریکارڈ کرنے کی وضاحت کر دی، انہیں اس کی کوئی خبر نہ تھی کہ ریکارڈنگ کا مسئلہ ہمارے لئے کس قدر الجھن اور پریشانی کا موجب بنا رہا ہے،

اور بڑی مشکل سے شاہ صاحب کو خطاب کے لئے آمادہ کیا گیا ہے

بہر نوع ـــ شاہ صاحب نے زوردار جھٹکے کے ساتھ ریکارڈنگ کا سارا انتظام درہم برہم کر دیا، اور فرمایا۔

میری ریکارڈنگ مشین میری قوم ہے، میں نے پوری زندگی اسے قرآن سنایا ہے، حتیٰ کہ بالوں میں سفیدی آگئی ہے، میری ساری زندگی کچھ ریل میں گذر گئی اور کچھ جیل میں سے

صبح دم ریل میں گذرتی ہے

شب کسی جیل میں گذرتی ہے

ریکارڈنگ کے سلسلے میں شاہ صاحب کا موڈ خراب دیکھ کر مسعود صاحب نے مجھے کرسیٔ صدارت پر بٹھا دیا ـــ اور خود ٹیپ ریکارڈر لئے شاہ صاحب کے سامنے مجمع میں بیٹھ کر تقریر ریکارڈ کرتے رہے قریباً پونے دو گھنٹے کی تقریر ریکارڈ ہونے کے بعد ٹیپ ختم ہوگئی ـــ اور تقریر ابھی جاری تھی، جلسہ ختم ہوا۔ تو مسعود صاحب نے شاہ صاحب اور آپ کے رفقاء کو اپنے ہاں ناشتے کی دعوت دی، میں نے نواب زادہ صاحب سے مشورے کے بعد اسے قبول کر لیا، صبح ڈی سی ہاؤس کی طرف جانے لگے تو شاہ صاحب نے دریافت کیا ادھر کون ہے؟ جس کے ہاں ناشتے کو جا رہے ہو۔؟ ادھر تو شہر سے باہر ہمارے ایک غریب کارکن شیخ غلام سرور (کھدر پوش) رہتے ہیں۔

(میں حیران تھا کہ شاہ صاحب کو اپنے غریب ترین کارکنوں کی رہائش گاہ۔ ـ کا بھی علم ہے حالانکہ لیڈر لوگ تو بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاں ڈیرے جمایا کرتے ہیں)

میں نے برجستہ عرض کیا، ہاں شاہ جی کھدر پوش ہی کے ہاں جانا ہے!

دوسرا کھدر پوش ـــ!

اور شاہ جی نے زیر لب مسکراتے ہوئے فرمایا

مسعود کھدر پوش کے ہاں —— ؟

اتنے میں کار ڈی سی ہاؤس میں داخل ہوگئی — سامنے بڑے دروازے پر کھدر پوش (ڈی سی) سراپا انتظار تھے، سب سے علیک سلیک کے بعد شاہ صاحب کے ساتھ بغل گیر ہوتے —— اور بڑے کمرے میں صوفے پر بٹھا کر مسعود صاحب نے ریکارڈنگ مشین کا بٹن دبا —— !

کمرے میں شاہ صاحب کے خطبہ مسنونہ —— الحمد للہ کی پرسوز دکیف آواز بلند ہوئی،

شاہ صاحب نے اپنی آواز پہلی مرتبہ —— ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے سنی تھی، چونک پڑے —— ارے —— یہ کیا —— ؟

پھر شاہ صاحب —— نواب زادہ نصر اللہ خاں اور مسعود صاحب دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ریکارڈنگ مشین کے پاس لے گئے، اسے حیرت سے دیکھتے رہے،

مجھے شاباش دی! بہت خوب! بٹیا۔ بہت خوب! یہ تو بہت اچھی چیز ہے۔!

پھر مسعود صاحب سے فرمایا۔ بھائی۔ اس طرح کی ایک مشین ہمیں بھی لے دو! اور نہ سہی تو سی۔ آئی۔ ڈی کی غلط رپورٹوں سے تو جان چھوٹے گی!

بعد ازاں —— مسعود صاحب کا مظفر گڑھ سے بحیثیت سیکرٹری زراعت و بحالیات لاہور تبادلہ ہوگیا، یہاں بھی ایک روز "محفل آراستہ" کر کے شاہ صاحب کی گفتگو ریکارڈ کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ مگر اچانک شاہ صاحب کی طبیعت خراب ہو جانے پر سے "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" والی بات ہوئی۔

کچھ عرصہ کے بعد مسعود صاحب بیرونی ممالک کے دورے پر چلے گئے، یورپ اور چین کا طویل دورہ کر کے واپس آئے، گھر کا سامان دیکھا تو بند صندوقچے میں کئی برس تک پڑی وہ ٹیپ بُری طرح منجمد ہو چکی تھی، اور قریباً پونے دو گھنٹے کی "تقریر بخاری" کا کسی سیفٹی ایکٹ نے گلا نہیں گھونٹا تھا بلکہ غفلت شعاری کی نذر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناقابل سماعت ہو گئی

؎ آرزو دِل سے آہ بن کے اُٹھی
لب تک آئی تو آہ بھی نہ رہی

یہ چاروں محبوب چیزیں

چار چیزیں بڑی قیمتی اور محبوب ہیں، جان، ایمان، مال اور آبرو، جب کبھی جان پر مصیبت آجائے تو مال قربان کر دینا چاہیئے، آبرو پر آنچ آنے لگے تو مال اور جان دونوں قربان ہوں اور جب ایمان پر ابتلاء آجائے تو جان، مال اور آبرو سب کچھ نثار کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ ایمان محفوظ ہو تو سب کچھ محفوظ رہ جاتا ہے۔!

امیر شریعتؒ کا خطبہ مسنونہ

حضرت امیر شریعت مولینا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے خطاب اور تقریر سے پہلے اپنے مخصوص وجد آفریں اور سحر طراز لہجے میں عموماً یہ خطبہ مسنونہ پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ ، وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا مَثِیْلَ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَرَحِیْمَنَا وَکَرِیْمَنَا وَھَادِیْنَا وَمُرْشِدَنَا وَمَوْلَانَا اِمَامَ الْاَتْقِیَآءِ وَسَیِّدَ الْاَنْبِیَآءِ وَخَاتَمَ الْاَنْبِیَآءِ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ وَسَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ بِالْیَقِیْنِ مُحَمَّدًا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ بِالْیَقِیْنِ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَ اُمَّتِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِعُلُوِّ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

سَیِّدِنَا وَمَولٰینَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَولٰنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُفَرِّجُ بِھَا الْکُرَبُ وَتُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُقْضٰی بِہٖ الْحَوَائِجُ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولٰینَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَولٰینَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَمَولٰینَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا وَمَولٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً اَوْ لِحَقِّہٖ اَدَاءً ۔ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ہ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمِ

جَاءَتْ لِدَعْوَتِہٖ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً

تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ فی مدح النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ وَ لَيْسَ كَالْبَشَرِ!

بَلْ هُوَ يَاقُوْتَةٌ وَالنَّاسُ كَالحَجَرِ

اَمَّا بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ٥ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ٥

صَدَقَ اللّٰہ مَوْلٰینَا العظیم وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَ نَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

امیرؔ جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے

پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

اگر کسی مدرسے کا جلسہ ہوتا تو عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے

خوشا مجلس و مدرسہ و خانقاہے

کہ در وے بود قیل وقال محمدؐ!

صدرِ محترم، بزرگانِ ملت، برادرانِ عزیز، میری قابل صد احترام ماؤ! بہنو! اور بیٹیو!

"اب مَیں تھک گیا ہُوں"

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے یہ خط ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار اسلام کو جماعت کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے موقع پر جو ۱۹۴۷ء میں لاہور میں ہوا، لکھا تھا۔ اس مکتوب کو حصولِ آزادی کے بعد مجلسِ احرار کی پالیسی کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔

——— خان گڑھ ۲۴، دسمبر ۱۹۴۷ء

برادر محترم المقام ماسٹر جی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ملتان کی میٹنگ میں علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی اور آخر غالب آ گئی ۔ اس وقت میں نشست و برخاست بھی آسانی سے نہیں کر سکتا ۔ تفصیل کیا لکھوں کہ کیا گزری پھر محسن اور مہیمن بیمار ہو گئے اور ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ ہم محسن سے تھوڑی دیر کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے ۔ خیر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا ۔ اب اس کی حالت اچھی ہے ۔ لیکن مہیمن بخار میں مبتلا ہے ۔ رات تنھی سالمہ سخت بخار میں تھی ۔ یہ ہے میرا مختصر سا حال اس وقت میں اپنے بچوں کی خدمت کے قابل بھی نہیں اور گھر میں کوئی دوسرا شخص بھی نہیں جو پرسشِ احوال کر سکے ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں ۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اجلاس کو کامیاب بنائے اور آپ لوگ اپنی محنت کا پھل اٹھائیں ۔ میں اپنے دل کی چند باتیں لکھ دیتا ہوں ۔ اگر معقول معلوم ہوں تو قبول کر لیں ۔

لیگ سے ہماری سیاسی کشمکش ختم ہو چکی ۔ اس وقت لیگ قوتِ حاکمہ ہے عام مسلمانوں نے اس کو بنایا اور قبول کر لیا ہے ۔ پاکستان نہ صرف مسلم لیگ کا بلکہ کانگرس کا تقسیم پنجاب کے اضافے کے ساتھ تسلیم کردہ معاملہ ہے جس پر حضور برطانیہ کی مہر ثبت ہے ۔ اس میں صرف

مسلم لیگ کو ہدفِ ملامت بنانا آئینِ شرافت سے بعید ہے ۔ اگر اچھا کیا تو کانگرس اور لیگ دونوں نے اور اگر بُرا کیا تو دونوں نے ۔ اب پاکستان بن چکا ۔ اور تقسیم پنجاب کانگرس نے پیش کر کے مسلمانوں سے پاکستان کی بہت بڑی قیمت ادا کرائی اور ادا کر رہی ہے اور نجانے کب تک سود در سود ادا کرنا پڑے گا ۔

میری آخری رائے اب یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لئے عملی قدم اٹھانا چاہیئے ۔ مجلسِ احرار کو ہر نیک کام میں حکومت پاکستان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے اور خلاف شرع کام میں اجتناب ۔ اصلاح احوال کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر الدین النصیحۃ پر عمل پیرا ہونا چاہیئے ۔ یہ ارشاد ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۔

مجلس کا قیام و بقا بہرحال ایک شرعی امر ہے ۔ تبلیغ اعتقاداتِ صحیحہ اور تنقید رسوماتِ قبیحہ اعلائے کلمۃ الحق اعلان و بیان ختم نبوت اظہار فضائل صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجلس کے فرائض میں سے ہے ۔

خصوصاً اس دورِ لادینی میں جنسِ انسانی کی تمام مشکلات کے لئے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو ہی حل پیش کرنا ہمارا وہ فریضہ ہے کہ اگر اس میں دار و رسن تک بھی رسائی ہو جائے تو الحمد للہ ۔ اس لئے مجلس کے قیام و بقا کی بہرحال کوشش رہنی چاہیئے ۔

اگر دوستوں کو یہ باتیں معقول نظر آئیں تو ان بنیادوں پر آئندہ زندگی کی عمارت استوار کر لیں ۔ ورنہ جیسے ان کی مرضی میں کسی کی راہ میں حائل نہیں ۔ اب میں تھک گیا ہوں ۔ ورنہ مفصل بھی لکھ سکتا تھا ۔

غریب الدیار

عطاء اللہ شاہ بخاری

عقائد و نظریات

- توحید
- عقیدۂ ختمِ نبوت
- نبوت و رسالت
- عظمتِ قرآنِ کریم
- شانِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حرفِ اوّل

جناب صدر محترم! میرے بزرگو! عزیز بھائیو! اور معزز خواتین!

پرسوں آپ حضرات کے سامنے میں نے چند الفاظ اشارۃً عرض کئے تھے۔ کہ جس مسئلہ کو ہم لوگ بیان کر رہے ہیں۔ ملتان کی اس کانفرنس کے اجلاسوں میں اور اس کے علاوہ پاکستان کے مختلف مقامات پر جلسوں کے ذریعہ اعتقادات کے متعلق بہت کم کہا جاتا ہے اور اعمال کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

آج آپ دعا فرمائیں۔ انشاء اللہ العزیز عقیدے کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔

مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ ایسے اکابر کی موجودگی میں کیا عرض کروں۔ اگر برسوں تک ان حضرات کی جوتیاں سیدھا کرتا رہوں تو بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر جب یہ حضرات خود ارشاد فرمادیں اور پھر مجھ ایسے ادنیٰ طالب علم کو حکم فرمادیں تو نثرمسار ہوتا ہوں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے اکابر علماء کرام نے مجھے نوازا ہے۔ اور معروضات سن کر مجھے سند بخشی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ

حضرات! اس سے قبل ملتان میں اجمالی طور پر مجھے موقع ملا تھا، دل کھول کر تب

بیان کرسکا نہ آج بیان کرسکتا ہوں - آپ بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل اس نصف شب میں اس ناتوانی کی حالت میں آپ کے سامنے ہوں - دعا فرماتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بیان کرنے کی توفیق عطا کرے ___ !

اسلام تین چیزوں کا احاطہ اور مجموعہ ہے - اعتقادات ، عبادات اور معاملات -

اسلام میں سب سے پہلا درجہ اعتقادات کو ہے - اس لیے تو اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا :-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ٥

ترجمہ :- یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنے سروں کو پھرا دو پورب کی طرف یا پچھم کی طرف ، جبکہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آخرت کے دن فرشتوں کتاب اور تمام نبیوں پر ایمان لائے -

اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ عقائد اور یقین کو درست کیا ہے - کیونکہ جبتک کوئی یقین نہ ہو - اس وقت تک عملی قدم نہیں اٹھ سکتا -

جو شخص خداوند قدوس کے وجود کا قائل ہی نہیں - حساب وکتاب کا دن مانتا ہی نہیں اس آخری دن کا خیال ہی اس کے دل میں موجود نہیں ہے - کہ کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس کے بعد کوئی دن نہ ہو گا - ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو تسلیم ہی نہیں کرتا - اب ایسا شخص عملی زندگی کیسے درست کر سکتا ہے ، یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی ہاتھ حرکت نہیں کرسکتا - جب تک اس کے پیچھے کوئی عقیدہ موجود نہ ہو -

عقیدہ

ایک عربی لفظ ہے جسے یقین یا گٹھ کہیے ۔! عقیدہ ایک دل کی گرہ ہے ۔ جیسے بھی پڑ جائے ! دل کا خیال ہے جیسا بھی آجائے ۔

یوں سمجھئے ! آپ اپنے بچے کی شادی کرتے ہیں ۔ اس کی عورت کو اپنے گھر لاتے ہیں ۔ اب اگر وہ عورت آپ کے گھر آنے کے بعد یہ خیال کرنا شروع کر دے ، شاید میں یہاں رہوں گی یا ـــــ نہ ـــــ ؛ تو فرمائیے وہ گھر آباد رہ سکتا ہے ؛ گھر وہی آباد رہتا ہے جس گھر میں آنے والی عورت پہلے ہی دن یہ فیصلہ کرے کہ اب تو میں اس گھر کی ہو کر رہونگی مجھے اب یہیں رہنا ہے ۔

بس اسی فیصلہ کا نام عقیدہ ہے ۔ تو اس صورت میں عقیدہ بنیاد ہو گیا ہر عمل کا آپ چاہے کتنی عظیم الشان عمارت کھڑی کرلیں جب تک بنیاد کمزور ہو گی اس وقت تک عمارت کا قائم رہنا ناممکن ہے ۔ عمارت وہی کھڑی رہے گی جس کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو گی بڑے بڑے درخت آپ حضرات نے دیکھے ہیں ۔ اگر ان درختوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں تو کیا درخت اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکتا ہے ؛ درخت کی جڑ اس کی بنیاد ہے ۔ اگر وہ ختم ہو جائے تو سارا درخت فوراً گر پڑتا ہے ۔

جن لوگوں نے سیلاب زدہ علاقہ کا معائنہ فرمایا ہے ۔ انہوں نے دیکھا ہو گا کہ بعض مقامات پر ایسے درخت کھڑے رہ جاتے ہیں جنکی صرف جڑیں نظر آ رہی ہوتی ہیں چاروں طرف سے مٹی اٹھ جاتی ہے ۔ اور ننگی جڑوں کو دیکھ کر ہم یوں خیال کرتے ہیں شاید یہ درخت اب کھڑا نہ رہ سکے گا ۔ مگر وہ اپنے مقام پر بدستور قائم رہتا ہے ۔ اسکی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں ۔

اب شاید آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسے ہی اعتقادات بنیادیں اور جڑیں ہیں اعمال کی۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے پھر اس کو جتنی اعلیٰ اور اچھی سے اچھی غذا دی جائے گی۔ اس کا بدن گلتا چلا جائے گا۔ اور مرض بڑھتا رہے گا۔ کم نہیں ہوگا۔

یہ طب کا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اس مرض کی اسی صورت میں کبھی بھی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح جس طرح آدمی کا عقیدہ خراب ہو جائے۔ بس سمجھ لیجئے کہ اس کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے کتنے اچھے عمل کرتا رہے اصلاح نہ ہو سکے گی۔ اور یونہی دوزخ کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑی قوم ہندو بھی آباد ہے۔ ہندو رات دن خیرات، دان اور پُن کرتے ہیں۔ ان کے اعمال کا صلہ کیوں نہیں ملتا؟ اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ کہیں آگ کی پوجا کرتے ہیں، کہیں پانی اور مورتیوں کی شرم گاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ان کو حل مشکلات خیال کرتے ہیں۔ وہ ان کے ہاں فتح و نصرت کے مالک ہیں۔ ان سے اولادیں مانگی جاتی ہیں۔ پھر ان پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ یونہی برباد کیا جاتا ہے۔ آخر انہیں بھی اس کا کچھ صلہ ملتا ہے؟ ان کا صلہ اس لئے نہیں مل سکتا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے، وہ خالق کائنات کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننے اور تسلیم کرنے کا حق ہے در اصل ان کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے دان اور پن کرتے ہوئے اربوں روپیہ خرچ کر جائیں انہیں اس کا صلہ ملنے کا نہیں ——— ! تو عقائد کا درست ہونا بنیاد اور جڑ ہے ہر عمل کی۔

کتاب کے متعلق عقیدہ

حضرات! اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نفس کتاب کے متعلق مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہیئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کتاب جو میں نے اتاری

ہے اس کے ساتھ مسلمان یہ عقیدہ رکھیں!

حضرات! یہ کوئی میری شاعری نہیں میرا بیان نہیں۔ بلکہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے فرمایا

الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

یعنی یہ کتاب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ اس کتاب میں کوئی

بھی شک نہیں۔ یہ کتاب سراسر ہدایت ہے، ان لوگوں کے لیے جو پرہیزگار ہیں اور اللہ سے

ڈرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تمام شبہات مُنزِل اور مُنزَّل الیہ دونوں کی طرف سے ہو سکتے تھے

وہ دُور کر دیئے۔ اور صاف صاف لفظوں میں فرما دیا۔ کہ اس کتاب (قرآن مجید) میں کسی

قسم کا شبہ نہ مُنزِل کی طرف سے اور نہ مُنزَّل الیہ کی طرف سے۔ کیونکہ کتاب میں شبہ سارے

دین میں شبہ کا موجب بنتا ہے۔ پھر دین کہاں۔ ؛ شبہات سے دین منہدم ہو جاتا ہے اس

سے تو ایک اینٹ باقی نہیں رہ سکتی۔ دین کی ساری عمارت مسمار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کتاب تو

خود اپنے منہ سے بولتی اور جواب دیتی ہے۔

یہ کتاب حق بولتی ہے۔ اس کتاب کے اتارنے والے۔ تلاوت کرنے والے۔

حفاظت کرنے والے، بکھیرنے والے، جمع کرنے والے خود اللہ تعالیٰ آپ ہیں۔ اس معاملہ

میں کسی انسان کو کوئی دسترس نہیں۔

نزولِ قرآن

جہاں کتاب نے اپنے ہمیشہ حق بولنے کا ذکر کیا وہاں کتاب اپنے نازل ہونے کا واقعہ بھی بیان کرتی ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

نازل کی گئی یہ کتاب اس دونوں جہان کے پروردگار کی طرف سے۔

پھر آگے بیان کیا کہ مجھے کون لے کر آیا۔ اور کس پر نازل ہوئی ہوں؛

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

یعنی مجھے ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور نازل ہوئی آپ (محمدؐ) کے دل پر تاکہ آپ دونوں جہانوں کو ڈر سنائیں۔

اللہ! اللہ! فرشتے کے ساتھ امین کی قید لگا دی۔ اور یہ شبہ دور کر دیا کہ فرشتے نے یہ خیانت نہیں کی کہ نازل تو ہونا تھا کسی اور پر نازل ہو گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نہیں بلکہ فرشتہ امین ہے۔ اس لئے وہ امانت جس کی طرف بھیجی گئی تھی اسی کے سپرد کی ہے۔

پھر آگے خود بیان فرمایا کہ جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس کی حفاظت کی آپ فکر نہ کریں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ہم نے یہ کتاب اتاری اب ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ یہ کلام ہمارا کلام ہے۔ یہ بات ہماری بات ہے۔ آپ تو صرف بولتے ہیں۔ آپ پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اتارا بلکہ آہستہ آہستہ اتارا گیا۔

قرآن کو آیت آیت، لفظ لفظ، حصہ حصہ، بجزا، بجزا، رکوع رکوع، کبھی کہیں، کبھی محراب میں تو کبھی ممبر پر کبھی میدان میں تو کبھی عائشہ رضؓ کے سامنے بیٹھے، کبھی فاطمہ رضؓ کے دروازہ پر، کبھی غاروں کے اندر کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر کبھی راہ چلتے کبھی اونٹنی پر غرضیکہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اتارا۔ آہستہ آہستہ اتارا تاکہ ساتھ ساتھ عملی پروگرام بھی چلتا رہے۔ جہاں جہاں اور جس جس موقعہ پر اس قرآن کی ضرورت پیش آتی رہی ہم اتارتے رہے۔

کبھی حقیقت کو نکھارنے کے لئے، کبھی مدمقابل کو جواب دینے کے لئے آیات نازل کیں۔

کیا حق ہے کسی انسان کو جس کو رب بکھیرے وہ اسے جمع کرے۔ یہ حق تو اسی ذات کو حاصل ہے۔ جو اسے پھیلائے وہی سمیٹے۔ اور فرمایا:۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ۔

پس ایمان لاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور کے ساتھ جو اس نے نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ جو تم عمل کرتے ہو۔ جب اکٹھے ہونے والے دن تمہیں جمع کیا جائے گا۔ وہی دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

اشاعتِ قرآن — اور ایک رُوسی کتاب

آج یہاں قاضی احسان احمد صاحب نے روس کی چھپی ہوئی ایک کتاب دی۔ جس کا نام تھا۔ "استالین" ہے۔ قاضی صاحب نے اس کی طباعت وکتابت کی خوبیوں اور اسکی دلکشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ جی! ملاحظہ فرمائیے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف سوا روپیہ ہے۔

میں کہتا ہوں یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اسٹالین کی حکومت اپنی سیاہی، اپنا قلم، اپنا کاغذ اپنا پریس، ملازمین اور کارندے اپنے غرضیکہ اس سلسلہ کے وہ تمام سامان مہیا۔ وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے شائع کرا سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرنی چاہیئے۔ یہ قیمت رکھ کر تو اس نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ سٹالین کا یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن مجید کی تاریخ پر غور فرمادیں۔

وہاں نہ قلم، نہ سیاہی، نہ دوات، نہ کاغذ، نہ پریس، نہ کوئی عملہ، نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان موجود ہے۔ جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ لیکن وہ قرآن آج لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی طباعت و اشاعت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی ایسی کتاب جو اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئی ہو۔ اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ سبحان اللہ! قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے ایسا سمو دیا۔ تاکہ آپ بھی آہستہ آہستہ سکھاتے رہیں۔

پیغمبر۔ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا

دنیا حیران ہے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نہ تو لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی پڑھنا

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون

یعنی اس نبوت ملنے سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھ سکتے، نہ آپ اپنے ہاتھ سے کچھ تحریر کر سکتے تھے۔ لیکن دنیا ہے کہ پروانوں کی طرح جاں نثار ہو رہی ہے۔

یہاں ایک بات کہدوں، یاد رکھئے گا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔

دنیا کے کسی کتب خانہ، کسی یونیورسٹی، کسی دار المطالعہ میں کسی نبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ دکھا دو ——— ! ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری دارد

نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری دارد

دنیا نے تو نبوت و رسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدوس کی چادر ہے۔ نبی سے خطا خدا پر طعن ہوتا ہے۔

حضرات میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔ اور پڑھا ہو بھی کیسے ——— ؟ وہ پیغمبر ہی کیا۔ جو کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہ کرے پیغمبر اور نبی تو اللہ تعالیٰ کی گود میں پڑھتے ہیں۔ وہ تو اللہ سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں تعلیم دینے کا ہی ذکر ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝

اے محمدؐ! آپ اپنے رب کے نام پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا۔

پیغمبر اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے پیغمبر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر سوسائٹی میں بے داغ ہوتا ہے۔ حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے سربلند ہوتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میں سچا نبی ہوں ۔

یہ بات کوئی شاعرانہ قافیہ بندی نہیں ہے ۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے ۔ اور وہ الفاظ میں جو قریش مکہ کی موجودگی میں کہے گئے ——— ؛ آپ قریش سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں جانتے ہو کہ میں صادق اور امین ہوں ۔ ! حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا واقعی آپ صادق اور امین ہیں ۔

آپ نے فرمایا ! جانتے ہو ——— ! میں کون ہوں ؛ میں اپنی زندگی کے چالیس سال تم میں رہا ہوں ؛ میری زندگی کے کسی داغدار گوشہ پر انگشت نمائی کیجئے ——— ! حاضرین پر سکتہ طاری تھا کسی کو جرأت نہ تھی ۔ کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگشت نمائی کر سکیں ۔

اور یہاں یہ پنجاب کا سرکاری نبی جب اسکول میں پڑھنے جاتا ہو گا ۔ آپ حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں کہ سبق نہ آنے پر مرزا صاحب کے استاد کیا کرتے ہوں گے ——— ؛ وہ کیسا قابل دید منظر ہو گا جب مرزا صاحب کے کان پکڑے ہوئے ہوں گے ۔ اور مرغا بنا کے اوپر سے چھڑیوں اور لاتوں کی بارش ہو رہی ہو گی ، میں کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ اس شخص نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۔ تو اپنے اس استاد کے سامنے کیسے منہ دکھاتا ہو گا ۔ ؛ استغفراللہ میں کس برگزیدہ ہستی کی کس بیہودہ انسان کے ساتھ تشبیہہ دے رہا ہوں ۔ مجھے تو قرآن پاک کے ان پاکیزہ ذکر کو جاری رکھنا چاہیئے ۔ تو

حضرات میں عرض کر رہا تھا تعلیم انبیاء کا سلسلہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوتا ۔ بلکہ انبیاء کی تعلیم خدا تعالیٰ کے ذریعہ ہوتی ہے ۔

میں نے جو وحی اوّل کی آیت تلاوت کی ہے ۔ یہ جب نازل ہوئی تو پیغمبر علیہ السلام

حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ وحی الٰہی کو جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔
اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

آپ جلدی جلدی زبان نہ ہلائیے۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ ہماری کتاب ہے۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ

ہم آپ پر نازل فرما رہے ہیں آپ فکر نہ کیجئے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

اس کتاب کا یاد کرانا، اسے آپ کے ذہن میں جمع کرنا اور آپ کو پڑھانا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

محترم حضرات! یہ قرآن ہے۔ خداوند قدوس کا پاکیزہ کلام۔ کلام وہی ہوتا ہے جو منہ سے نکلے، خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں کیں۔ آپ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی ان کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ یہ کلام ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے فنا نہیں۔ کیونکہ جب تک خدا موجود ہے اس کا کلام بھی باقی اور زندہ رہے گا۔

قرآن پاک کا اسلوب بیان کتنا اچھا اور کتنا پیارا ہے۔ فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

تمام تعریفیں اور پاکیزگی اللہ ہی کی ذات کے لئے ہے۔ جو ساری کائنات کا پروردگار اور روزی رساں ہے۔ جو رحم کرنے والا ہے دنیا میں اور رحیم ہے آخرت میں جو بدلے اور جزا

کے دن کا مالک ہے ۔ اسے اللہ آپ اتنی تعریفوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ۔ ہم آپ ہی کی پوجا کرتے ہیں ۔ اور خالص آپ ہی سے ہر قسم کی مدد طلب کرتے ہیں ۔ آپ ہمیں سیدھے راستے پر خود چلائیے --- ! ان لوگوں کے راستہ پر جن پر آپ نے انعام واکرام کیا ہے ۔ ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلائیے جن پر آپ کا غصہ اور غضب نازل ہوا ۔ آمین

محترم حضرات ! اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے متعلق بندوں کا عقیدہ کیسا ہونا چاہیئے ۔

عصمتِ انبیاء

حضرات ! تعلیم انبیاء اور عقائد کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کر گیا ہوں ۔ اب یہ عرض کرنا باقی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطرۃً معصوم ہوتے ہیں ۔

حضرات ! انبیاء علیہم السلام ان پڑھ تو ہوتے ہیں لیکن جاہل اور نادان نہیں ہوتے

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ وَلَیْسَ کَالْبَشَرِ

بَلْ ھُوَ یَاقُوْتَۃٌ وَالنَّاسُ کَالْحَجَرِ

نبی کو خدا تعالیٰ خود چلاتے ہیں ۔ نبی اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہیں اٹھاتا جب تک خدا تعالیٰ خود نہ حکم کریں ۔ پیغمبر اپنے دو ملے ہوئے ہونٹ اتنا عرصہ کھول نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ فرما دیں ۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

یعنی پیغمبر علیہ السلام ہمارے نصب العین اور ہمارے انقلابی پروگرام سے ذرہ بھر بھی

اِدھر اُدھر نہیں ہوتے وہ اتنا عرصہ اپنی زبان تک نہیں ہلاتے جب تک کہ ہماری طرف سے وحی نہیں ہوجاتی ۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی صفائی پیش فرمارہے ہیں ۔ اور آج آپ کی نبوت کو غیر کافی قرار دے کر دعویٰ نبوت کیا جارہا ہے ۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ سلطنت کفر کی تھی ۔ سلطنت اسلام کی ہوتی تو دعوئے نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر قتل کردیتی ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سبب یہی ہے ۔ آپ نے دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے سر کٹا دیئے مگر مدعی نبوت کو ختم کر دیا ۔

آج اس کا علاج مناظروں سے کیا جارہا ہے ۔ لہذا اسکا علاج یہ مناظرے ہیں ؟

کاش میں اس وقت ہوتا جب غلام احمد نے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوائے نبوت کیا تھا ۔ تاج وتخت ختم نبوت کی عزت وعظمت خاک میں ملا کر رکھ دی تھی ۔ تو اس کا تدارک مناظروں اور جلسوں سے نہ کرتا ——— !

یہ کوئی مسئلہ ہے ——— ؟ یہ مسئلہ اگر پوچھنا ہے تو حضرت ابوبکر ——— ! عثمان ، علی ، عباس ۔ ابن عباس ۔ حسن حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم سے پوچھو ۔ ! وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا جواب اور کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں ۔ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ کی شان اور اور آپ کی عظمت ان سے دریافت کیجئے ——— ! جنہوں نے آپ کی رسالت اور آپ کے دین کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے زندگی کی ایک ایک محبوب چیز قربان کر دی ایمان کی قدر وقیمت ان سے دریافت فرمایئے جو آج مکہ اور مدینہ میں سو رہے ہیں ۔

آپ پڑ گئے ہیں شعر وشاعری میں ۔ ! آپ اس الجھاؤ میں آکر تمام معاملات اور

عبادات ہڑپ کر گئے ہیں ۔! آپ کہاں بیٹھے ہیں ۔؟ آیئے میں آپ کو خدا کا کلام سناؤں ۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک شعبے کے ساتھ کیسے اپنا تعلق بتا رہے ہیں ۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔

یعنی ! اسلام کے مدمقابل آکر لڑنے والی کافروں کی فوج پر آپ نے پتھراؤ نہیں کیا تھا ۔ وہ ہاتھ تو آپ کا ہاتھ تھا ۔ مگر اس میں قوت ہماری تھی ۔ وہ ہم پھینک رہے تھے ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

یہاں ایک مٹھی کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعلق ظاہر فرما دیا ۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب ہم ہی کر رہے تھے ۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کہ ہجرت کے دن جب حضور ؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر سلایا تھا ۔ وہ آپ ؐ نے اپنی ذمہ داری اور اپنی رائے سے یا اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے تابع ۔؟ حضرت صدیقؓ کو ساتھ لے کر باہر نکلے تو کس کے حکم سے ۔؟ غار میں بیٹھے ہوئے اونٹنیاں طلب کیں تو کس کے مشورے سے ۔؟

اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مٹھی خدا کی مٹھی ہے اور کفار پر پتھراؤ اور مٹی پھینکنا خدا کا پتھراؤ اور مٹی پھینکنا ہے تو کیا باقی سارا مذکورہ پروگرام خداوند قدوس کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر ہے ۔؟

جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے حضرت عائشہ کے متعلق نکاح کی درخواست کی تو وہ کس کے حکم اور کس کی مرضی سے ۔؟ پھر جب حضور ؐ نے نکاح کے موقع پر قبلت کہا اور قبول فرمایا تو وہ خداوند قدوس کی مرضی کے بغیر ہی تھا ۔

یاد رکھئے! میں عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر کی زبان حرکت نہیں کر سکتی۔ ہونٹ کھل نہیں سکتا۔

جب تک اللہ تعالیٰ خود حکم نہ فرمادیں۔ اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں۔

اظہارِ حقیقت

حضرات! آپ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سارا واقعہ پڑھا ہوگا۔ وہ کتنا بڑا دردناک پہلو ہے۔ کہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام جن کی شادی نہیں ہوئی! کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ دنیا نے لب کشائی شروع کر دی۔ تو اب وہاں کون تھا جو صفائی پیش کر سکے۔؟ مریم کو بیٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے تھا۔ اب اس کی صفائی بھی خود پیش کی ——!

قَالَتْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔

حضرت عیسیٰ کی زبان سے کہلایا جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے۔ اب چند دنوں کا بچہ بھی بات چیت کر سکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہاں وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے۔ دنیا کے ان شبہات کو دور کرنے کے لئے عیسیٰ کی زبان سے بریت کرائی۔ کہ مریم کا کوئی قصور نہیں۔ وہ مجرم نہیں وہ پاکدامنہ اور معصوم ہیں۔ ایسے ہی حضرت عائشہ سے نکاح کے وقت حضور نے جب قَبِلْتُ فرمایا تو وہ خدا کا حکم تھا۔ یعنی خدا نے عائشہ خود دی۔ اللہ نے فرمایا کہ محمد تو عائشہ قبول کر میں راضی ہوں۔ میری اجازت ہے میرا حکم ہے۔ اب یہاں بھی جب الزام تراشی ہو تو بریت خود دی۔ آیتہ کریمہ

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ

بُرْهَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○

عظمتِ قرآن

حضرات! میں اس وقت تھوڑے سے وقت میں قرآن پاک کا اُسلوبِ بیان کیا عرض کروں؟ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں۔ جو چیز قرآن سے الگ کرے۔ اسے آگ لگا دو! جس قرآن کی اتنی عظمت ہے کہ خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔ کیا وجہ ہے کہ اس میں چوری ہو گئی ——؟ تم تاریخ کو مانتے ہو۔ اور مقدس کتاب کو ٹھکراتے ہو ——؟ شاعری اور غزلیں تمہارے ہاں مسلّم ہیں۔ بیہودہ اور فضول دوہڑوں پر تمہارا اعتبار ہے —— ! ایک قرآن ہے جسے تم ہر قدم پر ٹھوکریں لگا کر دور پھینک رہے ہو —— !

خدا کے لئے کچھ تو سوچو —— ! یہ قرآن کیسے کیسے بچایا گیا —— ! اس کی کن کن مقامات پر حفاظت کی گئی —— ! مکّہ کی غاروں، مدینہ کی گلیوں، اور طائف کے بازاروں سے پوچھو —— کہ قرآن کی کیسے کیسے حفاظت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخاطب فرما کر فرماتے ہیں۔

اے امینِ کائنات! اے اَنفس ترین انسان آپ پر ایسی کتاب نازل ہے جو سراسر نصیحت و ذکریٰ ہے کیا یہ میرے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔؟

آج اگر دنیا قرآن کا انکار کر کے مسلمان رہ سکتی ہے۔ تو میں قرآن کے مقابلہ میں تاریخ کا انکار کر کے کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا؟ میرا بس چلے تو دنیا کی ان تمام کتابوں کو آگ لگا دوں جو قرآن پاک سے دور لے جا رہی ہوں۔

دنیا قرآن کو سمجھتی کیا ہے؟ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ جذبات ابھرے ہیں کہ میرا بس

چلے تو میں آل ورلڈ ریڈیو سٹیشن سے ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید سناؤں۔ اور دنیا کو چیلنج کروں کہ قرآن کے مقابلہ میں ایسا پاکیزہ کلام لاؤ۔

حضرات! میں عرض کر رہا تھا۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضؓ کو قبول کرتے وقت قَبِلْتُ تب کہا۔ جب خدا کا حکم ہوا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضؓ حضرت علی رضؓ کو تب دی جب ارشاد ہوا۔ اور حضرت عثمان رضؓ کو اپنی دو بیٹیاں دے کر ذوالنورین رضؓ کا خطاب تب دیا جب اللہ کی رضامندی ہوئی۔ اس کے حکم کے بغیر تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی نگاہ اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے۔

یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ

اے! چادر اوڑھنے والے۔ آپ اٹھیے۔ اور لوگوں کو ڈرسنائیے۔! اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے۔

آپ سوتے ہیں۔ اللہ جگائے تو آپ جاگ اٹھیں! وہ بٹھائے تو آپ بیٹھ جائیں وہ چلائے تو آپ چل پڑیں —! وہ کھلائے تو آپ کھاتے ہیں۔!

بیوی پر الزام لگایا گیا تو دنوں تک خاموش رہے۔ کون ہے جس کی بیوی پر الزام تراشی ہو اور وہ خاموش رہے۔ آپ کیوں نہیں بولتے؟ اس لئے کہ بلانے والا ابھی بلاتا نہیں ہے۔ اس لئے آپ بولتے نہیں —! اب حق اسی کا تھا جس نے شادی کی، جس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ جس کے حکم سے نکاح ہوا وہی اب برئیت بھی کرے۔

چنانچہ اسی ذات نے واضح الفاظ میں برئیت کا اعلان کیا۔ اللہ کا حکم ہوا وحی نازل ہوئی تو آپ بولے —!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ

اللہ نے ایمان والوں پر اپنا احسان فرمایا ہے کہ ان میں سے اپنا ایک رسول بھیجا۔
ہمیں تو "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" دے کر اپنا احسان جتلایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان
یہ کہ بیوی اخلاق سے ؟ (العیاذ باللہ) (ثم العیاذ باللہ)

اب ٹھنڈے دل سے غور فرمادیں۔ کہ یہ الزام تراشی کس پر کی جارہی ہے۔ تمہاری
دو پیسے والی کتابیں سچی اور خدا کا کلام جھوٹا۔؟ (استغفر اللہ)

محمد عربیؐ کا نام لینے والو! محمد عربی کے دیوانے ہو۔! وہ جذبہ پیدا کرو جو نو عمر بچوں کو مجبور
کر دے کہ میدان کارزار میں ابو جہل کا نام پوچھتے پھریں۔ اس لئے کہ ابو جہل حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور یہ چیز ہم اپنی زندگی میں کبھی برداشت

نبیؐ کی ثابت قدمی

دنیا نے آپ کو پھسلانے کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔ اس کی بریت کرتے
ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ

وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ
وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْکَ خَلِیْلاً ۝

قریب تھا کہ کافر آپ کو اس چیز سے جو ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل کی ہے
آزمائش میں ڈالیں تاکہ وہ ہم پر اس کے سوائے جھوٹ باندھ کر آپ کو دوست بنالیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلاً ۝

اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کو تھوڑا سا ان کی طرف جھک

جاتے۔ آپ کو اپنی جگہ سے ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے دیا۔

یہ ثابت قدم کس نے رکھا۔؟ آپ کو کس نے پھسلنے اور کفار کے دھوکہ میں آنے سے بچایا! یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ آپ حضرات کو معلوم ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَاۗءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ٥

ایک عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدی کا ارادہ کیا۔ اور آپ بھی بدی کا ارادہ کر لیتے اگر انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں نہ دیکھی ہوتیں۔ یہاں بعض لوگ هَمَّ بِهَا سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کر لیا تھا۔

اب کون سمجھائے قرآن پاک کے اسلوبِ بیان کو یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تو خطاؤ عصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

اگر نبی کی عصمت ثابت ہو، پیغمبر کی عصمت محفوظ ہو تو جو دامن میں آ گئے۔ وہ بھی بچ گئے۔ پیغمبر کو جب حکم ہوا کہ اپنے دامن میں فلاں فلاں کو لیجئے۔ پیغمبر نے انہیں دامن نبوت میں چھپا لیا پیغمبر کو حکم ہوا۔ صدیقؓ سے کہو، عمرؓ سے کہو، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے کہو کہ وہ پھر سے ساتھ مل جائیں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق دعوت دی۔ انہوں نے اس پر لبیک کہا اور دامن نبوت میں آ کر پناہ لی۔

اب چاہے عائشہؓ ہو، ابوبکرؓ ہو، علیؓ ہو، عمرؓ ہو۔ عثمانؓ ہو کوئی ہو وہ تب بچ سکتے ہیں جب پیغمبر کا دامنِ نبوت محفوظ ہو۔ اور اسکی عصمت باقی ہے!

ایسا نہ ہو کہ وار کریں کسی اور جگہ اور تلوار لگے کسی اور جگہ ۔!

مقامِ عبرت

گیلے والے کا ایک عبرتناک واقعہ ہے۔ کہ وہاں ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کے دو یا تین بیٹے تھے ۔ ان میں سے ایک لڑکا شادی شدہ تھا۔ وہ کسی مقامی جھگڑے کی بناء پر مشتبہ صورت میں گرفتار ہو گیا۔ لڑکا شریف الطبع اور نیک تھا۔ حکومت نے اس کے اطوار و عادات دیکھ کر کچھ عرصہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ آپ حضرات خود ہی اندازہ فرمائیں ۔ اس مظلوم قیدی کو اس دن کتنی خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہو گی جب اسے رہا کر دیا گیا ہو گا۔ لڑکے نے رہائی کی خوشی میں سیدھا اپنے گھر کا رخ کیا۔ گاؤں ذرا دور تھا۔ راستے میں کافی دیر ہو گئی۔ اور وہ لڑکا اندھیری رات میں گھر پہنچا، گھر گیا تو اس کی بیوی موجود تھی۔ اپنے باپ اور دوسرے بھائی کا پتہ معلوم کیا تو اس کی بیوی نے بتایا۔ کیونکہ آج کھیت کو پانی لگ رہا ہے اس لئے دونوں کوئیں پر جا چکے ہیں۔ وہ لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھا تھا۔

دونوں میاں بیوی بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ کافی عرصہ رات گذر جانے کے باعث بیٹھے بیٹھے دونوں کو نیند آ گئی ۔! اسی اثناء میں کنوئیں سے اس کا دوسرا بھائی بھی گھر آ پہنچا۔

اب کنوئیں والوں کو کیا خبر تھی کہ آج گھر کون آیا ہوا ہے ۔ اس نے جب اندر جھانکا تو دیکھا کہ اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے ۔ !بس کیا کہنا وہ تو غیرت کے مارے وہیں سے واپس ہو لیا۔ اور سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہنچا۔ اور کہا ـــــ ذرا گھر چل کر اس عورت کا حال دیکھ۔ جو تیرے لڑکے کی پاک دامن اور عفت مآب بیوی ہے

وہ اب اس وقت کسی مرد کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہی ہے۔ اب بوڑھا باپ اور اس کا لڑکا دونوں غیرت و غصے سے بے تاب ہو کر اپنے پھاوڑے سنبھالے گھر آ گئے۔ بوڑھا باپ تو باہر دروازے پر کھڑا رہا۔ لڑکا اندر گیا اور اس نے جاتے ہی تیز پھاوڑے کے ساتھ قتل کر دیا۔ لڑکا اپنا پھاوڑا وہیں پھینک کر جب باہر اپنے باپ کو اطلاع دینے کے لئے آیا تو باپ نے اندھیرے میں یہ خیال کیا کہ یہ وہی مرد ہے۔ جو میرے لڑکے کی بیوی کے ساتھ لیٹ رہا تھا۔ اس نے اسکے سر پر اتنے زور سے پھاوڑا مارا کہ وہیں دو ٹکڑے کر دیا ——!

اب اپنا پھاوڑا سنبھالے اندر اپنے لڑکے کو آواز دی کہ بیٹا آجاؤ۔! اسے تو میں نے باہر دروازے پر ختم کر دیا ہے —— ! اب اندر سے کون ہے جو آواز دے۔!

بوڑھے کے دل میں خیال آیا کہ روشنی لے کر ذرا دیکھوں تو سہی کہ یہ آدمی کون تھا۔ باپ نے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بڑا لڑکا اور اس کی بیوی دونوں دائمی کی نیند سو رہے ہیں۔ اور دونوں کے سر تن سے جدا جدا پڑے ہیں۔! دیکھتے ہی چیخ نکل گئی —— ہائے یہ تو میرا ہی گھر لٹ گیا۔ دوڑا ہوا باہر آیا تو دروازے پر دوسرا لڑکا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔

میرے غیرت مند بھائیو! ایسا نہ ہو کہ تلوار تو اٹھاؤ صحابہؓ پر اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہ ﷺ کا ——!

یاد رکھئے —— ! صحابہ رضوان علیہم اجمعین کی ذات پر تنقید کرتے وقت کہیں دامن نبوت اور عصمتِ نبوت نہ تار تار کر دی جائے۔

حضرات! میں نے آپ کا قیمتی وقت لے کر اعتقادات، عبادات اور عصمت انبیاءؑ کے چند مسائل آپ کے سامنے عرض کئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ حضرات اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے۔ اب وقت کافی گذر چکا ہے۔ صبح طلوع ہونے کو ہے۔ میں اپنی بیماری کی حالت

میں اتنا کچھ کہہ گیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں دامن نبوت میں چھپائے رکھے۔ آمین

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ!

معراج شرافت

حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا۔ شریف آدمی کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کمینہ کبھی بہادر نہیں، کمینہ مصیبت کے وقت دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے،

شریف کے قابو میں دشمن آجائے تو اسے معاف کر دیتا ہے، یہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت اور بہادری دیکھئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ایمان لانے کے بعد عرض کیا کہ حضرت! کعبۃ اللہ میں نماز کیوں نہیں پڑھتے۔؟

تو حضورؐ نے فرمایا۔ تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی۔ حالانکہ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے سے روکنے کا موجب تو خود حضرت عمرؓ ہی تھے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ آپ ہی نہیں پڑھنے دیتے تھے۔

سبحان اللہ ۔ ! کیا معراج شرافت ہے ۔۔ !

فتح و نصرت کا نکھرا چہرہ

عرفِ اوّل

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ، نے اپنے وجد آفریں اور رقت آمیز لہجہ میں خطبہ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ تلاوت فرمائی اور آل پاکستان تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس ملتان کا افتتاح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

عزیز حاضرین اور محترم خواتین !

واقعۂ حدیبیہ

سنہ ۶ھ میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے، آپؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جب حدیبیہ کے میدان میں پہنچے۔ تو کفار مکہ نے آپ کو روک دیا اور کہا کہ ہم حج کرنے کے لئے کعبہ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

ساتھیوں نے اپنے سروں پر کفن باندھے ہوتے تھے، ارادہ یہی تھا کہ حج کریں گے جیسے بھی کرنا پڑے اور کام کا مزا بھی ہوتا ہے کہ آدمی ارادہ کرلے کہ اب تو یہ کام کر ہی گذرنا ہے۔ پھر اس کے آغاز و انجام کی دشواریوں اور مشکلات کا اندازہ نہیں کیا جاتا۔ اور اگر وہ اندازہ کرنے بیٹھ جائے تو پھر کوئی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ جب میدان میں نکلنے لگے تو پہلے اس کام کے انجام و عواقب پر اچھی طرح نظر ڈال لینا چاہیئے خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے مگر جب غور و فکر کے بعد میدانِ عمل میں کُود پڑے تو پھر سوچ و بچار نہیں کی جاتی۔ بلکہ ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ ہے۔ یہ ہم گناہ گاروں، عاجزوں، مسکینوں کی زندگی کا ایک گوشہ ہے۔ جو تیس برس سے ہمارے ساتھ چل رہا ہے۔ ہم نے جب تک پختہ ارادہ نہیں کیا تھا اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا اور جب غور و فکر سوچ بچار کی تمام منازل طے کر کے قدم اٹھایا تو پھر کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ اب آئندہ حالات ہمارے لیے سازگار ہوں گے یا نہیں ؟ پھر اللہ پر بھروسہ کر کے ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر آنیوالی مصیبت کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا جاتا ہے۔

حقِ اطاعت

ہمیں یہ روشنی وہیں سے ملی ہے اور یہ سبق وہیں سے سیکھا ہے۔ جب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے چلو! صحابہ کرام چل پڑتے۔ آپؐ فرماتے بیٹھ جاؤ! صحابہ کرام بیٹھ جاتے تھے! وہاں تو انکار کرنا کفر تھا۔ ان کا ارادہ، خواہش، آرزو سب تابع اور مطیع تھیں۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رسم کے کچھ اثرات آج بھی فوج میں موجود ہیں۔ فوج کا کوئی سپاہی اپنے کمانڈر انچیف سے یہ پوچھا

نہیں کرتا کہ حضور آپ نے یہ اقدام کیوں کیا ہے ؟ بلکہ کمانڈر انچیف نے جب ریڈی (REDY) کہا تو فوج کا ایک ادنیٰ سپاہی بھی اٹنشن ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

جب فوج کو کسی مقام پر حملہ کرنے کا حکم دیا جائے اور فوج گاڑی میں سوار ہو جائے تو ڈرائیور سے یہ پوچھا نہیں کرتی کہ اب ہمیں کہاں لئے جا رہے ہو ؟ یہ تو ایک یونہی اندھی سی رسم ہے اس میں کوئی اجالا نہیں ہوتا۔

لیکن وہاں تو روشنی ہی روشنی اور اجالے ہی اجالے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا عزم فرمایا اور اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا کہ چلو!

اب یہ بات تو دل و دماغ کے کسی گوشے یا وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا ہے یا نہیں ؟ بس حکم ہوا چلو! چل پڑے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کرتے ہوئے حدیبیہ کے میدان میں آگئے۔

آپ کی اس آمد پر قریش مکہ کو خبر ہو گئی چنانچہ وہ بھی اسی میدان میں پہنچ گئے۔ اور آتے ہی کہا کہ اس سال ہم آپ کو حج نہیں کرنے دیں گے۔

اب کس کی مجال ہے جو آگے بڑھ کر پوچھے کون ہے جو بولے ؟ یہ تو حق ان کا ہے۔ جو ساتھ لے کر آئے ہیں۔

اعترافِ شکست

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور پوچھا کیا چاہتے ہو اور کیا کہتے ہو ؟ اس پر قریش مکہ نے چند شرائط پیش خدمت کیں۔

۱ - اس سال آپ کو فریضۂ حج ادا نہیں کرنے دیا جائے گا ۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ پھر کب ادا کریں گے ؟ —— اگلے سال

قریش مکہ نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا ۔

۲ - اگر آپ کا کوئی آدمی (مسلمان) ہماری طرف آجائے تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے ۔

۳ - ہمارا آدمی اگر آپ کے ہاں چلا جائے (مسلمان ہو جائے) تو وہ آپ کو واپس کرنا ہوگا

۴ - اَب آپ اسی مقام سے واپس مدینہ تشریف لے جائیں ۔

آج دنیا کی کوئی سوسائٹی، عقل مندوں کی کوئی محفل بٹھا دو ! اور اس فیصلہ پر دستخط کرا دو !

کسی سیاست دان اور کسی عقل پر بھروسہ کرنے والے سے پوچھو کہ یہ فیصلہ بھی کوئی فیصلہ ہے ؟

حضرات ! میں کیا بیان کروں ۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجئے ! دفتروں کے دفتر چھان

ماریئے ! جب سے نبیٔ آدم اس دھرتی پر آباد ہوئے ہیں ایسا فیصلہ کسی نے مانا ہے ! ورنہ آئندہ

کوئی تسلیم کرے گا ——

کیا کہہ رہا ہوں

ساری کائنات میں شکست تسلیم کرلی، اس کرۂ ارضی پر ہار مان گئے ! اپنے آدمی ان کے

ہاں چلے گئے تو وہ واپس نہیں کریں گے ۔ اب آئندہ زندگی کا ایک ایک شعبہ آنکھوں کے

کے سامنے ہے ۔

معاہدہ

پھر یہ معاہدہ کوئی زبانی کلام نہیں بلکہ ایک باضابطہ تحریری معاہدہ ہے ۔

قریش مکہ نے ایک سادہ کاغذ پر آپؐ سے لکھنے اور تحریر کرنے کی بابت عرض کیا ۔

آپ نے سرورق پر من محمد رسول اللہ۔ لکھ دیا اس پر قریش مکہ نے احتجاجاً عرض کیا کہ ہمارا اور آپ کا سارا تنازعہ صرف اسی ایک لفظ "رسول اللہ" پر تو ہے اگر ہم مان جائیں تو یہ سارا معاملہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے "رسول اللہ" کا لفظ کاٹ کر "محمد بن عبداللہ" تحریر فرما دیجئے۔ یہ برادری کی بات تھی۔ پھر چچیرے بھائی ہ آپ نے فرمایا کہ اچھا لکھ لیجئے ساتھی حیران ـــــ اور پوری کائنات انگشت بدنداں ـــــ!

خدایا ـــــ یہ کیا لکھا جا رہا ہے ، مگر! مقام نبوت اور ہوتا ہے تبھی تو حضرت امیرالمومنین شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بعض کافر کے لقب سے یاد کرتے ہیں وہ اسماعیل جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانثار پروانے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ

"انبیاء نوع دیگر اند و سائر بنی آدم نوع دیگر"۔

یعنی انبیاء ایک الگ قسم کے انسان ہیں اور باقی تمام انسان ایک جدا قسم کے!

کون جانے علیؓ اور عمرؓ کی نگاہ کیا سمجھ رہی ہے اس زینہ سے جو زینۃ اللہ سے ملتا ہے۔

وہاں کیا معاملہ ہے ، کس کی مجال ہے کہ وہ دم بھر سکے۔ جہاں ملائکہ بھی ہٹ کر کھڑے ہوں۔ رات دن نور نبوت سے مستنیر ہونے والے اس معاہدے کی تحریر سے ایک دفعہ تو حیران ہو کر رہ گئے۔

فتح مکہ

مگر جب یہ پیغام آیا کہ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ لو آج ہم نے آپؐ کو کھلی کھلی فتح نصیب کر دی ـــــ! کائنات کی نگاہوں میں جو شکست تھی اسے آج کھلی کھلی صورت میں

فتح سے بدلا جا رہا ہے۔

آپ حضرات کچھ سمجھے میں کیا کہہ رہا ہوں میں اس آیت کے ترجمے کی طرف ابھی نہیں جاتا۔ لوگوں نے اللہ جانے اس میں سے کیا کچھ نکالا ہے ـــــــ ؟

یارانِ طریقت نے یہاں عجیب و غریب باتیں کی ہیں۔ ان کے تبحر علمی نے جب جوش مارا تو فرما دیا کہ لیغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر، سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بخشش کا اب پتہ چلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس تبحر علمی پر ـــــــ ایک طرف تو یہ قصیدہ خوانی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا پورا پورا علم حاصل تھا اور دوسری طرف یہ کہ تیرہ برس مکہ کے اندر اور چھ برس مدینہ یعنی انیس برس آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ آپ کے گناہ بخشے گئے ہیں یا نہیں ـــــــ لیکن جب یہ آیت نازل ہو گئی تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب نجات ہو جائے گی اب گناہ بخشے گئے ہیں ، (معاذ اللہ) جسے اپنی نجات کا پتہ نہیں ہے وہ دنیا کی کشتی کو کیسے پار لگائے گا ـــــــ ؟ (استغفر اللہ)

معزز بن حضرات ! اس سلسلہ میں تین باتیں یاد رکھنا ضروری ہیں، نبوت، ختم نبوت عصمت نبوت ان کی مثال سورج جیسی سمجھئے۔ جس طرح سورج کی ٹکیا سے روشنی کا تعلق ہے کہ وہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں ان میں سے کسی چیز کا علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ سورج کی ٹکیا تو روشنی سے علیحدہ ہو سکتی ہے مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ مندرجہ بالا تینوں چیزوں کو ایک دوسری سے جدا جدا اور علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔

❦

عصمتِ انبیاء

جو آیت اس وقت آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی گئی ہے۔ اپنی بساط علمی کے مطابق اس کا ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

ترجمہ:۔ شَاهَدْنَاكَ مُشَاهِدَةً تَامَّةً كَامِلَةً غَيْرَ نَاقِصَةٍ ط

یعنی آپ پر سے تمام حجابات کھول دیئے تمام پردے اٹھا دیئے! جب میرے اور آپ کے درمیان کوئی حجاب ہی نہیں تو گناہ کیسے ؛ دراصل حجاب سبب بنتا ہے گناہ کا موجب ہوتا ہے۔ معصیت کا اور عصیان و معصیت کا سبب ہوتی ہے۔ غفلت اور معصیت کا حجاب اٹھا دیا گیا۔ گناہ تو درکنار یہاں خطا کا تصور تک نہیں آتا ——— !

بہر حال یہاں ایک بات کہہ گیا ہوں لِیَغْفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّر

ترجمہ:۔ تاکہ آپؐ کے اگلے اور پچھلے تمام درجات مساوی اور برابر کر دیئے جائیں۔ کیوں کہ اب تو میری بارگاہ میں آپ کی ہر وقت حضوری ہے اور حضوری میں غفلت نہیں ہو سکتی۔ جب غفلت نہ ہوئی تو خطا کا تصور بھی نہیں آیا کرتا۔

دعویٰ ہے عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بیان یہ ہے کہ آپ کو اپنی نجات کا علم نہیں تھا ؛

اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ آج پہلے دن اظہار نبوت کیا جا رہا ہے۔ یہ نبوت کی توہین ہے۔ یہ عقیدہ حرام ہے۔ بلکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن سے علم تھا کہ میں نبی ہوں جس دن حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور کہا تھا کہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یعنی آپ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھیں! جس نے آپؐ کو پیدا کیا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی دن سے کہ میں نبی آخر الزمان ہوں جو میرے ساتھ ہو جائے گا اسی کی نجات ہو گی۔ اور جو میرا ساتھ چھوڑ جائے گا اس کی نجات ہرگز نہ ہو سکے گی ——!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ ہوتا تو ایسے کیوں فرماتے ——؟

قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تُفْلِحُوْا!

یعنی اے کائنات کے بھٹکے ہوئے انسانو! اللہ کی حکمرانی اور الوہیت تسلیم کرلو۔ اس کے بعد تمہیں کامیابی نصیب ہو گی۔ اور نجات حاصل کر سکو گے۔ بھلا جو یہ کہہ رہا ہے اسے خود پتہ نہیں کہ میری بھی نجات ہو گی یا نہیں ——! استغفراللہ

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انقلاب انگیز پیغام میں کافروں کو ہبل کے بیٹوں کو اور لات کے بچوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَعْبُوْدَ، لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰه یہ بات کہہ دو نجات پا جاؤ گے ——!

یہاں کون مخاطب ہیں —— صرف مکے والے —— محض قریش مکہ ——؟

نہیں نہیں —— بلکہ پوری کائنات کے انسانوں کو دعوت دی جا رہی ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ۔ اے لوگو! خواہ عربی ہو یا عجمی ——؟ شمال میں ہو —— یا جنوب میں۔

مکتوباتِ نبویؐ

من محمد رسول اللہ الی قیصر

از محمد رسول اللہ بخدمت قیصر۔

من محمد رسول اللہ الی ھرقل اَسْلِمْ تَسْلَم

از محمد رسول اللہ بخدمت ہرقل۔ اسلام قبول کر لیجئے! سلامت رہو گے!

دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں کو یہ للکارا خواہ مخواہ دیا جا رہا ہے جنہیں خود یہ پتہ نہیں تھا کہ میری بھی نجات ہو گی یا نہیں ——؟

بخاری کو تو علم ہے کہ جو قرآن مانے گا۔ اس کی نجات ضرور ہو گی ——!

فتح و نصرت

حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ ناصح وحی امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے ——؟ آپ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہاں یہی فتح ہے ! کسی کو کیا خبر تھی کہ اس میں کیا راز مضمر تھا —— ! وہاں تو صرف ایک سال کے وقفہ کے بعد فتح و نصرت کی حقیقت ابھر کر بول رہی تھی اور یہ منظر آنکھوں کے سامنے تھا —— کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہو جائیگا اور پوری کائنات پر صرف اسلام ہی کا بول بالا ہو گا۔

حضرت شاہ صاحب نے ولولہ انگیز لہجہ میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

جیسے وہاں ظاہر شکست میں فتح و نصرت مضمر تھی ایسے ہی اللہ کے فضل سے بخاری بھی

یہ کہتا ہے کہ آج ساری دنیا ہمیں شکست خوردہ بتارہی ہے میں کہتا ہوں کہ آج ہماری فتح و نصرت کا نکھرا ہوا چہرہ مجھے سامنے دکھائی دے رہا ہے —— !

حضرات —— ! میں کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنے کی غرض سے نہیں حاضر ہوا تھا بلکہ یہ تو آل پاکستان تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس ملتان کا مختصر وقت میں مختصر الفاظ کے ساتھ افتتاح کیا ہے۔ آپ حضرات خلوص دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجلس احرار اسلام کو پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن نبوت سے جدا نہ فرمائے۔

آمین

میاں امیر الدّین (صدر انجمن حمایت اسلام لاہور)

بہرحال پنجاب اور خاص طور پر لاہور میں خلافت کی تحریک کے روح رواں سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم تھے، دونوں اپنے اپنے انداز کے بے نظیر مقرر تھے، ان کی سحر بیانی کا یہ عالم تھا کہ رات رات بھر فقط مسلمان ہی نہیں ہندو بھی مسحور کھڑے ان کی تقریر سنتے رہتے تھے، خاص طور پر سید بخاری مرحوم کی تقریر میں جو رس اور اثر تھا اس کا احساس آج بھی دلوں میں باقی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ دَور عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے خلوص کا دَور تھا، لہٰذا ان کی زبان میں اثر بھی تھا، وہ دل سے کہتے تھے، دل میں اترتے تھے۔ ایک بار یوں ہوا کہ ایک جلسے میں رات بارہ بجے کے قریب میں نے ایک ہندو بزرگ سے پوچھا کہ آپ بخاری صاحب کی تقریر اس توجہ سے کیوں سُن رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ بخاری کی تقریر میں بڑا مجا (مزا) ہے۔

احرار کانفرنس قادیاں کیسے ہوئی ؟
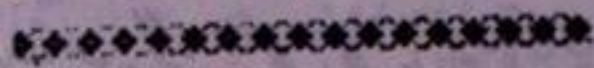
امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ نے آل پاکستان تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس ملتان میں حاضرین کے بے پناہ ہجوم کے سامنے اپنا آئینی مطالبہ پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

برادرانِ محترم و معزز خواتین !

میں اس وقت کوئی تقریر کرنے کی غرض سے آپ حضرات کے سامنے کھڑا نہیں ہوا۔ پاکستان کی مختلف جماعتیں جس طرح اپنے مطالبات پیش کرتی ہیں اسی طرح مجھے بھی آج اپنا ایک "آئینی مطالبہ" پیش کرنا ہے۔

مسلمان اور مرزائی

۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مجلس احرار اسلام نے سرزمین قادیان میں ایک تبلیغ کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس سلسلہ میں اخبارات میں اعلان اور مختلف اشتہارات شائع کر کے عوام الناس کو پوری طرح مطلع کر دیا گیا۔ کانفرنس کی تیاریاں بڑے زوروں پر تھیں۔

اس میں شرکت کے لئے ہندوستان بھر سے علماء کرام اور مندوبین جوق در جوق آ رہے تھے۔

مرزائیوں نے گورنر پنجاب سے مل ملا کر حکومت کی طرف سے یہ اعلان کرا دیا۔ کہ سرزمین قادیان میں احرار کانفرنس نہ ہونے پائے۔

چنانچہ کانفرنس کو روکنے کے لئے فوج منگوائی گئی۔ پولیس افسران پہنچے اور سمال ٹاؤن قادیان میں بہت سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

اب حدودِ قادیان کی پیمائش شروع ہو گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پیمائش کیلئے فیتہ بھی ساتھ لایا گیا۔ اور قادیان کی حدود کو ناپا گیا کہ اتنے فٹ اور اتنے انچ تم قادیان کی حدود سے باہر رہو۔ میں کھڑا تھا اور زمین ناپی جا رہی تھی۔ کہ اس حد سے باہر جلسہ ہو سکتا ہے۔ اور کانفرنس کا پنڈال بنایا جا سکتا ہے۔ شہری حلقہ آبادی میں ہماری کانفرنس روک دی گئی اور ہمارے سارے انتظامات جوں کے توں رہ گئے۔

ہمارے ساتھ یہ کس وقت معاملہ درپیش ہوا؟ کیا اس وقت جب قادیان میں سوائے مرزائیوں کے دوسرا کوئی مسلمان بھی رہائش پذیر نہ تھا؟ نہیں بلکہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قادیان میں ہزاروں کی تعداد میں بھی مستقل رہائش اختیار کر رہے تھے اور مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی تھے، دوسرے مذاہب کے لوگ بھی بستے تھے۔ اور مرزا غلام احمد کے متبع بھی آباد تھے۔

قادیان میں مسلمانوں کی اپنی ملکیتی زمین تھی، ان کے اتنے مکانات بھی تھے، جہانتک مسلمان آبادی کے صحیح اعداد و شمار کا تعلق ہے وہ تعداد تو اس وقت مجھے یاد نہیں ہے البتہ اتنا ضرور تھا کہ تین ہزار کے قریب مسلمان قادیان کی حدود میں آباد تھے، اب تین ہزار مسلمانوں کی آبادی قادیان کے اندر رہائش پذیر ہے وہ اگر اتنی مذہبی تعلیم و تبلیغ کے سلسلہ

میں اپنا کوئی جلسہ کرنا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں ہے کہ وہ جلسہ کرسکیں۔ اس کے بالمقابل ان مرزائیوں کی تعداد جو قادیان میں رہتے تھے وہ ساڑھے چھ ہزار کے قریب تھی۔ یعنی وہ اکثریت (MAJARATY) میں تھے اور مسلمان اقلیت (MAJARATY) میں تھے۔

الغرض حکومت نے قادیان کی حدود کے اندر ہمیں جلسہ کرنے کی کبھی اجازت نہ دی اور صرف قادیان پر ہی کیا موقوف ہے۔ جہاں بھی مرزائیوں کی معمولی اکثریت ہوتی ہے وہاں کیا مجال ہے کہ کوئی مسلمان جاکر اپنے مذہبی خیالات کا اظہار بھی کرسکے۔ انہوں نے گورداسپور ضلع کے کسی دیہات میں بھی مسلمانوں کا غلبہ نہیں ہونے دیا۔

حضرات! یہ ایک آئینی بات ہے، جب کوئی مسلمان ان مقامات پر جہاں مرزائیوں کی اکثریت ہے، اپنا مذہبی، تبلیغی جلسہ نہیں کرسکتا تو پھر مرزائیوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مسلمان اکثریت والے شہروں، قصبوں اور دیہات میں آکر کفر و ارتداد کی تبلیغ کریں۔ جس طرح دین اسلام کی تبلیغ سے ہمیں روکتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان کے دجل و فریب سے مسلمانوں کو گمراہ نہ ہونے دیں اور انہیں برملا ٹوک دیں۔ اور اپنے شہروں میں ان کے جلسے بند کردیں۔

قادیان کا کوئی مسلمان بتاسکتا ہے کہ وہاں اس نے کسی مسلمان کی دکان سے گوشت خرید کر کھایا ہو۔ کسی مسلمان دکاندار سے دودھ، دہی لیا ہو۔ مسلمان تو وہاں دودھ دہی کی دکان تک نہ کھول سکا۔ مسلمان مجبور تھا کہ اگر وہ خورد و نوش کے سلسلہ کی کوئی چیز لے کر کھانا چاہے تو مرزائی کے ہاتھ سے اور مرزائی کی دکان سے خرید کر کھا سکتا تھا۔ لیکن مرزائی ایسا کوئی نہیں تھا جو مسلمان کی دکان سے کوئی سودا خرید کرتا ہو۔ تجارتی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ

مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ تھا۔

ایک غلط فہمی

حضرات! میں ایک آئینی بات عرض کرتا ہوں۔ جب اس ملک کے اندر ایک ایسی امت بن گئی ہے۔ جنہوں نے بے چارے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے تو ہم بھی اس ملک کے ایک شریف شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں اسی حیثیت سے اپنے کچھ حقوق کا مطالبہ کرنا ہے۔

لوگ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مجلس احرار اسلام اب "الیکشن بازی" سے الگ ہو گئی ہے۔ اب اسے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں رہی۔

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم لوگ مر گئے ہیں؟ ہم نے اس ملک کو چھوڑ دیا ہے؟ ہم نے اپنے ملک اور اپنے حقوق سے کنارا کشی نہیں کی، ملک کا کوئی شریف انسان ایسا نہیں ہو سکتا جو اپنے حقوق شہریت زائل کر دے ہمیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہنا، بات کرنا ہے، تجارت و ملازمت میں حصہ کیا ہے۔ ہمارے بچوں نے یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے اور جو بچے تعلیم حاصل کر چکے ہیں انہیں اسی ملک میں ملازمت کرنا ہے۔ غرضیکہ یہاں تمام ملکی حقوق میں ہمارا دخل ہو گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سول نافرمانی اور ڈائرکٹ ایکشن ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ حقوق حاصل کیے جائیں۔ بلکہ ایک شریفانہ طریقہ بھی ہے جس سے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ جس امت اور جس قوم کا عقیدہ اور عمل یہ ہو کہ ان کی اکثریت میں کوئی شریف مسلمان نہ رہ سکے۔ تو پھر اس قوم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت میں رہائش اختیار کریں۔

ملتان ہی کو لیجیئے! یہاں لاکھوں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ یہ مسلمانوں کی اکثریت کا اچھا خاصا مرکز ہے۔

اس شہر میں مرزائیوں کا وجود اتنی حیثیت رکھتا ہے جتنی کہ اُڑد پر سفیدی وہ کون سا آئین ہے جو انہیں حق دیتا ہے کہ ایسے علاقہ میں یہ اپنا جلسہ کر سکیں۔

مرکزِ مرزائیت (ربوہ) اور مسلمان

مرزائیوں کے دوسرے شہروں کا تو ذکر چھوڑیئے! قادیان کی بات تو اب پرانی ہو گئی یہی ربوہ ہی کو لیجیے جو اس وقت پاکستان میں مرزائیوں کا ایک اہم مرکز ہے۔ وہی چودہ کروڑ روپے کا ایک انمول خطہ جو فرانسس موڈی نے "اس خود کاشتہ پودے" کو کوڑیوں کے عوض دیا۔

کیا اس علاقے میں، اس سرزمین میں "عطاء اللہ شاہ بخاری" کو اجازت ہے کہ وہاں اسلامی تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی تقریر کر سکے۔ بخاری پر ہی کیا موقوف، مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی وہاں جا کر جلسہ کر سکتا ہے، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ اسی خطہ میں کوئی دکان کھول سکیں۔

ہمارے اس ملک میں کوئی ایسی ریاست موجود ہے۔ جہاں مسلمانوں کو جلسۂ عام کی قطعاً اجازت نہ ہو۔

میں اپنی یہ بات پاکستان کے ایک ایک شہری تک پہنچائے دیتا ہوں! ارباب حکومت کو مطلع کرتا ہوں کہ اس ملک کے ایک ایک شہر اور ایک ایک دیہات میں مرزائیوں نے اپنے مبلغ چھوڑ رکھے ہیں۔ جو ان سادہ لوح مسلمانوں کو ارتداد کی تبلیغ کرنے میں پوری چالاکی

سے کام کر رہے ہیں۔ اور بقول مولانا محمد علی صاحب جالندھری کہ وہ اپنی تبلیغ کے ذریعے مسلمان مردوں کو اغوا کر لیتے ہیں۔

ہاں! ہاں! تم ہنستے ہو مگر یہ ایک واقعہ ہے قادیان میں عورتوں اور بچوں کے اغوا کی وارداتوں کے علاوہ مردوں کا اغوا بھی ہوتا تھا۔

مرزائی ایک تانگہ پر سوار ہوتے اور اسے پوچھتے کہ تو کون ہے؟ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان بتا دیتا ہے تو اس کا تانگہ، اس کا گھوڑا۔ اور وہ خود نا معلوم کہاں پہنچا دیا جاتا۔ اس قسم کی وارداتیں تو سرزمین قادیان دار الامان کی روایاتی شان میں سے ہیں!

مرزائی مسلمانوں کے جان و مال، عزت و آبرو اور دین و ایمان پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کی عورتیں بے پردہ ہو کر اپنے پورے بناؤ سنگار کے ساتھ مسلمانوں کے گھروں میں آئیں اور وہ مسلم نوجوانوں کے ساتھ نہایت بے باکی سے گفتگو کریں۔ انہیں مرزائیت کے جال میں پھانسنے کی کوشش کریں۔ مرزائیوں کو شرم و حیا کا کچھ بھی تو پاس نہیں ہے۔ میں اپنے ملک کے ایک ایک فرد سے درخواست کرتا ہوں۔

اگر ربوہ میں بخاری کا جلسہ منعقد نہیں ہو سکتا۔ بخاری وہاں پر اسلام کی تبلیغ میں تقریر نہیں کر سکتا تو مرزا بشیر الدین محمود کو بھی کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں کفر و ارتداد کی تبلیغ کر سکے۔

کوئی مسلمان اپنے اپنے مقام پر کسی مرزائی کا جلسہ نہ ہونے دے۔ کسی مرزائی کو کسی جگہ بھی مرزائیت کے موضوع پر تقریر کرنے کی کوئی اجازت نہ دی جائے۔

مرزائیوں سے خطاب

حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ نے مرزائیوں کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے ولولہ انگیز لہجہ میں فرمایا مسلمانوں میں کفر و ارتداد پھیلانے کی تبلیغ سے باز آجاؤ! خفیہ طریق سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ نہ ڈالو انہیں ان کے دین حق سے گمراہ نہ کرو۔ اور اگر تم کسی صورت میں بھی باز نہیں آسکتے تو کھُل کر سامنے آجاؤ۔ ایک دن بیٹھ کر دو ٹوک فیصلہ کرلیں۔

میں نے ابھی پچھلے دنوں بہاول پور میں ایک تقریر کے دوران کہا تھا کہ بہاولپور سٹیٹ میں ایک اہم اجتماع منعقد کیا جائے۔ اس میں تمام مرزائی اور مسلمانوں کو شمولیت کی عام دعوت دی جائے۔ ہز ہائی نس نواب آف بہاول پور اس اجتماع کی صدارت کریں۔ مرزائیوں کی طرف سے مرزا بشیر الدین محمود آجائے اور مسلمانوں کی طرف سے میں پیش ہوتا ہوں۔ چنانچہ میں اور مرزا بشیر دونوں آپس میں تبادلہ خیالات کرلیں اور آخر میں صاحب صدر خود فیصلہ کردیں۔ یہ معاملہ ایک دن میں طے ہو جائے گا۔

ارکانِ حکومت کو انتباہ

آپ نے ارکانِ حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ حکومتِ پاکستان کے اربابِ اقتدار مرزائیت کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ مرزائیت کی اندرونی اور خفیہ سازشوں کو چشمہ لگا کر ذرا قریب سے پڑھیں۔ یہ ایک سلطنت کی موجودگی میں متوازی گورنمنٹ کس لئے؟ یہ امارت و وزارت کی باہمی تقسیم، یہ حکمرانہ نظم و نسق یہ فوجی تعلیم و تربیت کس خوبی

انقلاب کا پیش خیمہ ہے ؟

اگر میرے اس بر وقت انتباہ پر ارباب حکومت نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں ۔ ان مخدوش حالات کا بنظرِ غور مطالعہ نہ کیا تو یاد رکھو ! وہ دن دور نہیں جب ارکان حکومت اپنی حکومت کے ہوتے ہوئے ایک نئی حکومت کا وجود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ۔

ؔ فَسَوْفَ تَرَیٰ اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ

أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارٌ

آئینی مطالبہ

حضرات ! میں نے اپنی معروضات میں مختصر الفاظ میں وضاحت کر دی ہے کہ مرزائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا طریق عمل ہے ۔ اور مسلمان ان کے ساتھ کس فراخ دلی سے پیش آرہے ہیں ۔ اب میں اپنے آئینی مطالبے کے الفاظ کو دہرا کر اپنی گذارشات ختم کئے دیتا ہوں ۔

میں مرزا بشیر الدین محمود سے کہتا ہوں کہ اگر آپ مرزائیت کی تبلیغ کے سلسلہ کو بند نہیں کر سکتے اور یہاں مسلمانوں کے شہروں میں کھلے بندوں اپنے اجلاس منعقد کرتے ہیں تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہے کہ آپ مجھے ربوہ میں بلائیں اور مسلمانوں کو وہاں اپنے اجلاس قائم کر کے اسلام کی تبلیغ کرنے دیں ۔ اور وہاں ہماری حفاظت آپ کریں ۔ اور آپ کی حفاظت میں کروں ، امن کا ذمہ دار میں بنوں ——— چلو یہ بھی رہنے دو ۔ تمہارے مرکز ربوہ میں بھی امن کا ذمہ خود لیتا ہوں ۔ لیکن اگر آپ کسی مسلمان کو اپنے مرکز میں پھٹکنے تک نہ دیں ۔ ان کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کریں ۔ تو میں پاکستان کے ایک ایک فرد کو متنبہ

کرتا ہوں کہ کسی مرزائی کو اپنے شہر، اپنے قصبہ اور اپنے دیہاتوں میں مت آنے دو۔
انہیں اس مقام پر جہاں ہماری اکثریت ہے تقریر و تبلیغ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

؎ دلِ صد چاک سے الجھی تو نہ اچھا ہوگا
زلف سے کہہ دو کہ نہ پیچ کرے شانہ سے

حضرات! یہ میرا ایک آئینی مطالبہ ہے، قانونی حق ہے۔ اسے میں کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ اور اگر میرے اس مطالبے کی رکاوٹ کے لئے کوئی مستحکم دیوار بھی سامنے حائل ہو جائے تو انشاء اللہ دیوار گرادی جائے گی۔

عظمتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مکان کی چھوٹی سی بیٹھک میں اپنے حلقۂ متبعین میں بیٹھے تھے۔ کہ مزار مخدوم حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم مرید حسین مرحوم اپنے ہونہار فرزند مخدوم سجاد حسین اور دیگر مریدوں کی ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ تشریف لائے۔

مخدوم صاحب کی آمد پر حضرت شاہ صاحب سراپا استقبال بن گئے نہایت عزت و اکرام کے ساتھ انہیں بٹھایا۔ مخدوم مرید حسین صاحب نے اپنے سالانہ اجلاس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں شرکتِ اجلاس اور خطابِ عام کی خصوصی درخواست کی۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ مخدوم صاحب! اس خدمت کے لئے آپ نے خود تشریف لانے کی زحمت کیوں برداشت کی۔ آپ اپنے خدام میں سے کسی کو بھیج دیتے میں حاضر ہو جاتا۔

مزار حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ پر چند دن سے اجلاس منعقد ہو رہے تھے۔ جن میں ملک کے نامور علمائے کرام خطاب کر چکے تھے۔ آج آخری اجلاس تھا۔

کہ خطبہ مسنونہ کے ساتھ آپ نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔

کلمۂ حق

صدرِ محترم! برادران اسلام۔ اور معزز و محترم خواتین!

اس جلسہ میں میری حاضری حضرت مخدوم صاحب کے امتثالِ امر کے طور پر ہے۔ ان کے ارشاد عالی سے انکار میرے لئے ممکن نہیں۔ اجس محفل اور جس محل میں خطاب کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ چاہیئے تھا کہ اس عظمت کے اعتبار سے ملک کی بڑی ہستیاں یہاں تشریف لاتیں۔ (آپ نے پاکستان کے چند ممتاز علمائے کرام کے نام بھی لئے) لیکن یہ بڑے حضرات کہاں تشریف لائیں گے۔ کیونکہ ان کو تو فرصت نہیں گھر سے نکلنے کی۔ یہ در بدر پھرنا میری ہی قسمت میں لکھا ہے۔

کلمۂ حق پہنچانے کے لئے محل اور مکان کی بحث نہیں۔ مکین سے ہے۔ وہ جہاں کہیں ہو۔ تلوار کی دھار پر ہو۔ سکول میں ہو۔ کسی مدرسہ کا جلسہ ہو۔ مجھے تو جانے سے غرض ہے۔ اگر کوئی شخص جہنم کے کنارے پر بھی کھڑا ہو کر قرآن سننا چاہے۔ تو بخاری اسے بھی سنائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ محل خواہ کیسا ہو مکین کی وجہ سے خصوصی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک چہار دیواری بنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

"وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى"

یعنی مقام ابراہیم کو عبادت گاہ بناؤ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس مقام کو عبادت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس مقام کو صرف مکین کی خاطر عظمت دی گئی۔

حضرت شاہ صاحب حسبِ پروگرام جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے ! حدِ نگاہ تک انسانوں کا جم غفیر موجود تھا ! حاضرین نے شاہ صاحب کی آمد پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے جب امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج پیدا ہوئی تو شاہ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر خاموشی کا اشارہ کیا ۔ مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا ۔ لوگ —— گوش بر آواز تھے دیکھئے ۔ شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں —— ؛

مکان کی نہیں مکین کی عظمت

شاہ صاحب ۔ خطاب کے لئے کرسی نشین ہوتے تو مخدوم صاحب کے ایک عزیز نے آپ کی تقریر کو محفوظ کرنے کے لئے ریکارڈنگ مشین سامنے رکھی اور پھر مائیکرفون کے ساتھ اس کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی ۔ شاہ صاحب نے لاؤڈ سپیکر کے ساتھ کچھ دوسرے آلات نصب کرتے دیکھ کر دریافت کیا —— بھائی —— ! یہ کیا کر رہے ہو ۔ انہوں نے جواب میں ریکارڈنگ مشین کا تذکرہ کیا ۔

حضرت شاہ صاحب نے جلال آمیز لہجہ میں فرمایا ۔ میرے سامنے سے یہ مشین اٹھا لیجئے ۔ میں ایسے ذریعوں اور واسطوں کا قائل نہیں ہوں ۔ میری ریکارڈنگ مشین میری قوم ہے ۔ جو میرے سامنے بیٹھی ہے ۔ جو کچھ مجھے ریکارڈ کرنا ہے ۔ وہ اسی —— میں کرنا ہے —— ! مجھے براہِ راست بات کرنے دیجئے ۔

بس ! یہ کہہ کر ۔ آپ نے اپنے مخصوص وجد آفریں لہجہ میں تلاوتِ قرآن مجید شروع کی ۔ فضا میں ایک ارتعاش تھا —— ! یوں محسوس ہو رہا تھا ۔ کہ پورا ماحول تلاوت آیات کے ساتھ جھوم رہا ہے ۔ استغراق اور محویت کا عجب سماں بندھ چکا تھا ۔

آج جہاں یہ اجلاس ہو رہا ہے وہاں بھی ایک خدا کا برگزیدہ بندہ لیٹ رہا ہے اور جہاں اللہ والے ہوں وہاں انوار و برکات کا نزول ہوا کرتا ہے۔

آپ نے حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کی بزرگی اور انکی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

یہی ملتان جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے . . . مختلف حکمرانوں کے عروج و زوال کا زمانہ دیکھا ہے۔ ان کی سلطنتیں ختم ہوگئیں۔ مضبوط اور مستحکم قلعے غائب ہو گئے۔ محلات کا نام و نشاں باقی نہ رہا۔ ان مزارات پر قبّے آپ کو کیوں نظر آ رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے نیچے جو بنیادیں موجود ہیں وہ مضبوط ہیں ان قبوں کا کوئی کمال نہیں نہ اسلام انہیں کوئی درجہ دیتا ہے اگر کمال ہے تو صرف مکین کا۔

آمنہ کے لعلؐ کی عظمت شان

حضرت امیر شریعت نے محل اور مکین کے عنوان سے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے انتہائی پرسوز اور کرب انگیز لہجہ میں فرمایا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا نے جس قوم کو آمنہ کا لعلؐ دیا ہو، جسے امام الانبیاء، فخر رسل، باعث کل، پیغمبر آخر الزماں ملا ہو اسے اور کیا چاہیئے؟

ذرہ ذرہ بجودے نصیب ما شدہ است
بگو ندیم کہ اکنوں ببرہمن چہ رسد

جس قوم کو ایسا محبوب خدا ملا ہو کہ رب العزت اس کی شان میں خود فرمائیں۔

سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

الَّذِی بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰاتِنَا الْکُبْرٰی ۔!

پاک ہے وہ ذات باری تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی ۔ وہ اللہ جو اپنے بندے کو لے گیا ۔ پیغمبر علیہ السلام خود نہیں گئے ۔ انہوں نے اس بات کا اعلان نہیں کیا کہ میں خود گیا ہوں بلکہ وہاں سے واپسی پر اعلان کیا تھا ، کہ وہ اللہ بڑی شان والا ہے اور پاک ہے ـــــ جو آسمان کی بلندیوں سے آگے تک لے گیا ۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک انسان وہاں تک کیسے چلا گیا ۔؟ ہم چونکہ اتنی بلندیوں اور رفعتوں کو نہیں پا سکتے ۔ اس لئے ان کی ذات گرامی کے بارے میں بھی فیصلہ دے دیا کہ وہ بھی نہیں گئے ہونگے ۔

بھائی ! اللہ میاں فرما رہے ہیں کہ انہیں میں لے گیا ہوں ! ـــــ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لے گیا اپنے بندے کو ۔ عبد سے مراد روح مع الجسد ہے ۔ جسم اور روح دونوں اکٹھے ہوں تو عبد بنتا ہے ۔ دونوں میں سے کوئی بھی علیحدہ علیحدہ ہو تو اسے عبد نہیں کہا جا سکتا تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ یہ نور آسمان تک کیسے چلا گیا ؟ اس پر نہیں کہ وہ نور صحرائے عرب میں کیسے آیا ۔ اس نے دانت شہید کرائے ۔ مخالفوں کے طعنے برداشت کئے ۔ جسم لہولہان کرایا ۔ زخمی ہوا ۔ تیر کھائے ! اس پر تعجب نہیں صرف آسمانوں پر جانے پر تعجب ہے ۔

حضرت تھانویؒ کا استدلال

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آپؐ آسمان پر تشریف لے گئے تو تمام نظام معطل کر دیا گیا ۔ زہریلی ہوائیں بند ہیں ۔ سرد اور گرم ہوائیں روک دی گئی ہیں

زمین و آسمان کی تمام حرکتیں بند کر دی گئیں۔ جو چیز جہاں تھی اُسے وہیں ٹھہرنے کا حکم دے دیا گیا۔ دروازے کی کنڈیاں۔ بستر ے کی معمولی حرارت۔ پانی کا بہاؤ۔ اپنے اپنے حال میں سب رُکے ہوئے ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جب بادشاہ کی سواری آجائے تو سارا نظام معطل کر دیا جاتا ہے۔ اور یہاں تو احکم الحاکمین نے شاہنشاہ دو عالم کو اپنے پاس بلوایا تھا۔ اتنی بڑی شان والی سواری آئے۔ تو استقبال بھی اتنے ہی اہتمام سے ہونا چاہیئے تھا،

آپ نے فرمایا۔ یہ سب محل اور مکین کا اثر ہے۔ عطار کی دکان میں دماغ کی پرواز اور ہوتی ہے۔ غلاظت کے ڈھیر کے پاس اور میدان جنگ میں اور مغنی کے پاس اور جس طرح مقام کے بدلنے سے اثرات بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح مکین کے اثرات ہیں۔ جیسا مکین ہوگا۔ ویسے ہی اثرات ہوں گے!

رفقاءِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امیر شریعت نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس بیان کرتے ہوئے حیرت انگیز لہجہ میں فرمایا۔

بعض کم ظرف اعتراض کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھی نہ ملے۔ اور نعوذ باللہ۔ جو ملے وہ منافق اور کافر تھے! جن کے گھروں کا آٹا خود نبوت نے گوندھا ہو نبی ——— اور منافقوں کے رشتے ناطے کرے؟ ——— وہ ذات ——— جس سے تمام انبیاء کرام کو نبوت ملی۔ اس کو ساتھی نہ مل سکے؟

آپ نے اپنے روایتی جلال آمیز لہجہ میں فرمایا۔

میں ایک بڑا ہی گنہگار ہوں ۔ اس کا یہ حال کہ اس کی مجلس میں بدمعاش نہ رہ سکے ۔ اس کی جماعت میں شرابی نہیں رہ سکتا ۔ منافق کے لئے گنجائش نہیں ۔ ابھی کل ہی کی بات ہے ۔ ملک تقسیم ہوا ۔ لوٹا جنہوں نے لوٹا ۔ آپ ایک رضا کار بتلایئے جس کے گھر سے لوٹ کھسوٹ کی ایک سوئی مِلی ہو ۔ مجھ کو تو ایسے ساتھی مل گئے ۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جن کی خاطر یہ کائنات پیدا کی گئی اسے ساتھی نہ مل سکے ۔ اور اگر ملے تو منافق ملے ـــــ ؟ نعوذ باللہ

وہ جس کو ساتھی نہ ملے وہ محمد کوئی اور ہوگا ۔ وہ محمدؐ ، جو آمنہ کے لعلؐ ۔ عبداللہ کے بیٹےؐ اور عبدالمطلب کے پوتےؐ ہیں ۔ اس کے تو ساتھی منافق تھے ۔ اس کے ساتھی زندگی میں ساتھی ۔ اور جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے ۔ تو وہ جاں نثار ساتھی رفاقت کا دم بھرنے قبر میں ساتھ رہے ۔ اور اب بھی روضۂ اطہر کے اندر آپ کا ساتھ دے رہے ہیں ۔

نطق محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امیر شریعت نے قرآن پاک کی آیت وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وحی یوحیٰ ـــــ ! آیت کریمہ تلاوت کر کے ۔ اس کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لب ہلائیں ۔ تو خدا کی منظوری سے آپؐ بات کا ارادہ ظاہر کریں ۔ تو اللہ تعالیٰ فوراً وحی نازل فرما دیں ۔ میں کم ظرف لوگوں سے پوچھتا ہوں ۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قبول کرتے ہوئے قبلت کہا تھا ۔ تو از خود کہا تھا یا قبلت ـــــ خدا کے فرمان کے مطابق نزول وحی کے بعد کہا تھا ـــــ ؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حلقۂ زوجیت

میں داخل کرنے کے اس وقت تک مجاز نہیں۔ جب تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی ہو ـــــ کہ ـــــ اے میرے محبوب! اب آپ قَبِلتُ کہہ کر ـــــ اسے رفیقۂ حیات بنا لیجیے!

شاہ صاحب نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوتے فرمایا۔ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح جس کے ساتھ کیا۔ اس کی صفات، اس کی خوبیاں، اس کے محاسن، اس کا خاندان اس کا علم، غرضیکہ ہر ممکن طریق سے دیکھ بھال کے اطمینان حاصل کیا۔ ان امور کی ذمہ داری مجھ پر ـــــ!

ایسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جب رفیقۂ حیات کا مسئلہ سامنے آیا۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے یونہی منظوری دے دی۔ کہ نعوذ باللہ سرورِ دو عالم کو شادی کے لئے کوئی مسلمان گھرانہ نہ مل سکا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اللہ تعالیٰ نے خود بخود تجویز فرمایا۔ اور جب اس رشتہ کو قبول کرتے ہوتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلت کہا تو وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی کی رُو سے خدا تعالیٰ کی باقاعدہ منظوری سے ہی کہا تھا۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ آج جو عورتیں ساری ساری رات سینماؤں میں رہیں۔ وہ تو مومن اور وہ جن کے گھر پیغمبر آخر الزماںؐ موجود ہوں۔ جبریلؑ جن کے گھر آئیں! جن کی مرضی کے مطابق قرآن پاک کی آیات نازل ہوں۔ وہ منافق ـــــ؟

بینی جہاں را خود را نہ بینی؟
تا چند ناداں غافل نشینی!

شاہ صاحب نے فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ علیہم کے متعلق عقیدہ غلط ہوا تو نبوت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

قرآن تو کہتا ہے ۔

یا ایُّھَا النَّبِی جَاھِدِ الکُفَّارَ وَالمُنَافِقِینَ وَاغلُظ عَلَیھِم !

اے نبی ! تو ان کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کر اور ان پر خوب سختی کر !

وہ محمدؐ ایک سے تو فرماتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا رشتہ دو ! اور ایک کو خود بیٹیوں کے رشتے دے رہے ہیں ۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے ۔ کیا کر رہے ہو ۔ اور کس پر اعتراض کر رہے ہو ــــــ ؟

کیا نبیؐ کو اپنے ساتھیوں کا پتہ نہ چل سکا تھا ۔ ؟ اور اگر پتہ چلا تو خدا کا ۔ آسمان و زمین کا اور خدا کے بے بہا خزانوں کا ۔ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھیوں کے نفاق کا علم تھا ۔ تو پردہ کیوں ڈالا گیا ۔ ؟ (نعوذ باللہ) پھر دونوں برابر ــــــ !

شاہ صاحب نے فرمایا ۔ میری مجلس میں بیٹھ کر اور میرے ساتھی ہو کر انگریز کا دوست نہیں بن سکتا ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ملے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے دوست سے دشمنی ۔ ؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست سے دشمنی ــــــ حضرت محمدؐ سے دشمنی ہے ! خدا سے دشمنی ہے ۔ !!

سنسکرت کے لفظ نرادھار کا معنٰی

حضرت امیر شریعت نے سلسلۂ تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا ــــــ !

صفات باری تعالیٰ میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ تمام دنیا کسی نہ کسی طریق سے خدا کو ضرور مانتی ہے ۔ اور یہ بھی کہ خدا ایک ہے ۔ ! قل ھُوَ اللہ اَحَدَ اللہُ الصَّمَدَ

ایک مرتبہ جیل میں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے مترجم قرآن کریم کی تلاوت اور باآواز بلند ترجمہ کرتے ہوئے جب سورۂ اخلاص سے اللہ الصمد کا ترجمہ اللہ "نرادہار" کیا تو قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک پنڈت نے (غالباً اس کا نام شنکر لال شرما تھا) سُن کر مجھ سے دریافت کیا۔

شاہ صاحب! "نرادھار" — سنسکرت کا لفظ ہے۔ آپ کو اس کا ترجمہ معلوم ہے؟ میں نے کہا سنسکرت کا تو مجھے پتہ نہیں۔ البتہ صمد کا معنیٰ بے نیاز ہے تو اس پنڈت نے بتایا کہ "نرادہار" اس ذات کو کہتے ہیں "جس کا کام کس بن نہ رکے اور جس بن کس کا کام نہ چلے یعنی وہ ذات جس کا کوئی کام کسی کی وجہ سے رک نہ جائے اور جس کے بغیر کسی کا بھی کوئی کام چل نہ سکے —! ایسی ذات کو نرادہار کہتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے بے مثل ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خدا کے بندے ہونے کی حیثیت سے نبوت و رسالت اور اپنی ذات و صفات کے معاملے میں بے مثل اور معصوم ہیں۔ آپؐ سے پہلے انبیاء کرام ایک خاص قوم اور خاص وقت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ آپؐ دنیائے انسانیت اور قیامت تک کے لئے نبی اور رسول بن کر تشریف لائے! پھر جس طرح آپؐ کا مرتبہ تمام انبیاء و رسل میں ممتاز ہے اسی طرح آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا اور آپ کی امت کا مرتبہ بلند اور ممتاز ہے۔!

اگر نبی کا دامن عصمت محفوظ ہے۔ تو سب کی خیر ہے۔ اور اگر یہ دامن تار تار ہو جائے۔ تو کسی کی خیر نہیں۔ پھر کچھ نہیں بچتا۔

آفتابِ رسالت کی موجودگی میں ٹمٹماتے چراغوں کی ضرورت کیوں؟

نبوت کی گود میں پلے ہوئے قریباً ایک ہزار صحابہؓ کی شہادت قبول مگر ـــــ جھوٹی نبوت کا وجود برداشت نہیں کیا گیا

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ـــــ کا سانحۂ ارتحال

ایک عظیم علمی نقصان

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے ایک عظیم الشان اجتماع عام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

برادران اسلام۔! کافی عرصہ کے بعد اس علاقے میں آنے کا اتفاق ہوا ہے، میری حاضری ایسی صورت میں ہو رہی ہے کہ توانا و تندرست نہیں ہوں، رفتہ رفتہ اعضاء و جوارح جواب دے رہے ہیں۔

اس سے پہلے ۱۳، دسمبر ۱۹۴۹ء کو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اچانک سانحۂ ارتحال کی المناک اطلاع ملی تو بہاولپور آیا تھا، آپ جانتے ہیں کہ ان دنوں ضعف و ناتوانی کے باعث کسی قسم کی تقریر اور بیان سے عاجز ہوں، لیکن جب حضرت علامہ کی جدائی کی خبر ملی تو دل کو سخت دھکا سا لگا، زبان رک گئی، قدم لڑکھڑانے لگے، اسی ناگفتنی حالت میں حضرت علامہ عثمانیؒ کی وفات گاہ پہنچا۔ تو ان کے شاگرد مولانا بدر عالم ان کی میت کے پاس رنجیدہ کھڑے تھے، میں نے ان سے کہا اجازت ہو تو حضرت کی آخری زیارت کر لوں، انہوں نے فرمایا آپ تو ان کے سبھی کچھ ہیں، مولانا بدر عالم نے حضرت عثمانیؒ کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو یوں محسوس ہوا کہ مولانا۔ نہایت سکون کے ساتھ آرام فرما ہیں، موت کے قطعاً آثار نظر نہ آتے تھے، انہیں دیکھتے ہی ایسی رقت طاری ہو گئی کہ آج تک سنبھل نہیں سکا ہوں

حضرت علامہ عثمانی بزرگ تھے، استاد تھے، اساتذہ کے استاد، مجھے ان سے قریب کی نیازمندی تھی مجھ پر ان کی شفقت تھی، محبت تھی، ان کی خوبیاں کیا کیا بیان کروں، انکی بردباری اور ان کے تحمّل و برداشت اور ذرہ نوازی کا یہ عالم تھا کہ میں نے انہی کی صدارت میں ایک مرتبہ انہی کے موقف کے خلاف تین گھنٹے تقریر کی، مگر جب تقریر ختم ہوئی تو مولانا نے اُٹھ کر مجھے گلے لگالیا، کتنے وسیع ظرف کے لوگ تھے، ان کی وفات نے مجھے نڈھال کر دیا ہے، پاکستان سے آج بہت بڑا مفسّرِ قرآن، ایک جلیل القدر محدّث اور فقیہ اُٹھ گیا ہے، علم و فضل کا ایک بحرِ ذخار ختم ہو گیا ہے،

نواسۂ رسول بھی مدعیٔ نبوّت بن جاتے تو ؟

حضرات ! اس اجتماع میں کل سے جو باتیں ہم سب سن رہے ہیں، میں نہیں سمجھتا یہ بحث کیا ہے ؟ سچا تھا، جھوٹا تھا، نبی تھا، نہیں تھا، عیسٰی تھا، مہدی تھا، مجدّد تھا ایسا تھا ویسا تھا، گڑ تھا یا مٹی کے ڈھیلے تھے، یہ باتیں میری سمجھ سے تو بالا ہیں، یہ ایک مصیبت ہے استرے کی مالا ہے جو گلے میں پڑ گئی ہے کیونکہ مرزا غلام احمد نہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتا اور نہ یہ بحث چھڑتی۔!

یہاں سیرت النبی کا جلسہ منعقد ہوا ہے، سیرت کے مقدس تذکرے میں مرزا قادیانی کا نام لینا سخت گستاخی اور اہانت سمجھتا ہوں، ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

میں جب قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ارتقاء کی منزلیں طے ہو رہی ہیں، حضورؐ "جوامع الکلم" کا کلام پڑھتا ہوں تو علوم و معارف کا بحرِ ناپید اکنار

سامنے آجاتا ہے، فقہاء کرام ہیں کہ حضورؐ کا فرمان پیش نظر رکھ کر بات کرتے ہیں — اور ایک یہ آیا ہے گوڈاسپور میں پچاس الماریوں والا ؎

نا دیدنی کی دید سے ہونا ہے خون دل
بے دست و پا کو دیدہ بینا نہ چاہیئے

مرزا غلام احمد کیا اگر نبیؐ کے نواسہ حضرت حسینؓ بھی نبوت کا دعویٰ کرتے، حضرت سیدۃ النساءؓ فاطمہؓ بھی نبوت و رسالت کی دعویدار بن جاتیں (جو کہ ناممکنات میں سے ہے اور کوئی اسکا تصور بھی نہیں کرسکتا) تو کیا ہم مان لیتے؟ (نعوذ باللہ) امت میں اس عنوان پر کبھی صدق و کذب کی بات ہوئی ہے نہ بحث و مذاکرہ۔ یہ مسئلہ اور یہ عنوان تو بحث و مناظرے کا نہیں تلوار کا ہے اور پہلے خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، نے صدق و کذب کی بحث نہیں چھیڑی تھی، ارتداد کا خاتمہ کرنا اور بیخ و بُن سے اکھاڑ کے ایسے فتنوں کا ہمیشہ کے لئے سدِ باب کرنا "امیر المومنین" کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے۔!

دین و مذہب کے مقاصد

حضرات محترم —! دین و مذہب کے دو مقاصد ہیں دنیا میں فلاح و کامیابی اور آخرت میں نجات، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو انہی مقاصد کی تعلیم دی ہے کسی خاص علاقے، کسی مخصوص قریہ اور بستی، اور کسی ایک ملک کے لئے مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ پوری کائنات انسانی کے لئے خدا تعالیٰ کا آخری پیغام لے کر آئے تھے،

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

کہ اے پیغمبر! تیرا دائرہ نبوت و رسالت پوری دنیائے انسانیت تک وسیع ہے:

بحمداللہ! قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات کریمہ اس کے ثبوت کے طور پر پیش کرسکتا ہوں۔

حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کل جہانوں کے ہادی و مرشد بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں اگر زمین کے علاوہ کسی اور کرّے میں یا کسی اور ستارے پر انسانی زندگی موجود ہو تو حضور سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بھی نبی اور رسول اور ان کے ہادی و مرشد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی اور رسول دنیاوی تعلیم کی اساس پر لکھا پڑھا مبعوث نہیں فرمایا! —— اور ایسا شخص نبی کیسے ہوسکتا ہے جو کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے، اس کے استاد کا درجہ بہرحال شاگرد سے بلند ہوگا، اسی طرح کوئی نبی مصنف نہیں ہوتا کہ وحی و الہام کی باتیں خود تصنیف کرکے لوگوں سے کہدے کہ یہ وحی الٰہی اور خدا کا کلام ہے۔ نبی تو خدا کا کلام سنانے آتا ہے، اپنی کتابیں لکھنے نہیں آیا تھا۔!

مگر انگریز نے یہاں ایک کتب فروش، ایک پانچویں فیل شخص کو —— مدعی بنایا ہے جس نے شروع میں یہ کہا تھا کہ میں براہین احمدیہ کی پچاس جلدیں لکھوں گا، ان پچاس جلدوں کی قیمت پیشگی وصول کرکے صرف پانچ جلدیں لکھ کر اعلان کردیا کہ پچاس اور پانچ میں صرف ایک صفر ہی کا فرق تو ہے بس میرا وعدہ پورا ہوگیا۔

تکمیلِ نعمت

انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے اوقات اور اپنے اپنے علاقے میں بے شمار

نبیؑ اور رسول تشریف لاتے ۔ ہر نبیؑ اور رسولؑ اپنے بعد آنے والے نبیؑ اور رسوؑل کی بعثت کا اعلان بھی کرتا رہا مگر جب آمنہؓ کے لال ، ہادی کامل کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں ۔

یہ عقیدۂ ختم نبوت ہی کے تحفظ کی بات تھی جس کے لئے حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے مقابلے اور فتنۂ انکارِ ختم نبوت کی ہمیشہ کے لئے سرکوبی اور سدباب کی خاطر نبوت کی گود میں پلے ہوئے ایک ہزار کے قریب صحابۂ کرام کی شہادت قبول کرلی ـــــ مگر کسی کذاب و جدّال کا وجود برداشت نہ کیا ،

میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ نازل کرکے اپنی تمام نعمتوں کی تکمیل کردی ہے اور دین اسلام کو آخری دین و مذہب کے طور منتخب کرلیا اور اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے تو اب کس ضرورت کے لئے نئے نبی کی جانب نگاہ اٹھانے کی گنجائش رہ جاتی ہے ، وہ کون سا مسئلہ ہے جسے حل کرنے کے لئے اسلام بے بس اور معذور رہے اور "نعوذ باللہ" مرزا غلام احمد اس کا حل پیش کرنے پر مجبور ہوا ہے

یاد رکھو ! آفتاب رسالت کی موجودگی میں ٹمٹماتے چراغوں اور اندھی کانی بتیوں کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ، میں ارباب حکومت سے بھی کہوں گا کہ اس ملک میں اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تبلیغ جرم نہیں تو حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ختم نبوت کی عظمت بیان کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا — ! اور اگر کسی نے میرا راستہ روکنا چاہا تو اپنے انجام کی وہ خود فکر کرے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں پھر جو ہونا ہے وہ ہو جائے گا اور جو ہو گا دیکھا جائے گا ،

جنوری ۱۹۵۰ء

خدمت گذاری کی روشن مثال

"ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد" کا عملی مظاہرہ لاہور سنٹرل جیل میں دیکھنے کا موقع ملا ، جب حضرت امیر شریعت اپنے دیگر رفقار زنداں کے ساتھ لاہور سنٹرل جیل میں تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وضو اور طہارت کے لیے "حضرت مولینا سید محمد احمد قادری صدر مجلس عمل" کو پانی کا لوٹا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری پیش کر رہے ہیں، حتیٰ کہ بیت الخلاء کے دروازے تک لوٹا پکڑے ساتھ جا رہے ہیں ۔

تمام رفقار زنداں نے بصد اصرار حضرت شاہ صاحب سے یہ خدمت اپنے ذمے لینے کی کوشش کی مگر شاہ صاحب کسی طریقے سے بھی نہ مانے اور کسی دوسرے کو یہ خدمت انجام دینے کی اجازت دینے پر آمادہ نہ ہوئے ۔

جب دینی مدرسے ضبط، اور علماء کرام تختۂ دار پر لٹکا دئے گئے

فرنگی سامراج کے ظلم وستم کی داستان کس کس کو سناؤں؟

خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کے ایک دینی مدرسہ کے جلسہ میں حضرتؒ امیر شریعت کا خطاب

حضرات! کافی عرصہ کے بعد آج مجھے یہاں حاضری کا موقع ملا ہے، کبھی اسی قصبے (خانگڑھ[1]) میں رہائش اختیار کئے تھا، یہاں تباہ کن سیلاب آنے کے بعد ملتان جانا پڑا، دربدری میری قسمت میں لکھی ہوتی ہے، کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی امرتسر، کبھی خانگڑھ، کبھی ملتان، کبھی ریل اور کبھی جیل، —— اب بیمار ہوں، فالج زدہ ہوں، آج آپ کے سامنے بیٹھ کر تقریر کر رہا ہوں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھڑے ہو کر تقریر کرنے کے قابل بنا دے (آمین)

حضرات گرامی - یہ ایک دینی مدرسے کا جلسہ ہے، یہ مدرسے ۱۸۵۷ء کے بعد شروع ہوئے ہیں جب یہاں پر فرنگی سامراج نے اپنی گرفت مضبوط کر کے دین اسلام کا نام لینے والوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، دینی مدرسوں کے ذرائع ختم کر دئے گئے تھے، ان لوگوں نے مجبور ہو کر لوگوں سے چندہ مانگنا شروع کیا ورنہ مغلیہ سلطنت میں علم وفضل کی بڑی قدر ومنزلت تھی، مدرسوں کے نام پر بڑی جاگیریں تھیں، علماء بادشاہوں کے درباروں میں جا کر چندہ اور دینی کاموں کی خاطر مانگتے تھے، بلکہ بادشاہ خود دربار میں آ کر ان علماء اور دینی اداروں کو مالی امداد دینے کا اعلان کیا کرتے تھے،

—— یہ ناگفتنی صورت اس وقت پیدا ہوئی جب انگریز کا منحوس قدم اس سرزمین

---

[1] قیام پاکستان کے بعد حضرتؒ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے ہجرت کر کے ضلع مظفر گڑھ کے مشہور قصبہ خان گڑھ میں معروف قومی رہنما نواب زادہ نصر اللہ خاں کے ہاں مقیم ہوئے،

میں آیا، اس نے آتے ہی مدرسے بند کر دئے، علم و آگہی کے دروازوں پر قفل لگا دئے گئے علماء کرام کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا، ان سے جیل خانے بھر دئے گئے، علماء کو کالے پانی اور عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں، نادر و نایاب کتب خانے نذر آتش کر دئے گئے نہ کوئی کتاب رہنے دی گئی اور نہ کوئی کتب خانہ باقی چھوڑا۔ ان دنوں علماء کرام نے حافظے کی بنیاد پر نئے سرے سے کتابیں لکھیں، یہ علم الصیغہ جو آج ہمارے مدرسوں میں داخل نصاب ہے یہ کالے پانی ہی میں لکھا گیا تھا، اس کے مصنف مولانا فضل حق خیر آبادی بہت بڑے عالم دین بھی تھے اور فرنگیوں سے نبرد آزما جلیل القدر مجاہد بھی،

دینی مدرسوں کی جگہ سکول کالج

حضرات محترم! میں کس کس کو یہ قصۂ درد سناؤں، اور کس کس کے سامنے یہ داستان غم بیان کروں کہ فرنگی سامراج نے سرزمین ہند میں قدم رکھتے ہی دین و مذہب کے نام لیوا اور اسلام کے ساتھ عقیدہ و وابستگی رکھنے والوں کا کیا حشر کیا؟۔ ان کے مکانات، ان کے مدرسے ضبط کر لئے گئے، اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان دینی تعلیم گاہوں کی جگہ انگریزی سکول اور کالج قائم کئے تھے،

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ رہیل کھنڈ میں دس ہزار اور بنگال میں اسی ہزار مدرسے موجود تھے، جن میں قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کا درس جاری تھا، انہی کی بدولت بے شمار ہندو اور دوسرے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، یا وہ عقیدۃً اسلام اور مسلمانوں کے قریب آئے، ان سے مانوس ہوئے،

نیز یہ بھی ہوا کہ غریب اور کمزوروں کے بچے تو دین کی جانب ہوئے اور بڑے بڑے

سرمایہ داروں، وڈیروں، امیروں اور جاگیرداروں کی اولاد سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل ہو کر انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوتی اور فرنگی کی تہذیب و معاشرت اختیار کرنے لگی، کیونکہ انہیں اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ ملازمت اور بڑے بڑے عہدے ملیں گے، لیکن اس کے مقابلے میں دینی مدرسے کا فارغ التحصیل عالم دین نانِ جویں کا محتاج، اور اس کے لئے ملازمت کے دروازے بند،

سکولوں اور کالجوں میں تعلیم یافتہ معاشرے میں معزز اس کے لئے کرسی حاضر، لیکن دینی اور اسلامی مدرسے میں تعلیم پانے والے ایک جلیل القدر عالم، محدث اور فقیہہ کا کوئی اعزاز نہیں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کو سرکاری ایڈ ملے۔ ملازمت ملے، نوکر چاکر ملیں، جاگیریں عطا ہوں، لیکن اسلامی مدرسے ضبط، مدرسین جیل خانوں میں جکڑے ہوئے ہوں، تختہ دار پر انکی گردنیں کھنچوا دی جائیں، ان کے بال بچوں کو دربدر ٹھوکریں اور جگہ جگہ دھتکار ——؟

یہ تباہی کون لایا ——؟

سامعین —— (انگریز)

حضرت امیر شریعت نے گونجدار آواز اور پرجوش لہجے میں فرمایا

نہیں نہیں —— صرف انگریز ہی نہیں اس کی ذریت (اولاد) بھی اس میں برابر کی شریک ہے، اور تباہی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یاد رکھو۔! جب تک انگریزی نظام تعلیم، انگریزی تہذیب و تمدن، اور فرنگی سامراج کے ایک ایک نقش قدم کو مٹا نہیں دیا جاتا تباہی و بربادی کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔!

دینی تعلیم کی شمعیں

حضرات محترم۔ انگریز حکمرانوں اور فرنگی سامراج کے ان اسلام دشمن اقدامات اور

ان کی مسلم کش سرگرمیوں کے سدّباب کے لئے علماء کرام نے ہر محاذ پر مورچہ بندی کی، سیاسی، تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ہر محاذ اور ہر مرحلے میں اپنی خدمات پیش کیں، ہر جگہ ان کا مقابلہ کیا آفرین ہے ان مقابلہ کرنے والوں پر، کیسے کیسے بہادر "ماں دے لال" سامنے آئے،

علماء نے سوچا۔ انگریزی تعلیم کے مقابلے میں دینی تعلیم کی شمعیں روشن کی جائیں، چنانچہ اس برصغیر میں جگہ جگہ دینی مدرسے قائم کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور مدرسہ چلانے کے لئے لوگوں سے چندہ وصول کرنے پر مجبور ہوئے، کہ لوگوں سے مانگ کر ان بچوں کو کھلاؤ، پہناؤ، پڑھاؤ ! ؎ خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے کہ در وے بود قیل و قال محمد

ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کی تعلیم کو فروغ ملے، اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کا تحفظ ہو، تعلیم اسلام کی خاطر ہو، روپے کی خاطر نہ ہو، آج انگریزی تعلیم کے حصول کا مقصد صرف جلبِ زر اور دنیا ہے ہاں اگر کوئی انگریزی زبان اس مقصد کے لئے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دین اسلام کی تبلیغ ہو گی تو یہ بھی دینی تعلیم شمار ہو گی،

اسلام کیسے پھیلا؟

حضرت امیر شریعت نے اپنا سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ آج آپ دفتروں میں چلے جائیے، کچہریوں، پولیس اسٹیشنوں، دیوانی اور فوجداری محکموں غرضیکہ کسی جگہ بھی جائیے وہاں آپ کو دین اسلام کی جھلک نظر آئے گی، کسی جگہ بھی اسلامی قانون نہیں، کسی جگہ کوئی اسلامی ضابطۂ حیات نظر نہیں آتا، ہر شعبہ زندگی سے اسلام رخصت ہوتا دکھائی دے رہا ہے،

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ (او کما قال علیہ السلام)

حضور کا ارشاد گرامی ہے اسلام کا ایک اجنبی (اوپرا) غریب کی حیثیت میں آغاز ہوا تھا۔ اور اس پر ایک ایسا وقت پھر آجائے گا کہ معاشرے میں اجنبی اور غریب حیثیت اختیار کر جائے گا، پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو ایسے حالات میں اسلام پر عمل پیرا ہو کر اجنبی اور غریب حیثیت میں زندگی بسر کر رہے ہوں گے،

حدیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلام کو زیادہ تر غریب اور بے وسیلہ لوگوں نے ہی سینے سے لگایا ہے، اور زندگی کے ہر دور میں دینی طبقہ ہی ہمیشہ اجنبی اور غریب سمجھا گیا ہے، پھر اسلام کو انہی مفلوک الحال اور غریب لوگوں ہی کے اخلاق حسنہ اور انکے حسن کردار و عمل سے فروغ اور تقویت ملی ہے،

اسلام تلوار کے زور سے، اور قوت وطاقت کے مظاہرے سے نہیں، بندوق اور توپ و تفنگ کے خوف سے نہیں بلکہ اللہ والوں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے حسن اخلاق، انکے پاکیزہ کردار اور علماء و اولیاء کی نگاہِ فیض رساں سے پھیلا ہے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، سلطان الہند حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ اجمعین، سبحان اللہ! کیسے کیسے جلیل القدر محدث، عالم، فقیہ اور صوفیاء کرام گذرے ہیں، یہی وہ بزرگان دین، اور اللہ کے نیک بندے تھے جن کے شب و روز اسلام ہی کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوتے تھے۔ ان بزرگوں نے کیا کیا خدمات انجام دیں اور کتنے عظیم الشان کارنامے انجام دئے، ان کے احوال و واقعات ان مدرسہ والوں سے پوچھو ان گدڑی پوشوں اور خانقاہ نشینوں سے معلوم کرو —— ! انگریزی تعلیم کے دلدادہ اور فرنگی

تہذیب سے آراستہ دنیادار کیا جائیں۔

پتہ۔ پتہ۔ بوٹا۔ بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے جانے گل ہی جانے باغ تو سارا جانے ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ۹۰ لاکھ ہندوؤں نے کلمۂ حق پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے، حضرت خواجہ فرید الدین مسعودؒ پاکپٹن شریف والوں کے ہاتھ پر روزانہ دو سو غیر مسلم اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا کرتے تھے، اس جگہ کا نام "اجودھن" تھا مگر جب یہاں پر اللہ والا آیا تو پاکپتن ہو گیا،

فرنگیوں نے ہمارے بزرگوں کے مرکزوں کے نام بگاڑ کر "پاکپٹن" بنا دیا۔ یہ اولیاء کرام جہاں کہیں مسند نشین ہوئے اپنے گرد و پیش کو منور کرتے گئے اور اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے رہے،

حضرت علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) معلم بھی تھے، مدرس بھی تھے، مزکی بھی لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنے والے۔ یہی وہ بزرگانِ دین تھے جن کی بدولت آج ہم لوگ مسلمان ہوئے ورنہ یہ انگریز اور یہ غیر مسلم تو لے ڈوبے تھے ہمیں،

علماء کرام کی خدمات اور تحفظِ اسلام کے یہ مراکز

برادرانِ اسلام۔ میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کہ سرزمین ہند میں علماء کرام کو کن قیامت خیز حالات سے گذرنا پڑا ہے، انہوں نے کیسے کیسے کٹھن مراحل طے کئے ہیں! بایں ہمہ انہوں نے اسی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں سوچا کہ فرنگی کے بنائے ہوئے سکولوں، کالجوں سے

دین رخصت ہو رہا ہے ، چنانچہ دین کے تحفظ کے لئے انہوں نے چٹیل میدانوں اور ویرانوں میں خیمے نصب کر کے ، شامیانے تان کر قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کا سلسلہ شروع کیا ، اور بحمد اللہ اسی نہج پر مدارس عربیہ اور دینی جماعتوں کی کوششیں اب بھی جاری ہیں ، بہر حال دین اسلام انہی بزرگوں کے ذریعے اور واسطے سے ہم تک پہنچا یہ مدارس قرآن کریم کی تعلیمات کے مرکز ہیں ، کفر اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف یہ مضبوط بند ہیں ، یہ اسلام کے قلعے ہیں مدرسہ آج کی بات نہیں میرے نانا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب پہلا مدرسہ قائم کیا تو اس درس گاہ کے طالب علموں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں ، حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ دکھائی دیتے ہیں ، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ، جن کے علم و فضل جن کے تقویٰ و دیانت جن کی شرافت ، جن کی حیا ۔ جن کی پاکدامنی جن کی شرافت اور جن کی عزت و عظمت کا خدا گواہ ہے ،

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النّور)

وہ لوگ دنیا کے بندے ، مردار کے طالب ، زر اور زمین کے خواہشمند نہ تھے بلکہ ان کے شب و روز صرف اللہ کے ذکر و فکر میں صرف ہوتے تھے ، وہ تلوار کی دھار اور تعداد پر نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر بھروسہ کرنے والے تھے وہ اپنے اندر قوتِ ایمانی کی افزائش کے لئے سرگرم عمل رہا کرتے تھے ، یہ لوگ ، یہ پاکباز شخصیات ایک نمونۂ عمل تھیں ، حسن اخلاق و کردار کی مشعل راہ تھیں ، ان کے ہاتھ ، ان کے پاؤں ، ان کی زبانیں انکے قدم اللہ احکم الحاکمین کے حکم اور اس کے ارشاد کے بغیر ہرگز نہ اُٹھتے تھے ، تلوار کا وار بھی اسی جگہ ہوتا تھا جہاں حکم ہوتا تھا ، ورنہ گردن کے قریب گئی ہوئی تلوار کون روک سکتا ہے ——— ! ترازو کی مٹھی پر ان کا ایسا کنٹرول تھا کہ وہاں کم تولنے اور فریب دینے کا

تصور بھی موجود نہیں تھا، سرزمین مقدس میں اس کے اثرات آج بھی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں، ان کی صلح اور جنگ ان کی اپنی خواہشات، ان کے اپنے منصوبوں کی مرہون نہیں بلکہ اللہ اور اس کے آخری رسولؐ کے احکام و قوانین کے مطابق تھی،

یہ انہی بزرگوں کا فیض ہے کہ اسلام سرزمین مقدس سے اسی علاقے اور اس سرزمین ہند تک پہنچا ہے،

موتیوں کے تاجر اسلام کے مبلّغ

حضرت امیر شریعت نے سرزمین ہند میں اسلام آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ——

اس علاقے میں اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کو وسعت محمد بن قاسمؒ اور ان کے ساتھیوں کی آمد سے ملی ہے۔ لیکن اسلام کی روشنی سے یہ علاقہ پہلے ہی منوّر ہو چکا تھا، یہاں جب موتیوں کے عرب تاجر آئے تو یہاں کے ہندو اور دوسرے غیر مسلموں نے ان کے حُسنِ اخلاق، ان کے پاکیزہ کردار، تجارت میں ان کی صداقت، ان کی دیانت، معاملات میں ان کے سچے اور کھرے پن، ان کے سادہ لباس، ان کی حیاء و شرافت ان کی سج دھج، ان کی عبادت انکی نیکی ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تو ان غیر مسلموں کے دلوں پر انکی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا، ان کے نورانی چہروں سے صداقت اسلام کی کرنیں پھوٹتی نظر آنے لگیں، ان کے میٹھے بول اور پورے تول نے لوگوں کی کایا پلٹ کے رکھدی، وہ جہاں سے گذرتے لوگوں کی حیرت زدہ آنکھیں ان کا دُور دُور تک پیچھا کرتی تھیں،

لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ یہ تو فرشتے دکھائی دیتے ہیں، ان کا رنگ ڈھنگ، ان کی چال ڈھال نرالی تھی، ان کا پیکرِ جمیل سب کی

نگاہوں کا مرکز ہوتا تھا، ان کا چلنا پھرنا، ان کی نشست و برخاست، ان کی بول چال سب کچھ اسلام ہی کا مظہر تھا، وہ جدھر نکل جاتے اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے چلے جاتے، کفر و شرک کی ظلمتوں کے ڈیرے بقعہ نور بن جاتے،

احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے، یہ ایک شعر ہی اس کی مغفرت کیلئے کافی ہے

جہاں قدم نہیں گئے وہیں ہے رات آج تک ؎

وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا،

حضرت امیر شریعت نے فرمایا —— جاؤ! سندھ کا دورہ کر کے دیکھو! وہاں کی تہذیب و معاشرت کا جائزہ لو! جگہ جگہ اور قدم قدم پر اسلامی تعلیم و تہذیب کے نقوش نظر آئیں گے، سندھی زبان کا رسم الخط عربی ہے، عام پہناوا عربوں کے لباس سے ملتا جلتا۔ محرابی شکل میں ٹوپی کی ساخت، یہ سب کچھ تلوار کے زور سے نہیں بلکہ یہ محبت، اخلاق اور پیار کے مظاہرے ہیں، ظالموں اور جابروں کے اٹھ جانے کے بعد ان کے ساتھ محبت و الفت کے رشتے استوار نہیں ہوتے، ان کی تہذیبی و تمدنی یادیں قائم نہیں رکھی جاتیں، یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ فاتح سندھ محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد ایک مدت تک یہاں کے ہندو ان کی مورتی بنا کر اور ایک دیوتا کی حیثیت دے کر اسے پوجتے رہے۔ یہ جبر و کراہ نہیں بلکہ محبت اور تعلق خاطر کے مظاہرے ہیں۔ حضرات محترم۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اس سرزمین میں دین اسلام کی نشر و اشاعت انہی مدرسوں، دینی تعلیم گاہوں، علماء و اولیاء کے ہاتھوں انہی کے ذریعے اور اسی راستے سے ہوئی ہے، مظفر گڑھ سے لے کر ملتان، لاہور، حتیٰ کہ دہلی تک کے مدارس عربیہ انہی بزرگوں کے نقش قدم اور انہی کی یادگاریں ہیں۔! ؎

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است   عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است!

کلامِ الٰہی اور کلامِ رسولؐ میں امتیاز

حضرت امیرِ شریعت نے اپنا سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا،

اسلام کی تعلیمات میں دو باتوں کا فرق اور امتیاز قائم رکھنا ضروری ہے، قرآن کریم خداوند قدوس کا کلام ہے اور حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام - یا حدیث رسول کی بات اور قرآن خدا کی بات ہے

سیپارۂ کلام الٰہی خدا گواہ آں ہم عبارتے ز زبانِ محمد است

نازد بنامِ پاک محمد کلامِ پاک نازم باں کلام کہ جانِ محمدؐ است[1]!

یہ تو کمال حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پڑھتے خود ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اللہ میاں کا کلام ہے جس کی زبان مبارک سے کلام سرزد ہو وہ یہ اعلان کرے میرا نہیں میرے اللہ کا کلام ہے یہ آپ کی دیانت و امانت کا کمال ہے، اگر حضور وحیٔ الٰہی کی بابت یہ نہ فرماتے کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے تو خدا کی قسم قریش مکہ آپؐ کے قدم چومتے، اور دنیا کو فخریہ طور سے یہ بتایا کرتے کہ خاندان قریش میں ایک ایسا عظیم المرتبہ شاعر پیدا ہوا ہے،

میرے میاں صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کا کمال دیکھئے کہ اللہ میاں کے کلام کو کلام الٰہی اور اپنی بات کو اپنی، واضح کر کے بیان کرتے ہیں پھر خداوند قدوس کا اپنے اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے محبوب کی ذات پر لطف و کرم ملاحظہ کیجئے

---

[1] فارسی کے یہ نعتیہ اشعار حضرت امیر شریعت کے اپنے ہیں۔ جو آپ نے ۱۹۴۳ء میں لاہور کے ایک جلسہ میں شرکت کی غرض سے امرتسر سے بذریعہ لاری آتے ہوئے دوران سفر کہے تھے اور جلسہ عام میں سنائے تھے،

کہ حضور کے کلام کو انکا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا نطق، ان کا بولنا، انکا کلام کرنا میرا کلام کرنا ہے، پھر شاہ صاحب نے لحن داؤدی میں نہایت سحر آفرین لہجے میں آیت کریمہ کی تلاوت کی،

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

میرے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانب اور اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ ان کا بولنا، ان کا گفتگو کرنا، ان کا کلام سنانا۔ میری طرف سے اور میرے حکم کے مطابق ہوتا ہے، وہ وہی بولتے ہیں جو میں بلواتا ہوں ؎

گفتہ او گفتۂ اللہ ! بود
ہر چہ از حلقوم عبداللہ بود

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا میں اس طرح ترجمہ بیان کیا کرتا ہوں وَمَا يَنْطِقُ یعنی وہ لب نہیں ہلاتے اپنی جانب سے، اپنی خواہش سے گفتگو اور کلام کرنا تو اگلی بات ہے گفتگو کے لئے لب کشائی بھی اسی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتی ہے،

دیکھئے ——— میں تقریر کر رہا ہوں۔ اگر کوئی میرے دونوں لب، یہ دونوں ہونٹ پکڑ لے تو کیا مجھ میں بولنے، گفت گو کرنے، بات کہنے کی سکت رہ سکتی ہے؟

سامعین ——— ! نہیں

اعتراض کس پر؟

حضرت امیر شریعت نے پوری تفصیل کے ساتھ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق ——— اور قرآن کریم کی آیات کریمہ وَمَا يَنْطِقُ کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر جب رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے قَبِلْتُ کہا تھا کیا یہ نطق اللہ کے حکم سے نہیں تھا ـــــ ؟

او! بزرگوں کی توہین کرنے والو! میں تو ہنر بیان کرنے والا ہوں، عیب جوئی کو سخت گناہ سمجھتا ہوں، تم اعتراض کرتے ہو ـــــ اس پر حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں قبول کیوں کیا ـ ؟ اس موقع پر قَبِلْتُ کیوں کہا ؟ یہ نطق، یہ لب کشائی، یہ قبول کرنا اسی وقت ہوا جب میرے اللہ کا حکم ہوا ـــــ کہ اے محمدؐ! قَبِلْتُ کہدو ـــــ !

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو قبول کرنے کے لئے لب ہلائے گئے حکم نہ ہوتا تو نطق (بولنا) ممکن نہیں تھا،

کیوں بھائی ـ! ابھی میں نے بتایا ہے کہ کوئی لب پکڑلے دونوں ہونٹ بند کردے تو بولنا گفتگو کرنا، آواز نکالنا ممکن ہے،

سامعین ـــــ ہرگز نہیں ـ!

پھر اعتراض کرنے والوں اور حضورؐ کی ازواج مطہرات پر نکتہ چینی اور عیب جوئی کرنے کی گستاخانہ جسارت کرنے والوں کو سمجھنا چاہیئے کہ (نعوذ باللہ) وہ حضورؐ پر نہیں ـــــ اللہ میاں کی ذات اقدس پر اعتراض کر رہے ہیں ـ ؟ پچھلے دنوں مطالعہ کے دوران ایک روایت نگاہ سے گذری، امیر المومنین حضرت علی اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر آنا جانا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا، کَانَ مَاذُوْنًا ـــــ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے اذن اس کی اجازت، اور اس کے حکموں کے پابند تھے،

اعتراض کرنے والو! عقل سے کام لو! اعتراض کرتے وقت سوچ لو کس پر کر رہے ہو۔
اور اس کی زد میں کون کون آتا ہے؟ دوسروں کی عیب جوئی شریف آدمی کا کام نہیں ــــ
شیخ سعدیؒ نے اس نکتہ کو کیا خوب واضح کیا ہے ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب — دو انداز فرمود بر رُوئے آب
یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش — دگر آں کہ بر خویش خود بیں مباش!

مسلمانوں کا دورِ انحطاط۔

حضرت امیر شریعت نے نہایت پُرسوز انداز میں مسلمانوں کے زوال و انحطاط زندگی کے تمام دائروں سے اسلامی تعلیمات کے اخراج، دین اسلام سے بے رخی، مدارس عربیہ اور مذہبی جماعتوں کی کس مپرسی بیان کرتے ہوئے فرمایا! حضرات محترم۔! میں اس سرزمین میں اسلام کی آمد، اس کی وسعت وہمہ گیری اور مسلمانوں کے عروج و ترقی کے احوال وواقعات بیان کر رہا تھا، مگر اب یوں محسوس ہو رہا ہے گویا اسلام رفتہ رفتہ واپس ہو رہا ہے، ہماری زندگی کا ایک ایک دائرہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے خالی ہوتا جا رہا ہے،

میرے میاں، میرے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و اُمّی) نے ارشاد فرمایا ہے

بَدَءَ الاِسْلَامُ غَرِیْباً وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاء

(او کما قال علیہ السلام)

اسلام کا ایک اجنبی، ایک مسافر، ایک غریب کی حیثیت سے آغاز ہوا تھا اور عنقریب اس پر پھر وہی دور آجائے گا کہ زندگی کے تمام دائروں میں اس کی حیثیت ایک اجنبی، ایک مسافر

ایک رہ نورد، ایک غریب ومسکین کی ہو جائے گی، ہر جگہ، ہر مقام پر اسے اجنبی اور ان پہچانا سمجھا جائے گا،

لوگوں کے سامنے جب اسلام پیش کیا جائے گا، اس کی تعلیمات کا تذکرہ ہوگا تو لوگ کہیں گے، کس اسلام کی بات کرتے ہو، اسلام ہے کیا ــــ؟ اسلام ہے کہاں ــــ؟

اب دیکھ لیجئے۔ کہ اسلام کو اجنبی، مسافر اور غریب کا مقام دیا جا رہا ہے، جس طرح مسافر اپنے گھر گھاٹ کی جانب لوٹتا ہے اسی طرح اب یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اسلام اپنے مرکز کی طرف لوٹ رہا ہے،

مسافرت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے ایک دوسری حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا۔

سِرْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ كَعَابِرِيْ سَبِيْلٍ

(او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کہ دنیا میں اس طرح زندگی گذارو جیسے ایک مسافر، کہ ہمہ وقت اس کا دھیان اپنے گھر کی جانب لوٹنے پر مرکوز رہتا ہے، اسی طرح ہر انسان کو ہر وقت آخرت کی فکر رکھنی چاہیئے، تو یہاں پر اسلام کی مسافرت، اس کی اجنبیت کا معنٰی یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اسلام اور اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام گوشوں اس کے تمام پہلوؤں سے نکل جائے گا اور ہر مقام پر اسے اجنبی سمجھا جائے گا،

(یہاں پر شاہ صاحب نے گونجدار آواز اور پرجوش لہجے میں فرمایا)

خان گڑھ۔ اور مظفر گڑھ والو! سن لو! اور سوچو ــــ!

کہ دورِ حاضر میں غیروں کا نہیں خود اپنوں کا اسلام کے ساتھ کیا سلوک ہے؛ فرزندانِ اسلام

کی زندگیوں میں اسلام کو کیا قبولیت اور کیا مقام حاصل ہے۔ ؟

ہماری کچہریوں، وزارت وصدارت کی کرسیوں، ہمارے منبروں، ہماری خانقاہوں، ہماری شادیوں، ہماری اولادوں، ہماری بہو بیٹیوں، عورتوں، مردوں غرضیکہ ہماری زندگی کے تمام مراحل میں، تمام پہلوؤں میں کیا اسلام کی جھلک نظر آتی ہے،

کوئی روشنی ـــــ؟ کوئی چنگاری ـــــ؟ میں تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہیں سے کوئی چمک دکھائی دے۔ !

لے دے کے ـــــ یہ ملا لوگ، یہ مُصلّٰی نشین، یہ مدرسے والے قَالَ اللّٰہُ وَتعالیٰ وَقَالَ الرَّسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھونکوں سے اس چنگاری کو روشن کرنے اور اس ٹمٹماتے چراغ کی لَو بلند رکھنے کی کوششوں میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں، انہیں دیکھ کر کچھ اطمینان ہوتا ہے ؎

پارسایاں ہمہ نازند بہ زہد و طاعت
یک ندیم است کہ بر دامن ترمی نازد

شاہ صاحب نے گونجدار آواز میں فرمایا !

او ! طالب علمو ! استادو ! علماء ومفتیان کرام !

فکر نہ کرو ـــــ ! اپنا کام اپنی جدوجہد جاری رکھو ! کوئی بات نہیں، ہوا کیا ؟ آج اگر ـــــ یہ بازار مندا ہے، سرد ہے، کبھی تو پھر گرم ہوگا، اس اجڑے گلشن میں ضرور بہار آئے گی، کلیاں اور پھول مہکیں گے، اسلام کو اور مسلمانوں کو اسی طرح پھر عروج اور ترقی ملے گی،

شاہ صاحب نے فرمایا۔ بایں ہمہ، اسلام کی اس مسافرت کے دَور میں بھی ـــــ اسلام کہیں مہمان نظر آتا ہے تو ان علماء کرام، ان مولویوں، ان مدرسوں دین کے ان طالبعلموں واعظوں، اسلام کے ان مبلغوں کے ہاں ہی دکھائی دیتا ہے جیسا کیسا بھی ہے، یہ لوگ سینے

سے لگائے ہوئے ہیں خدا وہ دن لائے کہ اسلام مسافر اور اجنبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمام دائروں تمام گوشوں اس کے تمام پہلوؤں میں حکمرانی کرتا ہوا نظر آئے، مسافر نہیں، مہمان اور اجنبی نہیں بلکہ مالک، غالب، اور ہر جگہ محبوب و متعارف دکھائی دے۔!

انبیاء۔ کمالِ فکر و تدبر اور فکر و شعور کے مالک

حضرت امیر شریعت نے امت مسلمہ کو سوچ فکر اور عمل کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا،

دورِ حاضر میں لوگ فکر و تدبر کی بات کرتے ہیں، سوچ سمجھ کا تذکرہ کرتے ہیں، میں علماء کرام صوفیاء عظام، بزرگوں اور ولیوں کا ادنیٰ کفش بردار ہوں، یہ لوگ فکر و تدبر والے ہوتے ہیں، لیکن میرا عقیدہ سن لو! کائنات انسانی میں سب سے بڑی سوچ، سب سے بڑی سمجھ اور کمال فکر و تدبر والی ذات نبی اور رسول کی ہوا کرتی ہے، نبی اگرچہ اُمّی ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے عطا کردہ کمال علم و شعور، فکر و آگہی کا سب سے بڑا مرکز و محور ہوتا ہے،

ایک مرتبہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے انبیاء و رُسل کے مرتبہ کی بابت دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا۔ اجی شاہ صاحب! یہ بھی کوئی مرتبہ ہے کہ چوبیس گھنٹے رہے بادشاہ کے دربار میں، نہ کہیں جائے نہ کسی سے بات کرے، مرتبہ تو یہ ہے کہ خالق و مالک اسے خود سکھائے، خود تعلیم دے، خود پڑھائے، اس کی خود تربیت کرے اور پھر اسے اپنا نمائندہ بنا کر لوگوں کی طرف مبعوث کرے۔ اور فرماتے۔ کہ جاؤ! میرے ان بندوں کو بھی سکھاؤ! شاہ صاحب نے اپنے مخصوص سحر آفریں لہجے میں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو سامعین جھوم گئے!

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعہ)

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ ہے جس نے اُمیوں میں اپنا رسول مبعوث فرمایا ،
ایک قرأت میں مِنْ اَنْفُسِهِمْ ان ہی میں سے ، نفیس تر ، عقل وفکر ، تدبر ، سوچ سمجھ
کے اعتبار سے بھی نفیس ترین ، جسم بھی نفیس تر ، اور خاندان بھی وہاں کا نفیس تر - قریش و بنی ہاشم
اللہ نے اپنا یہ رسول کس مقصد کی تکمیل کے لئے بھیجا ! يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ
تاکہ ان لوگوں کو خداوند قدوس کی آیات اور اس کا کلام سنائے وَيُزَكِّيهِمْ اور انکا تزکیہ نفس
کرے ، ان کے ظاہر و باطن کی طہارت اور پاکیزگی کا اہتمام کرے ، ان کے عقائد و نظریات
درست کرے ، کفر و شرک ، نفاق ، حسد ، بغض ، کینہ اور دوسری برائیوں کے کوڑھ کا علاج کرے
ان کے اخلاق ، ان کے کردار ، ان کی عادات ، ان کے طور طریقے ، درست کرے ، انہیں کھانے
پینے رہنے سہنے اٹھنے بیٹھنے ، ایک دوسرے سے معاملہ کرنے ، ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق و
محبت کے ساتھ پیش آنے ، اپنوں اور پرائیوں کے ساتھ اچھے سلوک کا مظاہرہ کرنے ، حتیٰ کہ
جنگ وجدل اور لڑائی جھگڑے کے مرحلوں میں دشمنوں ، کٹر مخالفوں کے ساتھ بھی رواداری
اور رحمدلی کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دے ، انہیں ایک بلند اخلاق انسان کے آداب زندگی
سکھائے ، انہیں حکمت ودانائی ، عقل وشعور ، فہم وادراک کی راہ دکھائے ، شاہ صاحب نے
يُزَكِّيهِمْ - کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کا رسول اس کا آخری پیغمبر مُزَکّی
بھی ہے اور تالِ القرآن بھی ، یعنی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایسا تزکیہ کرتا ہے
کہ ان کی سوچ ، فکر ، عقیدہ ، نگاہ ، ارادہ ہر چیز پاک صاف ہو جائے ، انبیاء اور اللہ کے
رسول ، پوری کائنات انسانی میں سے ممیز و ممتاز ہوتے ہیں ، حضرت شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں

"انبیاء نوع دیگر اند و سائر بنی آدم نوع دیگر" کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول نوع انسانی میں اپنی جداگانہ حیثیت کے مالک ہوتے ہیں اور عام لوگ دوسری قسم اور حیثیت کے،

یہ صوفیاء کرام علماءِ دین بھی تھے

حضرت امیر شریعت نے اپنے موضوع کو سمیٹتے ہوئے فرمایا

تو میں عرض کر رہا تھا کہ انسانوں کی اصلاح، لوگوں کی بہتری اور بھلائی کی خاطر انبیاء و رسول بھی آئے، اور دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور وسعت کیلئے صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تبع تابعین، محدثین کرام، علماء، و اولیاء اور صوفیاء بھی آئے، یہ صوفیاء اپنے دَور کے بہت بڑے عالم دین بھی تھے، کون بے وقوف کہتا ہے کہ حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بختیار کاکی حضرت خواجہ غلام فرید، حضرت علی ہجویری، حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی، حضرت شاہ رکن عالم اور دوسرے بزرگانِ دین اپنے دَور کے علماء نہ تھے، ان کے علم و فضل اور ان کے بلند مرتبے کی بابت وہی بات کرے یا لب کشائی کرے جو ان کے ہم پلّہ اور ان کا ہمعصر ہو، ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

اسلام کی ترویج و اشاعت میں مدارس عربیہ کی خدمات

حضرت امیر شریعت نے اپنے خطاب کے آخری حصہ میں فرمایا

حضرات میں ذکر کر رہا تھا، مدارس عربیہ کا، کتنی محنت و مشقت کے ساتھ ان لوگوں نے اسلام کی شمع روشن کئے رکھی، انہیں مُلّانے کہہ کر پکارا گیا، طعنے دئے گئے، ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کئے گئے، انہیں بھوکا پیاسا رکھا گیا، جمعرات کو خصوصی طور سے در در بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا، روٹی کے خشک ٹکڑے، باجرے کی روٹی، آلو دال کھا کھا کر اور مسجدوں کے صحن میں جھاڑو دے کر، مسجد کی نالیاں صاف کر کے بھی اسلام کو سینے سے لگائے رکھا، اور دوسری طرف فرنگی نے اس سرزمین پر اپنا منحوس قدم رکھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ جن لوگوں نے ان سے وفاداری کا دم بھرا، جو بھی ان کے کاسہ لیس بنے ان کو بڑی بڑی جاگیروں کا بلا شرکتِ غیرے مالک بنایا گیا، دفتروں میں انہیں کرسی کے اعزاز کا مستحق ٹھہرایا گیا،

پھر انہوں نے اپنے آقا و مربیٔ انگریز کو خوش رکھنے کی خاطر اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم سے بہرہ ور کیا اولاد کو مشن سکولوں میں داخل کرانے میں فخر محسوس کیا جانے لگا، ان عیسائی مشنری سکولوں کے ذریعے مسلمان بچے بچیوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے ذرائع فراہم کئے گئے ہائے کیا بتاؤں پھر یہاں پر کیا کچھ ہوا اور اب بھی کیا کچھ ہو رہا ہے۔؟

یہ بڑے بڑے ہوٹلوں، کلبوں، اور دیگر اداروں میں لڑکے لڑکیوں اور مردوں عورتوں کے مخلوط ناچ گانوں کی محفلوں میں کون شریک ہوتا ہے۔؟

مدرسوں کے مہتمم؟ دینی مدارس کے طالب علم۔؟ علماء کرام؟ مسجدوں کے امام خطیب مفتیان کرام۔؟

او! بھلے مانسو! بتاؤ۔ معاشرے کے بگاڑ۔ حالات کی خرابی، اخلاق و کردار کی بربادی و تباہی کا ذمہ دار کون ہے۔؟

یہ مدارس عربیہ؟ یا سکول کالج اور تمہاری یونیورسٹیاں؟ اسلام کا نظام تعلیم یا فرنگی

سامراج کا وضع کردہ نظام۔۔۔؟

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

کفر و شرک جہاں گیا ـــــ جہاں کہیں اس کا قدم آیا انسانیت، شرافت اور حیاء کافور ہوتی گئی۔۔۔!

جاؤ! جا کر کلکتہ کے کالے مندر کو دیکھو! وہاں پر "شوجی مہاراج" بھی ہیں۔ تین سو ساٹھ آسن بھی ـــــ!

اور ان کی پوجا کرنے والوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار، بڑے بڑے وکیل، بیرسٹر، وِدّوان ـــ! کم و بیش تیس کروڑ انسان ان کے جنگل میں پھنسے ہوئے تھے، انہیں وہاں سے کون نکال کر لایا۔؟ کوئی جاگیر دار ـــ؟ کوئی سرمایہ دار وصنعت کار ـــ؟ کوئی بیرسٹر۔؟ یہی ملا لوگ تھے۔ یہی دین اسلام کی تعلیم کا اہتمام کرنے والے، یہی اسلام کی شمعیں جلانے والے۔ یہی علماء وصوفیاء، یہی اجمیریؒ وسرہندی، یہی محدثین دہلیؒ، یہی ہجویریؒ دکاکیؒ یہی ملتانی وبھٹائیؒ تھے جنہوں نے کفر و شرک کے سمندروں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اسلام کے ساحلِ نجات سے ہمکنار کیا،

اسلام۔ آج مہمان ہے۔ مگر..........

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا

یہ درست ہے کہ اسلام آج اجنبی، غریب اور مہمان ہے، مگر ایک بات یاد رکھو۔! کہ یہ مہمان ہے بڑا وفادار ـــ! یہ جس گھر میں آیا، بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹوں کے رائیوں میں آیا ـــ تو انہیں دنیا بھر کے انسانوں کا راعی اور حکمران بنا دیا، یہ مہمان ـــ

کمزوروں، اور ضعیفوں میں آیا تو انہیں ناقابل تسخیر سپہ سالار، اور فاتح بنا دیا ——! مالداروں میں تو ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمان غنیؓ ہو گئے کہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر نثار کرنے والے ہو گئے ——! بچوں میں آیا تو علی المرتضیٰؓ ہو گئے، غلاموں میں آیا تو زید، کالے کلوٹے انسانوں کے ہاں آیا تو بلال حبشیؓ ہو گئے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر آسمانوں میں اس کے پاؤں کی آہٹ سنتے ہیں، یہ غریبوں اور بے کسوں میں آیا تو ابو ذر غفاریؓ نظر آتے ہیں، علم و فضل والوں کے ہاں دیکھئے تو ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ جیسی بلند مرتبہ شخصیات نمودار ہوئیں۔! جس ملک اور جس خطے میں یہ مہمان گیا نقشہ تبدیل کر کے رکھدیا، یہ مصر، یہ مراکش، یہ ہسپانیہ اور دوسرے ملک اسی کے فیض یافتہ، اسی کے مرہون منت، اور اسی مہمان کے اثرات اور اسی کے ثمرات ہیں، ؎

من نقش خطت دیدم من عکس رخت دیدم
در باغ و گلستانہا، در بادہ و ساغر ہم——!

اسلام جہاں نہیں پہنچا۔ اس کا جہاں سے گذر نہیں ہوا——!
وہ آج تک تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ لوگ اخلاقی بے راہ روی، اور روحانی کوڑھ میں مبتلا جان کنی کے عالم میں ہیں——!

دیکھ لو! آج ہر جگہ انسانیت دم توڑ رہی ہے، سسک رہی ہے، فتنہ و فساد، بے چینی اور اضطراب نے ہر خطہ زمین پر ڈیرے جما لئے ہیں، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندروں میں ہر جگہ فساد ہی فساد برپا ہے۔ میرا ایمان ہے میرا یقین ہے، کہ آج بھی دنیا اسلام کو اگر وہی مقام عطا کر دے اسے مہمان بنا لے تو آج بھی کایا پلٹ سکتی ہے،

او—— مدرسے والو! او—— طالب علمو! تم لوگوں نے جس طرح آج تک

اسلام کو سینے سے لگا کے رکھا ہے اسے سنبھالے رکھو۔! کیا ہوا۔ اگر آج مندا ہے سرد بازاری ہے گاہک کا ادھر سے گذر نہیں، وہ چمکیلی چیز کو سونا سمجھ رہا ہے —— حالانکہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ ساز د سکندری داند —!

لوگوں کا کیا ہے جس کے حصۂ اسفل میں راکھ لگی دیکھتے ہیں اسے ولی سمجھنے لگتے ہیں

ع نہ ہر کہ مُو بتر اشد قلندری داند

ایک وقت آئے گا کھرے کھوٹے کی انہیں ضرور پہچان ہو جائے گی تم اس مال کو سنبھال کے رکھو۔! تم قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ الرَّسُوْل کی شمع جلائے رکھو۔! کوئی ایک اللہ والا آگیا تو کایا پلٹ جائے گی، ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں!

سلسلۂ تعلیم جاری رکھو تعلیم روپے کے لئے، ملازمت کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، اس کی خوشنودی اور اسلام کی خاطر ہونی چاہیئے تعلیم روپے کی خاطر نہ ہو روپیہ تعلیم کی خاطر ہو، دینی تعلیم کے ان مدرسوں کو آباد رکھو۔ اگر ان کا وجود بھی نہ ہوتا تو آج دین اسلام کی تعلیمات سے ہم آشنا نہ رہتے، انہی مدرسوں سے ہمیں یہ تعلیم ملی کہ عقیدۂ ختم نبوت کیا ہے؟ قرآن حکیم کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرآن کریم ہی ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو دوسری سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ پلے کچھ نہ رہے گا، اگر نبوت و رسالت کا کروڑواں حصہ بھی ختم کر دیا جائے تو دین باقی نہیں رہ سکتا،

پھر شاہ صاحب نے لا الٰہ الا اللہ اور لا نبی بعدی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا وجود ان دونوں کے درمیان ہے، ایک طرف لا الٰہ الا اللہ ہے اور دوسری جانب لا نبی بعدی ہے، ان دونوں سے ہماری حفاظت ہے ایک چیز بھی علیحدہ ہوگئی تو اُمتِ مسلمہ کا وجود باقی نہیں رہتا، نہ لا الٰہ الا اللہ کو الگ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی حضور کے تاج ختم نبوت لا نبی بعدی کو ——!

حضرت امیر شریعت نے تقریر کے آخر میں قرآن کریم کی آیت کریمہ اپنے مخصوص حجازی لہجے میں تلاوت کی،

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات انسانی کو کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں،

اس آیت کریمہ میں اَیُّهَا النَّاس ہے۔ اے انسانو! اے آدمیو! اے بندے دے پُترو! جہاں کہیں انسان بستے ہیں، جہاں کہیں آدمی آباد ہیں، "بندے دے پُتر" ہیں ان سب کے لئے حضور رحمۃ للعلمین، سیّد وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں آپ کی موجودگی میں کسی بھی کذّاب و دجّال اور جھوٹے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے،

شاہ صاحب نے فرمایا۔ میں تو قرآن کریم کا مبلّغ ہوں، عقیدہ ختم نبوت بیان کرنے پر پابندی عائد کرنیوالوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر پابندی لگانا چاہتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ ہو سکے گا، قرآن کریم کی حفاظت تو اللہ میاں نے اپنے ذمّے لے رکھی ہے،

ختم نبوت کا عقیدہ بیان کرنے سے روکنے والو! سُن لو! تم خود مٹ جاؤ گے، تمہارا نام و نشان باقی نہ رہیگا لیکن قرآن کریم، اسلام، اور عقیدہ ختم نبوت ہمیشہ قائم و دائم اور زندہ و تابندہ رہیگا،

یہ شیعہ سُنّی تنازعہ

یہ فرقہ وارانہ فسادات

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے نہایت دردناک لہجے اور پُرسوز آواز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا

ملک کے مختلف حصوں میں شیعہ سنّی فساد اور فرقہ وارانہ تنازعے کی خبروں نے مجھے بے حد نڈھال کیا ہے، مسلمانوں نے معمولی باتوں پر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہایا اور اتحاد بین المسلمین کے سلسلے میں میری چالیس برس کی کوششیں برباد کر دی ہیں، اختلاف کی جڑ یہ بیان کی جاتی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہلا خلیفہ کیوں نہیں بنایا گیا۔ چوتھا خلیفہ کیوں منتخب کیا۔؟ اور دوسرا تعزیے کا جلوس ہے، جہاں تک تعزیے کی بات کا سوال ہے یہ ایک رسم ہے جو رواج پکڑ گئی ہے اس کے جواز کے لئے نہ تو آئمہ کرام کا کوئی قول ہے نہ سلف صالحین کا عمل اس کے ثبوت میں موجود ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ رسمیں رفتہ رفتہ دین کا حصہ بن جاتی ہیں، خود ہمارے سنّی بھائیوں میں بھی کئی رسمیں ایسا رواج پکڑ گئی ہیں کہ دین کا اب حصہ سمجھی جانے لگی ہیں،

حضرات محترم! میں کل سے یہاں بیٹھا ہوں، لیکن آپ نے مجھے سب سے پہلے تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا۔! کیا یہ میری بے عزتی نہیں۔؟

شاہ صاحب کے اس سوال پر لوگ حیران ہو گئے — ! کہ شاہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں

ضلع ملتان کے معروف قصبہ کنڈ سرگانہ میں ۲۶-۲۷ اگست ۱۹۵۷ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجتماع عظیم میں خطاب

شاہ صاحب نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا

مجھ سے پہلے مولانا عبدالستار صاحب نے تقریر کی وہ انصاری ہیں، مولانا محمد علی جالندھری کی جانب اشارہ کر کے فرمایا یہ ہمارے ناظم اعلیٰ آرائیں ہیں، اور میں اہل بیت کا ایک فرد، سید اور ہاشمی خاندان سے متعلق ہوں، کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں کہ جو لوگ غیر مسلموں سے آکر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے آل رسول سے پہلے ان لوگوں کو وقت دیا گیا، کیا یہ آلِ رسول کی توہین نہیں۔؟

شاہ صاحب نے سامعین سے اس سوال کا جواب طلب کیا، لوگ سراپا سکوت بنکر چپ چاپ بیٹھے رہے،

شاہ صاحب نے خود ہی سکوت توڑتے ہوئے فرمایا

آخر میں تقریر کرنا، اور یہاں سب سے بعد میں آکر خطاب کرنا میری بے عزتی نہیں تو ہی اس سے میری عزت اور توقیر میں کمی واقع ہوئی ہے

حضرت امیر شریعت نے اپنی بات کی وضاحت میں فرمایا

معراج کی رات کو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں تمام انبیاء علیہم السلام نے نماز ادا کی، حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے۔!

یہ آخر میں مبعوث ہونا عزت وعظمت کی علامت ہے یا (معاذ اللہ) بے عزتی کی،

سن لو۔! تمام مسلمانوں کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ حضور سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس مناسبت سے چاہیئے تو یہ تھا اور میرا عقیدہ سن لو۔! کہ جس طرح خاندان ہاشمی پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوا ہے اسی طرح خلافت راشدہ کا خاتمہ بھی خاندان ہاشمیہ پر ہو، اہلسنت

والجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خلافت راشدہ ختم —— اس طرح حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے خاتم —— اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے خاتم ۔ اس کے بعد سلطنت و ملوکیت کا آغاز ہو گیا، جہاں تک بادشاہت اور ملوکیت کا سوال ہے، ان میں کچھ اچھے بھی ہوتے ہیں اور برُے بھی،

میں چونکہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں اس لئے خواہش تو ہو سکتی ہے کہ میرے آباء واجداد کو پہلی خلافت ملتی، پھر حضرت شاہ صاحب نے خواہش کی تشریح میں ایک دلچسپ بات سنائی ۔ کہ سر سید سے کسی نے دریافت کیا کہ خلافت اولیٰ کا حقدار کون ہے ۔؟

سر سید نے جواب دیا مجھے اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت کہ حقدار کون —— ! اگر اس دَور میں خود ہوتا تو خلافت کا خود دعویدار ہوتا —— !

اصل بات یہی ہے کہ خاتم خلافت کا اعزاز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملنا تھا وہ انہیں مل گیا —— اگر ہم سب مسلمان اسی عقیدہ پر متفق ہو جائیں تو اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی ۔

یہ تعزیہ داری، جلوس اور جلسے تو معمولی باتیں ہیں، یہ رسم و رواج کی باتیں ہیں کوئی دین و مذہب کا حصہ نہیں، ہم نے معمولی باتوں کو اصل دین بنالیا ہے اور اس پر اختلاف و تصادم نے سنگین صورت اختیار کر لی ہے، اور اب تو خون خرابے تک نوبت آگئی ہے،

حضرت امیر شریعت نے فرمایا —— میری آخری بات سن لو! حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت و رسالت نہیں ۔ حضرت علیؓ کے بعد کوئی خلافت نہیں ——

اور پھر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ۔

اس جلسہ میں میری تقریر کے بعد کوئی تقریر نہیں ۔ کیوں بھائی —— ! خاتم کا معنی سمجھ آگیا،

علماء و مشائخ کی دینی خدمات

تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا طریقِ کار کیا تھا؟

خوشا مجلس و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بُود قیل و قالِ محمدؐ
امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

تمہید

صدرِ محترم! بزرگانِ ملت! برادرانِ عزیز! عام دستور کے مطابق اب جلسہ برخاست ہونے کا وقت ہے۔ پنجاب کے جلسے عموماً (رات کو) بارہ بجے ختم ہوجاتے ہیں۔ مگر پٹھانوں کے جلسے نرالے ہیں۔ اب میری تقریر کی ابتدا ہے۔؟

حضرات! آج ہماری جماعت "مسئلہ تردید مرزائیت" میں لگی ہوئی ہے۔ بہت دنوں سے "میں مسئلہ ترجیح" میں پھنسا ہوا ہوں۔ ترجیح کے معنی کسی ایک چیز کو دوسری چیز پر

جلسہ دستاربندی طلباء مدرسہ، تقریر، بمقام دارالعلوم اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

فضیلت دینے کے ہیں۔ اس پُر آشوب دور میں ترجیح کے قابل وہ مسئلہ ہے جس پر ہماری "جماعت احرار" مصروف عمل ہے۔ "میں دینی مدارس" "دارالعلوموں" اور "مذہبی، تبلیغی کاموں" کی ضرورت و اہمیت کا منکر نہیں؛ مگر ان تمام شعبوں کا بنیادی مسئلہ "تحفظ ختم نبوت"، تبلیغ کا پہلا اور اہم شعبہ ہے جس کا انکار قرآن و حدیث کا انکار اور بیخ کنی کے مترادف ہے۔ ختم نبوت کے اساسی عقیدہ میں ذرہ بھر بھی اگر فرق آجائے تو ایمان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ میں علماء و مشائخ کے اس اجتماع میں اپنے دکھ اور درد کا بھرا ہوا پیغام سنانے آیا ہوں۔ فیضی کا شعر جو بچپن سے یاد ہے، بے دریغ زبان پر آیا ؎

یا باخبری از خود و از ہر دو جہاں

یا بے خبری از خود و از ہر دو جہاں

اِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ

وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَۃُ اَعْظَم

محترم علماء کرام، معزز مشائخ کرام، گدی نشین حضرات! آپ کو کیا خبر؟ قادیانیت و مرزائیت کا فتنہ کتنی تیزی اور قوت و اشتغال کے ساتھ ہمارے پاکستان میں چل رہا ہے۔ برطانیہ کے اس خود کاشتہ پودے کے سر پر اب بھی برطانیہ کا ہاتھ ہے۔ آپ اس فتنہ کو معمولی فتنہ سمجھتے ہوئے اپنے درس و تدریس میں مصروف، صوفیاء کرام اور گوشہ نشین حضرات اپنے خلوت خانوں میں بیٹھ کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دنیا سے قطع تعلق اور کنارہ کشی کو اپنا منتہائے مقصود اور ذریعۂ فلاح سمجھ بیٹھے ہیں۔ ارے! ہم نے تو تبلیغ کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ میں تو اکیلا دعوت و ارشاد پر مامور نہیں بلکہ میں بھی رَجُلٌ مِّنْکُمْ ہوں۔

اکابرِ اُمّت کیوں معزّز ہیں؟

ارے تصوّف کس کا؟ ابوبکرؓ کون تھے؟ کیا وہ تقویٰ و تصوّف کے امام نہ تھے؟ عمرؓ کون؟ عثمانؓ اور علیؓ کون؟ عباسؓ اور ابن عباسؓ کون؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ بن حنبل، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کون؟ کون شیخ عبدالقادرؒ جیلانی؟ کون گنج بخش؟ کون محی الدین چشتی اجمیری؟ کون شمس تبریزی؟ کون حسنؓ کون حسینؓ؟؟ کون کوئی جس پر رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے؟ کیوں یہ سب کے سب "رئیس الصوفیاء" نہ تھے؟ یہ تو سلسلۂ اولیاء کے سادات، اتقیاء کے سرفہرست عارفین و سالکین کے پیشوا تھے۔ کیا ان صحابہ اور بزرگوں نے فریضۂ تبلیغ چھوڑ کر گوشہ نشینی کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا؟ "مسیلمہ کذاب" نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کس نے کی؟ "ابوبکر صدیقؓ" ہی نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے صحابہ کی ایک جماعت بھیجی۔ جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر کے دنیا کو اس فتنہ سے نجات دی۔ ابوبکرؓ نے تو ان لوگوں سے بھی جہاد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا جو زکوٰۃ دینے میں ہچکچا رہے تھے؟ اب تو "اسلام" کے بنیادی مسئلہ پر مرزائیوں نے حملہ کیا ہے۔؟

دین کے تمام مرکز ختمِ نبوّت کے صدقہ میں محفوظ ہیں

اگر "ختم المرسلینی" کا مسئلہ محفوظ نہ رہے تو پھر۔ تمہارا مرکز کیسے باقی رہ سکے گا؟ پھر تو تم بھی مٹ جاؤ گے۔ تمہاری خانقاہیں اور مدارس و مساجد بھی۔ تمہارا شیرازہ بکھر جائیگا۔ جب ختم نبوت نہیں تو تم بھی نہیں۔ آپ کی سرحد پر مرزائیوں کے جو حملے ہو رہے ہیں خدا کو

معلوم ہے کہ وہ انتہائی خطرناک اور مضر جملے ہیں - ہم پاگل نہیں ، مجنون نہیں - ، اتنے بے ہنر بھی نہیں کہ بے سند باتیں کرتے پھریں - ، ہاں ! میں صرف سب ساتھیوں میں نکما ہوں - ! مگر پھر بھی دس بچوں کی تربیت کرتا ہوں - حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک متوسّل نے دوران مکاتبت غالباً اپنی اولاد کے دینی اور معاشی مستقبل سے متعلق حضرت سے سوال و استفسار کے طور پر عرض کیا کہ "بچے کو تعلیم دلانا چاہتا ہوں - اور اس فکر سے پریشان ہوں کہ دینی مدرسہ میں پڑھ کر بے شک دین تو کچھ نہ کچھ آجائے گا - لیکن روزی کمانے کے قابل نہ رہے گا - اور سکول کی تعلیم میں اور کچھ نہ سہی کم ازکم اسے روٹی تو ملتی رہے گی - اس لئے لڑکے کو میں نے بجائے دینی مدرسہ کے سکول میں داخل کر دیا ہے حضرت دعا فرمائیں وغیرہ والسلام"

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "آپ کا خط پڑھکر سخت افسوس ہوا - اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ دینی تعلیم کی وجہ سے روٹی نہ ملنے یا اس کی کمی کا خیال ایک شیطانی وسوسہ اور اللہ تعالیٰ پر عدم اعتماد ہے اور حقائق و واقعات کے خلاف اور بالکل غلط ہے کیا دنیا میں جن لوگوں نے دین پڑھا وہ بھوکے مر گئے ؟ اور اکّا دکّا واقعہ سے استدلال بھی غلط ہے - کیونکہ اس کے خلاف یہ بھی مشاہدہ ہے - کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں لوگ بھی بھوکے مر رہے ہیں - اس سے معلوم ہوا ہے کہ رزق نہ ملنے کی وجہ دینی تعلیم نہیں - بلکہ کوئی اور سبب ہے میں حیران ہوں کہ آپ نے یہ کیسے لکھ دیا ، خدا کے بندے ، سارا دین تو بہت دور کی بات ہے - محلے کی مسجد میں کسی مؤذن ہی کو دیکھ لو - کہ اسے اذان کے چند کلمات آتے ہوں - تو روٹیوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے ،

اکابرِ احرار کا علمی و عملی مقام

ہمارا ساتھی "حیات" ماہر طبلہ ماسٹر، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر ہے۔ اس نے حال ہی میں اپنی دکان نیلام کر کے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی، ماسٹر تاج الدین ۔ صاحب انصاری اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مقرر ہیں۔ جناب شیخ حسام الدین بی۔ اے ہیں، جناب مولانا غلام غوث صاحب جیّد عالم بھی ہیں حکیم اور طبیب بھی، اچھے مناظر اور مقرر ہیں۔ مولانا محمد علی جالندھری سحر بیان مقرر اور موجودہ علمِ کلام کے مایۂ ناز متکلم عالم ہیں۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی شعلہ بیان خطیب اور ایک مجاہد عالم ہیں، مولانا لال حسین صاحب اختر آسمانِ قادیان کا ٹوٹا ہوا ستارہ ہے جو وہاں سے خدا نے ہماری حمایت کے لئے بھیجا ہے، مرزا بشیر الدین محمود نے اس کی تعلیم پر ہزاروں روپے خرچ کئے، مگر خدا نے اس کے دل میں حق بینی اور صداقت شناسی کا چراغ جلایا۔ اس کو جب مرزا کا تمام دجل و فریب آشکارا ہوا تو مرزائیت سے توبہ کر کے صحیح مسلمان ہو گیا۔ بہت بڑے عالم اور مبلّغ ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کے مقابلہ میں بے شمار مناظروں میں نمایاں کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب پوپلزئی قابل مفتی اور مجاہد عالم ہیں، مولانا محمد حیات صاحب جیّد عالم اور مناظر ہیں۔ ان چند علماء کے نام میں نے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بیان کئے، ورنہ ہماری جماعت احرار کو بہت سے دیگر علماء اور کارکنوں کی معیت حاصل ہے۔ ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے مستعد ہیں۔ یہ اس لئے کہ معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مرزائی تبلیغ منظم طور پر ہر جگہ ہو رہی ہے یہ فتنہ ارتداد غربت و افلاس کے ساتھ نہیں بلکہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ

پھیلایا جارہا ہے۔ اس فتنہ کی پشت پر اربوں روپے، ہر قسم کے مادی وسائل ہیں۔ یہ فتنہ بندوقوں، توپوں اور مشین گنوں، سمندری اور ہوائی طاقت کا سہارا لئے ہوئے مسلمانوں کے اس ملک میں چھایا جارہا ہے۔؟

حضرات۔! اگر میں غلط بات کہوں تو میری اصلاح آپ کا فرضِ اوّلین ہے ورنہ اگر حق بیان کر رہا ہوں تو اس فتنہ کی بیخ کنی میں میرا ساتھ دیں۔ اب تو نوجوان علماء اور قوی ہمت رضاکاروں کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کو سنبھالیں۔ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، عالمِ شباب قید و بند میں گزرا، نو سال جوانی جیلوں میں بسر ہوئی اب بھی دو دن کا بھوکا ہوں بتیس سال ہوگئے کہ میں تقریر سے پہلے کھانا نہیں کھاتا۔ اب تقریر ختم کر کے کچھ کھاؤں گا۔ وہ کیسے ہضم ہوگا؟ آپ تو اپنی ملازمتوں، تجارتوں اور دیگر مشاغل میں پورے آرام و اطمینان کے ساتھ مصروف ہیں۔ مرزائیت تحفظ ختم نبوت اور دیگر بے شمار فتنوں کے مقابلہ میں ہماری جماعت احرار کو اکیلی چھوڑ بیٹھے؟

یک تن و خیل آرزو دل بکجا کجا دہم!
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم؟

مرزائیوں کی سازشیں اور غدّارانہ کارروائیاں

آج مرزائی تبلیغ بری، بحری، فضائی فوج میں جاری ہے بعض سادہ لوح بھائی ان کے مکارانہ جال میں پھنس رہے ہیں (مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ) الفضل۔ اخبار کی اشاعت دن بہ دن بڑھ رہی ہے، مسلمانوں کے گھروں تک مرزائیوں کے اخبارات اور زہریلے پمفلٹ پہنچائے جاتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے انہیں کھلم کھلا اجازت ہے۔ نہ ان کی تبلیغ پر

پابندی ہو نہ ان کی مجالس و محافل پر۔ ہو بازاروں، سکولوں اور کالجوں میں بہ بانگِ دُھل۔ انکا مشن مصروفِ کار ہے۔ ہو اسی ہزار مربع گز زمین ان مرزائیوں کو چھ پیسے کنال کے حساب سے حکومت کی طرف سے ملی ہے۔ ہو پانچ سو ایکڑ زمین "ربوہ" کی ہے اور اس کے گرد و پیش وسیع علاقہ پر ان مرزائیوں نے مفت قبضہ کر لیا ہے۔ یہ کچھ کچی بات نہیں ہو۔ سٹیج سے کہہ رہا ہوں ہو "کِرَامًا کَاتِبِین" (سی۔ آئی۔ ڈی والے) اپنی رپورٹ میں درج کر دیں۔ میں کہتا ہوں پختہ اور قوی بات کہتا ہوں۔ ہاں ہاں ایسی ویسی بات نہیں ہو

نوٹ کرنے والے نوٹ کر لیں:

لَمَّا نَزَلَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ

جب یہ آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی رسول نہیں ۔ اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

میں نے چند حدیثوں کو جمع کر کے بیان کیا تاکہ آیت کا معنی اور مفہوم خوب ذہن نشین ہو۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اب نہیں ہے محمد، اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ تم میں سے کسی کا باپ، پنجابی میں "ہنڑ نئیں محمد کسے دا پیو" وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ، مگر اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والے ہیں۔ جب یہ آیت اتری تو حضورؐ نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ میں ہی خاتم الانبیاء ہوں، لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی رسول آنیوالا نہیں وَلَا اُمَّةَ بَعْدَ کُمْ اور آپ کے بعد کوئی امت آنے والی نہیں۔ نبوت خاتم النبیین پر ختم اور امت۔ امت محمدیہ پر ختم۔ آج ہے کوئی ماں کا لال جو کہے کہ میں ظلی اور بروزی نبی ہوں ؛ زمیندارو لاٹھی تلوار لو اور لڑو۔ یہی تبلیغ ہے۔ ارے جس لانے "الٰہ باطلہ" کو ختم کیا وہ "دَجَّالِیْنَ وَکَذَّابِیْنَ" نام نہاد نبیوں کی بیخ کنی میں کیا کوتاہی کرے گا ؛ ارے وہ ماں مرگئی جو نبی جنے۔ ؛ مرزا اپنی ایک کتاب میں اس آیت کو نقل کرکے لکھتا ہے :۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَه'	محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ لوگ جو ان
اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ	کے ساتھ ہیں وہ سخت گراں ہیں کفار پر اور
تَرٰیهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ	مہربان ہیں آپس میں بہت رکوع کرنیوالے
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا	سجدہ کرنے والے ہیں، وہ تلاش کرتے
(الفتح پ ۲۶)	رہتے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشنودی

"اس وحی الٰہی میں میرا نام "محمد" رکھا گیا ہے اور رسول بھی ؛ اسی طرح براہین احمدیہ میں اس عاجز کو رسول کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ مجھے بروزی ظلی صورۃ میں نبی بنایا گیا ہے مگر بروزی صورت میں میرا نفس عریاں نہیں۔"

مرزا کہتا ہے :

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمدؐ و احمد کہ مجتبیٰ باشد!

مرزا قادیانی کی تصنیف "تریاق القلوب" طبع اول کے صفحہ ۳ پر یہ شعر لکھا ہے، کہتا ہے کہ: میں (ہی) عیسٰی اور میں۔ (ہی) موسیٰ ہوں۔ میں (ہی) محمد اور احمد ہوں"۔

(جو چیدہ و برگزیدہ ہے)

(والعیاذُ باللہ مِنْ ذٰلِكَ الکُفرِ والارْتِدَادِ -!) توبہ نعوذ باللہ! ان کفریہ اور ارتداد کے کلمات سے) (مزید کہتا ہے کہ -)

۵ "آدمم" - نیز - "احمدِ مختار" - !
در برم "جامۂ ہمہ ابرار" - !

(مجموعہ کلامِ مرزا (دُرِّ ثمین)

میں آدم ہوں اور احمد مختار بھی - میرے پہلو میں تمام پاک لوگوں کا لباس ہے - اللہ کی طرف سے مجھے الہام ہوا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (حمامۃ البشریٰ ص ۱۱۲، ج ۲)

"اے مرزا! اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک (یعنی کائنات) کو نہ پیدا کرتا"

کہتا ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ -" میرے حق میں نازل ہوئی ہے -
(أنجام أتهم ص ۷۸، تصنیف مرزا قادیانی)
ایک جگہ لکھتا ہے:

میں مجددِ وقت ہوں اور روحانی طور پر میرے کمالات "مسیح ابن مریم" کے کمالات سے مشابہ ہیں (مجموعۂ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

اور یہی عیسیٰ ہے جس کا انتظار تھا - اور الہامی عبارتوں میں - مریم ! اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں "(کشتی نوح" ص ۴۷، تصنیف مرزا قادیانی)

مرزائی انقلاب برپا کرنے کا خواب!

حضرات! یہ تو ہے مرزا کا حال۔ کیا تمہیں مرزائیوں کا مذہب پسند ہے۔؟ دیکھو میرے ہاتھ میں مرزائیوں کا قرآن ہے جو لاہور میں اترتا ہے۔ بلکہ لاہور سے اترتا ہے۔ اس کا نام الفضل ہے۔ ۱۶ر جنوری ۱۹۵۲ء کے اس الفضل میں مرزا بشیر الدین لکھتا ہے۔ اگر ہمارے مرزائی ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ اپنے آپ کو آراستہ کریں تو ہم ۱۹۵۲ء میں ایک انقلاب پیدا کر دیں گے۔ جسے دشمن مغلوب ہو کر احمدیت کے رنگ میں دیکھے گا۔ ۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے جب تک کہ احمدیہ کا رنگ دشمن اس رنگ میں نہ دیکھے کہ احمدیت غالب اور دشمن مغلوب ہو گیا ہے۔ (از طرف مہتمم دار العلوم احمدیہ لاہور)

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ دشمن سے کون مراد ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی کہے کہ ”مرزائیوں کے دشمن تو احرار ہیں۔ عام مسلمان نہیں۔ ہمیں کیا ہوا ہے کہ مرزائیوں کے پیچھے لگ جائیں اور مفت میں ان کی مخالفت مول لیں؟ احرار جانیں اور مرزائی کفار“ تو تمہاری مثال بعینہٖ اُس عورت جیسی ہے جو ایک دن اپنے خاوند سے لڑ پڑی۔ اپنے بیٹوں کے ساتھ بائیکاٹ کر دیا۔ نہ کلام، نہ طعام، نہ سلام۔ بہت سے لوگوں نے اس کی منت سماجت کی مگر اس نے ایک نہ مانی۔ محلہ کی عورتیں آ کر اس کو نصیحت کرنے لگیں۔ ارے کم بخت اور بد قسمت تجھے کیا ہوا ہے کہ تو اپنے بچوں سے روٹھ گئی ہے؟ خاوند سے قطع تعلقات کر بیٹھی ہے؟ عورت کہنے لگی، ”نہ میرا خاوند ہے اور نہ میرے بیٹے۔ اللہ ہی میرا بیٹا ہے اور اللہ ہی میرا خصم ہے“ (معاذ اللہ من ذٰلک) حضرات! آپ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم نہ تو مبلغ ہیں اور نہ احراری۔ اللہ خود ہی تبلیغ کے لئے آئے گا۔ تو تم یہ نہیں

کہہ سکتے کہ یہاں دشمن سے مراد۔ احرار ہیں۔ ہم نہیں۔ کیونکہ لاہور کے سالانہ اجلاس میں (مرزا قادیانی کے بیٹے اور دوسرے خلیفہ) بشیر الدین نے کہا تھا۔ (جو الفضل ۲۳ ، جنوری ۱۹۵۲ء میں چھپا بھی تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے)

”گویا ہماری ہر جگہ مخالفت کی جاتی ہے۔ مگر سوچو! ہم اگرچہ بہت تھوڑے ہیں مگر تنظیم سے کام کریں گے۔ ہمارے برخلاف اکثریت حکومت کو کیا مشورے دے رہی ہے؟“

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دشمن سے مراد احرار نہیں کیونکہ احرار تو اُن کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں؟ چہ جائیکہ اکثریت میں گنے جائیں۔ دشمن سے مراد تمام مسلم قوم ہے۔ ظفر اللہ وزیر خارجہ نے ”جناح“ کی نماز جنازہ میں شرکت کیوں نہیں کی؟ کیا جناح احراری تھا؟ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ مرزا کی دعوت تم قبول کرتے ہو۔؟ مرزا کی پیروی کرو گے؟ (تمام حاضرین جلسہ نے کہا نہیں نہیں وہ تو جھوٹا تھا۔ دجّال و کذّاب تھا) پھر تو تم بھی مرزائیوں کے دشمن بنے؟ کیونکہ مرزا قادیانی کا بیان جو اخبار الفضل ۱۵، جنوری ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا ہے، ملاحظہ کیجیے:۔

ملاحظہ کیجیے:۔

خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کی۔ وہ مسلمان نہیں“ ایک جگہ لکھتا ہے:

جو شخص میری پیروی نہیں کرے گا اور میری بیعت میں داخل نہ ہوگا۔ اور میرا مخالف رہے۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (تبلیغ رسالت ص۲۷، جلد نہم) مؤلف قادیانی مذہب (پروفیسر محمد الیاس برنی) رقم طراز ہے کہ ”اگر مرزا صاحب نبی نہ مانے جائیں تو امتِ محمدیہ ناقص اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت و ہمدردی بھی ناقص

قرار پائی'' (قادیانی مذہب)۔!

اکھنڈ بھارت کا خوفناک منصوبہ

حضرات! مرزائی فتنہ سے خود بھی بچنے کی کوشش کریں۔ اور اپنے احباب و اقارب کو بھی اس مہلک فتنہ سے بچانے کی جدوجہد کریں۔ دوستو اور بھائیو! میں جو حقیقت بیان کر رہا ہوں وہ قابلِ غور ہے مسئلہ تحفظِ ختم نبوت اسلام اور ایمان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے بیان میں مرزائیوں سے ڈرنا ختم نبوت پر ایمان نہ لانے کے برابر ہے۔ حضرات! ڈرومت، ہم نے اس بات کے متعلق حکومت کو اطلاع دی ہے۔ ہم نے (وزیر اعظم پاکستان) خواجہ ناظم الدین تک یہ بات پہنچائی ہے۔ تم سرحد والے بہت بزدل بن گئے ہو۔ اب تو میں بھی سرحد میں ہوں۔ خدا خیر کرے میں تو جب بھی سرحد کے حدود میں داخل ہونے لگتا ہوں۔ تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ! بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ! کا نعرہ لگا لیتا ہوں یعنی وزیر اعظم سرحد خان عبدالقیوم خاں کے لئے دعا کرتا ہوں (اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) (میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) (اس وقت سرحد کا وزیر اعظم عبدالقیوم تھا) ہمیں تو مذہب کا بنیادی مسئلہ ارباب حکومت تک پہنچانا ہے تاکہ اتمام حجت ہو۔ "سنو اشارۃً" کہہ رہا ہوں کہ مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں۔ تمہیں کیا خبر وہ پاکستان کے متعلق کیا کر رہے ہیں؟ اور کیسے خیالات رکھتے ہیں؟ تمہیں تو معلوم ہے کہ ان فسادات میں ایک کروڑ مسلمان خانہ بدوش ہو چکے ہیں، دس لاکھ مرد و زن تہ تیغ ہو چکے ہیں۔ ایک لاکھ عورتیں غیر مسلموں کے پنجۂ ظلم و استبداد میں لونڈیاں بن چکی ہیں۔ اُن ایک لاکھ ماؤں اور بہنوں کی عزت و آبرو ریزی ہوئی ہے۔ پاکستان اتنی قربانیوں کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہے۔ کیا ایسے حالات کے باوجود

پاکستان اور ہندوستان ایک ہو سکتا ہے ؟ اور اس آزادی و تقسیم کو عارضی سمجھنے والا مملکت پاکستان کا وفادار ہو سکتا ہے ۔ ؟ کہ ۔ پاکستان اور ہندوستان کو ایک کرنا چاہیئے یعنی "اکھنڈ بھارت" بنانا چاہیئے ۔ اینی ھاؤ (ANYWHO) جس طرح بھی ہو سکے ان دونوں کو اکٹھا کرنا چاہیئے ۔ کیا پاکستان بننے کے بعد یہ کام پاکستان کی بیخ کنی نہیں تو اور کیا ہے؟ احمدیت کیا ہے ؟ مرزا کو نبی مانو، ۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجیئے، جناح کی نماز جنازہ نہ پڑھنا کیسا ہے ؟ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ! میرا یقین ہے کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ وعظ و نصیحت، تبلیغ و ارشاد میں تو آپ ہمارے ساتھ ہیں ۔ نعرے لگائے جاتے ہیں ۔ جوش و خروش ہے ۔ وقتی جذبات ہیں لیکن اس وقت میں اکیلا رہ جاؤں گا ۔ اور آپ مرزائیوں کے توپ و تفنگ سے مرعوب ہو کر ان کے ساتھ ہو جائیں گے ۔ ؟ ؟ ؟ ہاں ہاں عقیدہ کی بات ہے، صحیح کہتا ہوں ۔ ؟

عقیدہ کی حیثیت بنیاد کی ہے

بھائیو ! ۔ عمل تھوڑا اور عقیدہ درست ہو تو نجات ہو سکتی ہے ۔ عقیدہ غلط ہو، عمل پہاڑوں جیسے ہوں تو نجات نہیں نہیں، جہنمی ہے چاہے "صائم الدھر" کیوں نہ ہو اور "قائم اللیل" کیوں نہ ہو ؟ بظاہر چاہے تہجد میں مرے، صحن کعبہ میں کیوں نہ مرے ؟ روضۂ نبوی کے پاس کیوں نہ مرے ؟ مُردار ہے مُردار ؟ جہنمی ہو گا ؟ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا طب کا مسئلہ ہے کہ جس آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے اس کو جتنا بھی لذیذ کھانا اور طاقت اور خوراک کھلائی جائے ۔ اس کی بیماری اور ترقی کرتی چلی جائے گی ۔" اسی طرح جس کا عقیدہ خراب ہو، حضور کے بعد دوسرا نبی مانے وہ کتنے اچھے

عمل کیوں نہ کرے ، لوگوں سے نرم سلوک اور برتاؤ سے پیش آئے اس کا کفر و شرک بڑھتا جائے گا۔"!

عقیدہ کی لفظی تحقیق

حضرات! کوئی درخت بغیر جڑ کے قائم نہیں رہ سکتا، عَقْد، عِقْد، عُقْدہ، عقیدہ۔ چار الفاظ ہیں۔ ان کے معنی ہیں مضبوطی ہے۔ اردو زبان میں گرہ، پنجابی میں گنڈھ اور پشتو میں کیا معنی ہوگا؟ (حاضرین نے جواب دیا) غوٹہ اس چادر کو اگر میں مضبوط گرہ دے دوں تو اس کا کھولنا مشکل ہوگا۔ ورنہ آسان دل میں جو پڑ گیا عقیدہ بن گیا۔ محسوسات میں پڑ گیا تو گنڈھ اور غوٹہ ہو گیا عقیدہ صحیح ہو تو عمل سرسبز و شاداب ہوں گے۔ تھوڑا عمل بھی نجات و فلاح بن سکتا ہے، عقیدہ خراب ہو تو اعمال برباد اور ضائع ختم نبوت کے پر اگر عقیدہ مستحکم نہیں تو نہ توحید پر عقیدہ ہے، نہ رسالت پر اور نہ خدا خدا رہتا ہے ہاں ہاں۔ اللہ میاں نے خود فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ جب خاتم النبیین نہ رہا تو (العیاذ باللہ خاکم بدھن) خدا کا کلام جھوٹا ہو جائے گا۔ کلام جب باطل ہو تو متکلم کی صداقت کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ پہلی آسمانی کتابوں نے محمد علیہ السلام کے متعلق جو خوشخبریاں دی ہیں وہ کیسے درست رہ سکیں گی؟ تمام انبیاء مِنْ آدَمَ اِلٰی سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے آخری نبی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام انبیاء کا اتفاق کہاں؟ کہاں اللہ کا فرمان وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اور کہاں نبی آخر الزماں کا فرمان انا خاتم النبیین لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ؟ مرزا غلام احمد کی کتابوں کا جو انصاف کی نگاہوں سے مطالعہ کرے گا وہ خود بخود اس کے خرافات سے اس کی حماقت کا اندازہ لگا سکے گا۔ کہاں خاتم الانبیاء کا معجزانہ کلام اور کہاں پنجابی

نام نہاد (جھوٹے نبی) کا بیہودہ کلام۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

مرزا ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

"اللہ میرے ساتھ سویا اور طاقت رجولیت کا اظہار کیا پھر مجھے حمل ہوگیا۔"

تھوڑے دنوں بعد مجھے بچہ پیدا ہوگیا۔ اس بچے کی تعریف یوں کرتا ہے۔

"فرزند دلبند گرامی دلپسند مظہر الحق کَاَنَّ اللّٰہ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ" (وہ ایسا ہے کہ کہ گویا اللہ خود آسمان سے اتر آیا ہے) (والعیاذ باللہ من ذٰلک)

شیطان نے طاقتِ رجولیت کا اظہار کیا ہوگا؟ آہ! افسوس! کیا اس کلام کو پڑھ کر بھی کوئی مرزا کو نبی یا مہدی تصوّر کرسکتا ہے؟ یہ کوئی انسانوں کا کلام ہے؟ مجھے ایسی باتوں کے نقل کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ کوئی انصاف ہے؟ خدا کی قسم ایسی باتیں زبان پر نہیں آسکتیں۔ یہ کوئی شریف آدمی کہہ سکتا ہے یا سن سکتا ہے؟ ان باتوں سے بدبو آرہی ہے؟ لیکن کیا کروں؟ کبھی کبھی بدبودار گلیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے؟ ایک جگہ لکھتا ہے، مرزا غلام احمد اپنے الہام "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّرَوْا طَمْثَکَ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

بابو الٰہی بخش (لاہور میں ایک اکاؤنٹنٹ تھا جو مرزا کا مخالف تھا) چاہتا ہے کہ حیض دیکھے یا کسی بلیدی ناپاکی پر اطلاع پاوے، مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ پیدا ہوگیا ہے۔

جو بہ منزل "اطفال اللہ" کے ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳ و اربعین ۴ حاشیہ ص ۱۹)

مرزا کی کفریات ایک لمبی چوڑی داستان ہے، اس نے خدا کی انبیاء کرام اور صحابہ و تابعین کی (توہین کی ہے) اور ہر دور کے علماء حق کے بارہ میں ہتک آمیز عبارتیں لکھی ہیں۔

میرے دوستو اور بھائیو! یا مجھے سمجھاؤ تاکہ میں اس مسئلہ کے بیان سے رک جاؤں۔ یا میری فریاد سن لو اور اس فتنۂ ارتداد و مرزائیت کے قلع قمع کے لئے متفق ہو جاؤ۔؟۔!

مصلحت دیدِ من آن است کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سرِ طرۂ یارے گیرند۔!

اگر خاتم النبیین فداہ ابی و امی کی ختم المرسلینی نہ رہی تو پھر آپ کے مدارس اور دارالعلوم کس کام کے؟ نہ تمہاری علمی عزت بچے گی اور نہ وقار رہے گا اور نہ پیری فقیری۔ میں تو اس خارزار وادی میں کود پڑا ہوں ؎

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔؟

اگر آپ میرا ساتھ دیں تو بچ جائیں گے۔ میری مثال تو "اس کتے اور انگریز" جیسی ہے ایک دفعہ ایک انگریز اپنے کتے کو دریا کی طرف لے گیا۔ انگریز دریا میں نہانے آگے بڑھا۔ کتے نے دیکھا کہ دریا میں "سنسار" (مگرمچھ) ہے اب اگر انگریز بڑھ جائے تو سنسار اسے ہڑپ کر جائے گا۔ جب انگریز آگے بڑھتا، کتا اس کے پاؤں میں بھونکتا، چیختا چلاتا تاکہ وہ آگے جانے سے رک جائے۔ مگر انگریز نہ سمجھا۔ جب انگریز سنسار کے نزدیک ہونے لگا تو کتے نے اپنے مالک کو بچانے کی خاطر چھلانگ لگا دی۔ خود غرق ہوا اور اپنے مالک کو بچا لیا) انگریز کتے کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ دریا میں کوئی آفت ہے، تو میں نے بھی اس دریا میں چھلانگ لگا دی ہے تاکہ مسلمانوں کو مرزائی سنساروں سے بچا سکوں۔

"لما نزل، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ"۔!

کئی احادیث کے جملوں کو جمع کر کے بیان کیا تاکہ آیت کا مفہوم آپ کی سمجھ میں آسانی سے آسکے "اب نہیں ہے محمدؐ تم میں سے کسی کا باپ۔ لیکن اللہ کا بھیجا ہوا رسول اور نبی ہے۔ اور کل نبیوں پر مہر" اس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

"لا" نفی جنس کا عمل" اور ردِّ عمل"

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ میں "لا" نفی جنس کے لئے ہے۔ اسم ہو نکرہ اور اس پر "لا" داخل ہو جائے تو اپنے مدخول کے بیج کو نکال دیتا ہے۔ "لکھ وی تئیں چھڈیا سارا بڑ مڈچ مار لیندا اے" ارے طالب علمو! تم تو مرفوعات میں پڑ گئے۔ میں منصوبات کے "لا" کی بحث کر رہا ہوں۔ تم معمول میں پھنس گئے اور عامل سے غافل رہ گئے۔ "لا رَجُلَ فِی الدَّارِ" کے کیا معنی ہیں؟ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ فارسی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا "نیست مردے در خانہ"، پنجابی میں گھر کے اندر کوئی جنڑا نئیں"۔ پشتو میں کیا معنی ہوگا۔؟ (حاضرین میں سے کسی نے بتایا) "پہ کور کنبش ہوک سڑے نشتہ" انگریزی میں اس کا معنی۔ نومین ان دی ہاؤس (NO MAN IN THE HOUSE) اگر غلط پڑھوں تو جیل خانہ کی انگریزی ہے (کیونکہ سکول میں نہیں پڑھی بلکہ مختلف جیلوں میں ذاتی توجہ اور محنت سے اتنی سیکھ لی کہ جس سے ٹائم ٹیبل اور خط اور تار اور انگریزی اخبار کی سرخیاں بخوبی سمجھ سکتا ہوں) کوئی الّو کا پٹھا کہہ سکتا ہے کہ میرا باپ گھر میں ہے یا چچا گھر میں ہے؟ یا تو اس کا باپ مردوں سے نہ ہوگا، "خسرہ" (پشاوریوں کی مزاحیہ اور طنزیہ اصطلاح کے مطابق) "لالہ گاموں" ہوگا۔ اور اگر مرد ہوگا تو گھر میں نہ ہوگا (کہتے ہیں) کسی بھیک مانگنے والے نے آواز دی (بابا) فقیر کو بھیک دے دو"۔ گھر کے اندر سے ایک آدمی نے

جواب دیا کہ "گھر میں کوئی آدمی نہیں "۔ فقیر بھی منطقی تھا اس نے کہا "ارے خسرے! (اگر گھر میں کوئی مرد نہیں ہے) تو تو ہی چند منٹ کے لئے آدمی بن کر بھیک دے دے"۔ تو "لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ" کا معنٰی یہ ہوگا کہ "میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ کیا یہ معنٰی ہو سکتا ہے کہ ظلی بروزی نبی آسکتا ہے"؟ تو پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا معنٰی بھی یہ ہوگا کہ ظلی بروزی خدا موجود ہے"؟ "لَا" جس چیز پر داخل ہو جائے۔ اس کا تخم مار دیتا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ! یہاں تو اِلَّا ہے (خاکم بدہن خاکم بدہن) اگر اِلَّا نہ ہوتا تو معنٰی کے لحاظ سے اللہ کا بھی سلب ہو جاتا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کوئی موجود نہیں، کوئی مقصود نہیں، کوئی مسجود نہیں، کوئی حلّ المشکلات نہیں، کوئی قاضی الحاجات نہیں۔ کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں۔ وَعِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُہَاۤ اِلَّا ہُوَ اُس ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ اس ہی کے قبضہ میں غیب کے خزانے ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی دینے والا نہیں، کوئی اجاڑنے والا نہیں۔ کوئی بسانے والا نہیں۔ کوئی عزت دینے والا نہیں۔

قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (پ۳، س آل عمران)

آپ کہہ دیجئے۔ اے سب راج پاٹھ کے مالک تو دے دیتا ہے بادشاہی جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے بادشاہی جس سے چاہتا ہے اور اونچا کر دیتا ہے اور پامال کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے تیرے ہی ہاتھ ساری بھلائی ہے بلاشک تو قابو رکھنے والا ہے ہر چیز کو!

آپ کہہ دیجئے اے میرے مولا! شہنشاہی کے مالک تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ
جسے چاہے سلطنت دے وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ جس سے حکومت بادشاہی
عزت واقبال چھیننا چاہے چھین سکتا ہے۔ کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ کوئی نذرونیاز
کا مستحق نہیں۔ کوئی سجدہ کا حق دار نہیں۔ ؎

مدت سے لئے پھرتا ہوں اِک سجدۂ بے تاب
اُن سے کوئی پوچھے وہ خدا ہیں کہ نہیں ہیں؟

یہ "لا" جب الٰہ باطلہ پر آیا تو اس نے تمام الٰہ باطلہ کو بیخ و بُن سے اکھاڑ ڈالا
تو حضور نے جب فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، تو تمام باطل نبیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ الٓمّٓ
ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ یہ ہے وہ کتاب جس میں کسی وجہ سے، کسی نہج سے، کسی زمان
میں کسی مکان میں فِیْ اَیِّ زَمَانٍ وَفِیْ اَیِّ مَکَانٍ بھیجنے والے کی طرف سے لانے والے کی
طرف سے، پڑھنے والے کی طرف سے، سننے والے کی طرف سے، عمل کرنے والے کی
طرف سے، ترجمہ کرنے والے کی طرف سے ادنیٰ سے ادنیٰ ایک حرف، ایک نقطہ، زبر زیر
پیش، شد مد ذرے کا ذرہ، کروڑویں کا کروڑواں حصہ، تھوڑا بھوراماسہ "ذرہ بھا" شک
کی گنجائش نہیں۔ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ (میری کوئی مجال
نہیں کہ اس کلام میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کرسکوں) جس پر نازل ہوا وہ خود اس میں
تبدیل و تغیر اور ترمیم واضافہ سے عاجز ہے۔ (حضرات یہ ہے عقیدہ؟) نحوی حضرات،
جلوہ افروز ہیں اگر غلط کہوں تو روک دیں، کچھ ایسی ویسی بات نہیں۔ میں بھی جھگڑالو طالبعلم
ہوں۔ مگر کوئی رضی یا سیبویہ کے ساتھ بھی جھگڑا کرے گا؟ انھوں نے "لا" کا یہ معنیٰ کیا ہے؟
میں نے نحو کے اصول کے مطابق یہ اتنا طویل ترجمہ کیا۔ "لا" کی بغل میں جب نکرہ آجائے تو

عموم پیدا کرتا ہے جنس کی نفی کر دیتا ہے ۔ میں نے (اپنے دور تعلّم کے اندر استاد کو) سال بھر میں شرح جامی کو ختم نہ کرنے دی ۔ جس جگہ کو نہ سمجھتا تو اپنے شیخ کو تمام حلقۂ درس میں بہ آوازِ بلند کہتا کہ "شیخ! اس جگہ کو نہیں سمجھا، سمجھا کے آگے جائیے ۔"

طالب علمو! "لا لِنَفْیِ الْجِنْسِ" مجھ سے سیکھو ۔ باقی مسائل میں تم سے سیکھ لوں گا ۔

یہ "لا" فعل پر آجائے یا اسم پر فعل کی بھی خیر نہیں ۔ اور اسم کی بھی ۔ دونوں کا خاتمہ کر دیتا ہے ۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(پ۲ البقرہ)

اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے تم پر مردار جانور اور ذبح کے وقت بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ نذر و نیاز جسے اللہ کے سوا غیر کے نام سے نامزد اور معین و مقرر کیا جائے اس کو بھی حرام کر دیا ہے پھر بھی جو شخص بھوک سے بے تاب اور بے بسی اور لاچاری میں مبتلا ہو کر ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے بشرطیکہ نہ تو اس میں طالب لذت ہو اور نہ قدر کفایت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کسی قسم کا (صغیرہ و کبیرہ) گناہ نہیں واقعی اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے ۔

فَلَا إِثْمَ میں لا نفی جنس کا ہے یعنی یہ معنی نہیں کہ ظنی بروزی اثم ہے ۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۔

(پ: ۲ ۔ البقرہ)

تم پر کوئی گناہ نہیں (نہ صغیرہ نہ کبیرہ) اگر تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور تم نے ہاتھ

بھی نہ لگایا ہو ان کو اور مقرر کیا ہو ان کے لئے کچھ مہر۔ ایسی حالت میں ان کو متعہ دو (کپڑوں کا جوڑا اور دوپٹہ) مال دار پر اس کے موافق۔

لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَلَانَظِیْرَ لَهٗ وَلَامِثِیْلَ لَهٗ لَاشِبْهَ لَهٗ وَلَاشَبِیْهَ لَهٗ لَاضِدَّ لَهٗ وَلَانِدَّ لَهٗ - یہ تمام لانفی جنس کے لئے ہیں۔ لَاشَرِیْكَ لَهٗ کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کا ظلی بروزی شریک ہے؟ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ میں نے چن لیا ہے تجھ کو اے موسیٰ۔ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی۔ پس میری بات کان دھر کے سن۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ یہ پکی بات ہے کہ ہم ما بدولت اللہ ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا، کوئی معبود نہیں کوئی مسجود نہیں ؎

یقین دانم دریں عالم کہ لَامَوْجُوْدَ اِلَّا هُوْ

وَلَامَقْصُوْدَ فِی الْکَوْنَیْنِ لَامَعْبُوْدَ اِلَّا هُوْ

اِلَّآ اَنَا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ۱۱ یونس)

نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی کوئی گنجائش اور نہ نیکیوں پر چلنے کی کوئی طاقت مگر بلند و بزرگ اللہ کی توفیق کے ساتھ۔ بے شک جو اللہ کے دوست ہیں۔ (اور اس کے حکم کو بسر و چشم مانتے ہیں) ان کو حق بیان کرنے میں کسی قسم کا خوف و حزن نہیں اب تو لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کا معنی خوب ذہن نشین ہو گیا ہو گا؟

قرآن کریم کے الفاظ و معانی پر ایمان

حضرات! قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں پر ایمان عقیدہ اسلام میں ضروری ہے

نہ صرف الفاظ پر ایمان لانا کافی ہے اور نہ صرف معانی پر بلکہ دونوں پر یہ نہیں کہ الفاظ ہوں "اللہ میاں" کے اور معانی ہوں "عطاء اللہ" کے یا الفاظ ہوں "عطاء اللہ" کے اور معانی ہوں "اللہ میاں" کے نہیں نہیں الفاظ و معانی دونوں اللہ میاں کے ہوں گے ۔

قرآن مخلوق نہیں ہے

تمہیں معلوم ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ۔ کیونکہ وہ قدیم کا کلام ہے متکلم قدیم تو کلام بھی قدیم ، کلام الٰہی کبھی تو فاطمۃ الزہراء کے دروازے کے پاس حضورؐ پر اترا ہے ۔ اور کبھی حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں کبھی میدانِ جنگ میں تو کبھی مکہ اور مدینہ کی مقدس گلیوں میں ، جو گفتگو اللہ میاں نے اپنے رسول کے ساتھ کی ہے ، وحی الٰہی ، اُس کا نام ہے قرآن اور کلام الٰہی ، اللہ کے الفاظ تو قرآن مجید کی عبارت ہے اور اللہ کے معانی وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے ہوں نہ کہ مرزا غلام احمد نے ۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔

اور اتاری ہے ہم نے اے نبی تیری طرف یہ (سراپا نصیحت) کتاب ، تاکہ تو بیان کرے اُن لوگوں کے لئے اُس وحی کو جو انکی طرف اتاری گئی ہے ۔

حضورؐ کے فرائض میں چار امور قرآن نے ذکر کئے ہیں ۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

اللہ وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا ، جو اُن کو

اللہ کا کلام سناتا ہے اور ان کے (دلوں کو کفر و شرک کے میل کچیل سے) صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ اس کتاب کے معانی بیان کرتا ہے ۔ بے شک وہ اس سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے ۔

اللہ وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا ۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ ۔ جو ان کو اللہ کا کلام سناتا ہے ۔ وَیُزَکِّیْھِمْ ۔ ان کے دلوں کو کفر و شرک کے میل کچیل سے صاف کرتا ہے ۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۔ اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ، اس کتاب کے معانی بیان کرتا ہے ۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (س آلِ عمران، ع ۱۷)

بے شک اللہ نے احسان کیا ہے ایمان لانے والوں پر کہ بنا بھیجا ان ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول جو پڑھتا ہے اُن پر اُس کی آیات اور پاک کرتا ہے اُن کو کفر و شرک سے اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور دانائی کی باتیں اور وہ لوگ اس سے پہلے بے شک کھلی گمراہی میں تھے ۔

اس میں بھی رسُول کے فرائض میں تلاوت ، تزکیۂ نفوس ، تعلیمِ کتاب و حکمت کا بیان ہے ۔ قرآن ہی میں ابراہیم علیہ السّلام اور اسماعیل علیہ السّلام کی دعا ، مذکور ہے ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ۱ س البقرہ ع ۱۵)

اے ہمارے پالنہار بھیجئے ان لوگوں کے اندر ایک رسول انہی میں سے جو پڑھے ان پر آپ کی آیات اور سکھائے ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کر دے ان کو (کفر و شرک سے)

اس میں بھی یہی ذکر ہے۔ حضورؐ نے قرآن کے جو معانی بیان کئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اشارہ پر۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ (پ۲۷ س النجم)

آپ کے دہنِ مبارک سے ایک حرف بھی نہیں نکلتا مگر وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی ہے۔

گویا وحی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحی متلوّ (جلی) یعنی قرآن اور دوسری (وحی غیر متلوّ یعنی وحی خفی)، وہ ہے حدیث، حضورؐ نے "خاتم النبیین" کی تشریح خود فرمادی۔ فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (میں نبیوں کی مُہر ہوں) اُن کو حق ہے قرآن کے معنی بیان کرنے کا مسلم شریف کی حدیث میں وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (اور مجھ پر نبی ختم کر دیئے گئے) کا جملہ ہے۔

حضرات! تمام پیغمبر حضور کی امت میں ہیں، دعویٰ سے کہتا ہوں۔ طالب علمو! سنو تم کو کہہ رہا ہوں، علماء و مشائخ کے سامنے کہہ رہا ہوں اس لئے کہ سند ہو۔ اگر غلط کہونگا تو میری اصلاح فرمائیں گے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

(پ۳، س آل عمران ع ۹)

جب اللہ نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ جب میں دوں تم کو کتاب اور علم شریعت پھر تمہارے پاس بڑی شان والا نبی آئے وہ نبی اُس کتاب کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس کی تصدیق و تائید کرنا اور اس کو نصرت کرنا۔

(اس کے معنی وَاذْکُرْ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ ہوں گے کیونکہ قرآن کریم میں ہر جگہ حرفِ اِذْ سے پہلے اُذکر سے پہلے قالُوا کو اثر کرنے والا عامل بتاتے ہیں۔) جب اللہ میاں نے انبیاء کی کانفرنس منعقد کی اور خود صدر بنے پیغمبروں سے اقرار لیا۔ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ۔ جب میں دوں تم کو کتاب اور علمِ شریعت۔ ثُمَّ جَآءَکُمْ پھر تمہارے پاس بڑی شان والا نبی آئے۔ رَسُوْلٌ میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اس نکرہ پر ہزار معرفہ قربان ہوں۔ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ، وہ نبی اس کتاب کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہو تو تم اُس کی تصدیق وتائید کرنا اور اس کی نصرت کرنا مسلمانو! یہ معنی ہے خاتم النبیین کا۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میرے بعد کسی زمانہ میں، کسی ملک میں نہ حقیقی، نہ مجازی، نہ بروزی جبروزی، کرُوزی، وغیرہ (کوئی) نبی اور رسول نہیں! اس کے باوجود جب مرزا کہے کہ میں ظلّی بروزی نبی ہوں تو کیا اُس کی بات درست ہے؟ "ظلّی کی تشریح!" ظلّی کا معنی "سایہ والا" ہمارے اوپر کیا ہے؟ سائبان اور شامیانہ! ہم کو آسمان نظر آتا ہے؟ نہیں! کیونکہ ہم سایہ میں ہیں۔ ارے شامیانہ سے باہر والو تمہیں آسمان نظر آرہا ہے؟۔ ! تم ہم سے اچھے ہو تے تم ظلّی نہیں وہ ظلّی تھا۔ لو بھائی "شاہ جی" بھی ظلّی بروزی ہوا۔ اور تم بھی ظلّی بروزی ہوئے؟ مرزا تو اس لئے ظلّی بروزی کہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان شامیانے جیسا پردہ تھا۔ وہ برطانیہ کا "نبی" تھا۔ نہ اللہ سے اس کا تعلق نہ نبی سے اُس کا تعلق، سایہ ہی سایہ۔ پھر وہ کس طرح نبی ہوا؟ یہ کہتا ہے کہ میں "محمد رسول اللہ کا عکس ہوں"۔ ارے بھائیو! کسی شے کا عکس بعینہٖ وہی شے ہوتا ہے۔ شیر کی تصویر بعینہٖ شیر کی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ شیر کی تصویر گیدڑ کی ہوگی۔ ظلّی ہو محمدؐ کا اور طواف کرے گورنر کی کوٹھی کا؟

مرزائے قادیانی کا انکارِ جہاد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ میں پیغامِ الٰہی کو مخلوق تک پہنچانے کی راہ میں کتنی قربانیاں پیش کی ہیں؟ یہاں تک کہ اُحد کی لڑائی میں ان کے دندان مبارک شہید ہوئے! بتاؤ مرزا نے اسلام کی اشاعت کے لئے کتنے جہادوں میں شرکت کی ہے؟ ارے مرزا تو جہاد کو حرام سمجھتا رہا۔

اقبال نے کہا تھا ؎

آں زِ ایران بود ایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد

یعنی "بہاء اللہ ایرانی" جو ختمِ رسالت کا منکر تھا، اس نے حج سے انکار کیا اور مرزا غلام احمد نے جہاد کا انکار کیا۔ حال آنکہ رسولِ عربی فداہ ابی و اُمّی کا ارشاد ہے۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ جہاد قیامت تک قائم و جاری رہیگا۔

مرزا نے کہا تھا ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال

مرزا کہتا ہے میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور مَیں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ان کتابوں کو تمام ممالکِ عرب، مصر اور شام کابل اور روم تک

پہنچایا ہے" (تریاق القلوب ص۲۵) مرزا کی برطانیہ نوازی کا یہ حال ہے کہ سلطنت انگریزی کی حمایت درحقیقت کفر کی حمایت ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔ "میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں"

برطانیہ کا خود کاشتہ پودا پیغمبر؟

سنو! برطانیہ کے خود کاشتہ پیغمبر کے کفریات کو۔ میں نے اس کو برطانیہ کا خود کاشتہ پیغمبر نہیں کہا۔ وہ خود یہ لقب اپنے لئے منتخب کر بیٹھا ہے۔ سنئے کہتا ہے! "غرض یہ ایک جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نیک نامی حاصل کردہ ہے اور موردِ مراحم گورنمنٹ ہے۔ سرکارِ دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک "وفادار اور جان نثار" ثابت کر چکی ہے۔ اس "خود کاشتہ پودا" کی نسبت احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی "ثابت شدہ وفاداری" کا لحاظ کرے (تریاق القلوب ص۲۵) جو شخص انگریز جیسے خونخوار اور مردم خور ظالم۔ (کی)۔ خوشامد اور تعریف میں رطب اللسان ہو وہ کیسے حضور کا عکس ہو سکتا ہے؟

مرزا نے پیشین گوئی کی تھی "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" اب مرزا کو نہ مکہ کی ہوا نصیب ہوئی اور نہ مدینہ کی۔ لاہور میں ہیضہ کی بیماری سے مرا اور ملکہ وکٹوریہ کی تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔ وَكَمْ حَسَرَاتٍ فِي بُطُوْنِ الْمَقَابِرِ (اور انسانوں کے بے شمار

ارمان قبروں کے پیٹ میں مدفون ہیں)

"ستارۂ قیصرہ" میں مرزا کا وہ خط درج ہے جو اُس نے ملکۂ وکٹوریہ کے نام بھیجا تھا۔ اُس میں لکھا ہے "اے ملکۂ معظمہ تیری نیک نیتی کی کشش" ہے "میں اوپر کا نور ہوں اور تو نیچے کا نور"۔ نیچے کے نور نے اوپر کے نور کو کھینچا (اللہ اب اُس کو ملکۂ وکٹوریہ کے ساتھ ہی کھینچے) اس ملکۂ وکٹوریہ کے زمانہ میں لندن کے پوسٹماسٹر جنرل نے بعض خطوط کی اچانک پڑتال کی تو وہ ملکہ کے چاہنے والوں کے تھے اس نے مزید تفتیش جاری رکھی اور پھر آئندہ کے لئے ملکہ کے نام آنے والے تمام خطوط کو سنسر کر کے ان کے فوٹو اور مضامین کا ریکارڈ جمع کرتا رہا حتیٰ کہ ملکہ کے اخلاق و کردار کے موضوع پر ان تمام "عشقیہ خطوط" پر مشتمل ایک مستقل کتاب لکھ کر اپنے عہدہ سے استعفار دے دیا، پھر کتاب چھپوائی اور پھر خود بھی فرار ہو گیا، کتاب چھپتے ہی انگلستان بھر میں خصوصاً ایک کہرام مچ گیا۔ بعد ازاں وہ کتاب ضبط کر لی گئی۔ اُس کا نام (HUNDRED FRIENDS) تھا جو میں نے قریباً تیس برس پہلے مدراس میں کسی کے پاس دیکھی تھی۔ اس میں وکٹوریہ کے کم از کم تین سو فرینڈز کی داستانیں تھیں اُس کے تین سو یار تھے، جہاں بھی جاتی اپنے یاروں سے ملتی تھی ؎

بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداشت!

ملکۂ وکٹوریہ کی طلب میں بہت سے "اُلّو کے پٹھے مر گئے"۔ ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نہ شد تختۂ آتش بر کنار

اب خود سوچو کہ ایک کافر عورت اور ملکہ اور وہ بھی جس کے تین سو یار ہوں، وہ کتنی پاک اور مقدس ہو گی، اور اُس کا کیسا نور ہو گا جس نے مرزا کے نور کو آسمان سے کھینچکر

زمین پر اتارا ؟ اُس کی تعریف اور خوشامد کرنے والا برطانیہ نواز، گورنر کی کوٹھی کے طواف کرنے والا، جہاد کو حرام سمجھنے والا، ملکۂ وکٹوریہ کے نور کا مجذوب (معاذ اللہ) کب حضور کا عکس ہو سکتا ہے۔ ؟ ع

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ع سر فروشی کی تمنّا ہے تو سر پیدا کر

مرزائیوں کے ساتھ بحث مباحثہ مت کرو۔ اُن سے صرف "لا" کا پوچھو۔ "لام" الف۔ لا دو حرف ہیں نہ "لی" ہے ؛ نہ "لُو" ہے ؛ بلکہ "لا" ہے اللہ ان دونوں کو آپس میں ملنے کی توفیق نہ دے ، یہ جس پر بھی آجائیں اس کا تخم مار کر ہی چھوڑتے ہیں۔ "لا" کی تلوار مارو۔ جہاں کوئی مرزائی ملے۔ لَا نبیَّ بَعدِیْ کا پوچھو۔ بولنے میں دو اور کہنے میں "لا"۔ بس لا بزن بہ لا۔ بزن۔ !

پچاس مارو اور پانچ گنو

جہاں بھی رحمتِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت نہ ماننے والے ملیں تو ان کو بندوق سے نہیں ؛ چاقو سے نہیں ؛ لاٹھی سے نہیں ؛ جوتوں سے مارو پچاس مارو اور پانچ گنو۔ ہاں ہاں خود مرزا نے لکھا ہے کہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ بھوپال کی ملکہ سے مرزا نے چندہ طلب کیا کہ میں "براہین احمدیہ" کو پچاس جلدوں میں لکھوں گا تو ملکہ نے پچاس جلدوں کے لئے رقم دے دی۔ مرزا نے صرف پانچ لکھ دیں۔ عرصۂ دراز کے بعد ملکہ نے دریافت کیا کہ "تو نے تو پچاس کا وعدہ کیا تھا اور لکھدیں صرف پانچ ؟ تو مرزا نے کہا کہ پچاس اور پانچ میں فرق صرف ایک نقطہ کا ہے"۔ تو

تم بھی پچاس مارو اور پانچ گنو۔ بلکہ پانچ سو مارو اور پچاس گنو" کیونکہ پچاس اور پانچ سو میں ایک نقطہ کا فرق ہے۔ ختمِ نبوت جان ہے قرآن کی۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی ابنِ ماجہ، حدیث کی تمام کتابوں کی جان ختمِ نبوت ہے۔ تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ فقہ علمِ کلام وغیرہ تمام مذہبی علوم و فنون کی روح ختمِ نبوت ہے۔ بزرگانِ دین! میری زبان کو نہ دیکھو، میرے مدّعی کو دیکھو۔ اپنے مدّعی کے اثباتِ کے لئے اگر صرف "لا"۔ کو پیش کردوں تو دو سو "لا" صرف قرآن مجید سے استشہاد کے طور پر پیش کر سکتا ہوں۔ اور احادیث میں تو بے شمار۔ یہ ایسا قوی اور مضبوط "لا" ہے کہ اسم اور فعل دونوں پر آجائے تو کچھ نہیں چھوڑتا سات سمندروں میں پانی آجائے، طغیانی اور طوفان برپا ہوں تو اتنی تخریب نہ ہوگی، شاید کچھ بچ جائے گا جیسا کہ طوفانِ نوح سے جودی کے پہاڑ کی چوٹی بچ گئی تھی۔ مگر "لا"۔ جب آجائے تو پھر کسی چیز کے بچنے کی امید نہ رکھیں۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ "اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مریخ اور دوسرے کواکب اور سیاروں میں آبادی ہے تو وہاں کے نبیوں کے آخری نبی اور خاتم الانبیاء بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کبریتِ احمر نے مراقبہ میں دیکھا تھا کہ مریخ میں آبادی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

ارے شیعہ بھائیو! "ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے متفق ہو جاؤ"، ختمِ نبوت نہیں تو تم بھی نہیں۔ وہ تو نواسہ ہے، اور یہاں تو مرزائیوں نے اُس کے نانا کی پگڑی پر ہاتھ ڈال دیا ہے، مرزا نے حضورؐ کے نواسے کو بھی چھوڑا نہیں۔

لکھتا ہے :- ؎

کربلائیست سیر ہر آنم
"صد حسین" است در گریبانم

سمجھتے ہو ؟ کہتا ہے - میں ہر وقت کربلا کی سیر کرتا ہوں - میرے گریبان میں حسین جیسے سو حسین ہیں - (نزول المسیح ص۹۹) اس سے زیادہ ہتک آمیز کلمات ان شعروں

شَتَّانَ مَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ حُسَيْنِكُمْ
فَإِنِّيْ أُؤَيَّدُ كُلَّ آنٍ وَ أُنْصَر
وَ أَمَّا حُسَيْنٌ فَاذْكُرُوْا "دَشْتَ كَرْبَلَا"
إِلٰى هٰذِهِ الْأَيَّامِ تَبْكُوْنَ فَانْظُرُوْا

میرے اور تمہارے حسین کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے - کیونکہ مجھے ہر وقت تائید و نصرت حاصل ہے اور حسین کو تائید و نصرت کہاں ؟ دشتِ کربلا کا واقعہ یاد کرو - اُس وقت سے لے کر اب تک تم روتے چلے آرہے ہو - (اعجاز احمدی ص۶۹) مرزا نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی بھی توہین کی ہے ، چنانچہ شیعہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے :-

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو - اب نئی خلافت لو (یعنی مرزا کی خلافت) ایک زندہ آدمی تم میں موجود ہے اور مردہ کو تلاش کرتے ہو - (ملفوظات احمدیہ ص۱۳۱)

شیعہ اور سنی حضرات آپس میں مت لڑیں آپ دو نمائندے مقرر کریں - ایک نمائندہ شیعہ کا ہو جو اللہ سے ڈرنے والا اور دین دار ہو - اور ایک نمائندہ سنیوں کا - دونوں کو روضۂ اطہر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجو - وہاں چل کر غسل یا وضو کی طہارت کر کے رَوْضَۃٌ

مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ میں دو رکعت نفل پڑھ کر روضۂ مطہرہ کے بالمقابل آکر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر مراقبہ کریں اور یہ دعا کریں۔ کہ اے مولیٰ! مجھے ان صحابہ کی فضیلت میں کچھ شک ہے میری اصلاح اور رہنمائی فرما۔ اگر جیتے جاگتے وہاں سے جواب نہ آئے اور سائل کی اصلاح نہ ہو اور اُسے رہنمائی نہ ملے تو یہ میری گردن حاضر ہے۔ اسے اتار لینا۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادی کا بیان کردہ واقعہ

گزشتہ سال قاضی احسان احمد شجاع آبادی حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اطہر کی زیارت کی تو میں نے ایک آدمی دیکھا۔ کہ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کر کے حضور پر صلوٰۃ وسلام بھیجا۔ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی قبروں کی طرف توجہ نہ کی اور نہ ان کو سلام پیش کیا۔ میں نے اس کو کہا بھئی یہ کیوں؟ اس نے کہا میں شیعہ ہوں۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ ان دونوں کو سلام کہوں۔ میں نے اُسے پیار سے کہا۔ "ارے بھائی! خدا کے لئے ذرہ وضو کر کے آؤ دو رکعت نفل ادا کرو اور پھر یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ کرو۔ پھر جو کچھ نظر آئے اور محسوس ہو اس کے مطابق فیصلہ کر لینا"۔ چنانچہ اس نے میری بات مان لی۔ وہ منصف مزاج شیعہ تھا۔ وضو کر کے آیا دوگانہ پڑھنے کے بعد کافی دیر تک مراقبہ میں رہا پھر یکایک اُس نے بہ آواز بلند نعرہ لگایا۔ حاضرین متعجب ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا۔ خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ عمرؓ کو دائیں بائیں لئے ہوئے اُن کے درمیان خود چل کر میرے پاس آکر فرمانے لگے کہ "میرے ان محبوب ساتھیوں کے متعلق بدظنی اور بُرے خیالات کیوں رکھتا ہے؟" آپ گواہ رہیں کہ آج سے میں صحابہؓ کے متعلق

اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں مجھ پر حق کھل گیا ہے اور حقیقت معلوم ہو گئی ہے میں آج سے ابو بکرؓ و عمرؓ کی سچائی اور فضیلت پر ایمان لے آیا ہوں۔" دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ شیعہ اور سنی بھائیوں کے باہمی جھگڑوں کو ختم فرمائے ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت دُر فشان است!

خُم و خمخانہ با مُہر و نشان است!

اس فتنہ کی تردید کے لئے شیعہ سُنی سب متفق ہو جاؤ لا۔ کی تلوار لو اور ان سے لڑو۔ "لا بزن بہ بلا بزن" ان مرزائیوں سے پوچھو کہ تمہارے باپ نے جو ترجمہ کیا ہے۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط کا اس کو کیوں نہیں مانتے ؟ "ازالہ اوہام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی" میں یہ عبارت ہے۔ "مگر وہ رسول اللہ اور ختم کرنے والا نبیوں کا" "یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا" پھر اس کو کیا جنون ہوا۔ کہ اپنی عبارت بھی اس کو یاد نہ رہی اور برطانیہ کے اشارہ سے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔ یہ ہے وہ کتاب جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ نہ حقیقی نہ مجازی، نہ ظلی نہ بروزی چروزی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ یہ کتاب راہ دکھاتی ہے اللہ کا لحاظ کرنے والوں کو متقی کے معنیٰ شرک سے بچنے والا، بدعات سے بچنے والا، گناہ سے بچنے والا۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ ۔ متقی وہ لوگ ہیں جو مان لیتے ہیں۔ بِالْغَيْبِ ۔ جو یقین لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بن دیکھے۔ یہ ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی نے کیا ہے۔ شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ "حجۃ اللہ فی ارض اللہ" اس شاہ ولی اللہ نے ہند میں احادیث و تفاسیر کا چرچا پیدا کیا۔ انہوں نے بہت سی تصانیف حدیث و تفسیر علم کلام، تصوف میں کی ہیں۔ مگر انہوں نے قرآن شریف

کا ترجمہ فارسی کیا تھا اور اُن کے خلف الرشید شاہ عبدالقادر نے قرآن کریم کا ترجمہ اُردو میں کیا۔ مگر ایسی ویسی اردو میں نہیں؛ فصیح و بلیغ اُردو میں جس سے اگر عربی بنائی جائے تو عین قرآن ہوگا، ترجمہ میں ایک لفظ بھی زیادہ نہیں۔ یہ ترجمہ انہوں نے چالیس سال میں مکمل کیا ہے۔ یہ ترجمہ تمام موجودہ تراجم کی جان ہے۔ ہم نے تو تمام عمر منطق و فلسفہ، ریاضی، صدرا میں صرف کی؛ قرآن اور حدیث سے بے خبر رہے حمداللہ اور "سدرہ المنتھیٰ" (صدرا) میں تو مہارت ہو اور قرآن کے لئے ایک جملہ کا معنی نہ آتا ہو؛ کتنی شرمناک بات ہے؛ کیا نہیں "صدرا"، "سدرۃ المنتھیٰ" تک پہنچا دے گی؛

أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ

کیا تم بدلہ میں لیتے ہو ادنیٰ چیز اُس کے مقابلہ میں جو بہتر ہے؟

اس کے ضمن میں شاہ ولی اللہ بیان فرماتے ہیں کہ "قرآن و حدیث کو چھوڑ کر منطق و فلسفہ کے در پے ہونا۔ خیر کو چھوڑ کر ادنیٰ کو طلب کرنا ہے"!

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

(س الفرقان، ع ۳)

اُس دن رسول شکایت کے طور پر کہیں گے۔ اے میرے پروردگار، میری اس قوم نے قرآن کو جو واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ ہے۔ اس پر شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں کہ "قرآن مجید کی تلاوت پر تعاھُد (دوام) نہ کرنا اور دیگر مشاغل میں مصروف رہنا مکروہ اور ممنوع ہے"۔

آجکل تو واعظوں نے بجائے قرآن و حدیث کے شعر و شاعری کا وعظ شروع کر دیا ہے۔ ایسے وعظ بھی قیامت کے دن مہجوریت قرآن میں شمار ہوں گے، جیسا کہ کلام الٰہی شاہد ہے۔

طالب علمو! آیت کس کے متعلق ہے؟ غصہ نہ ہونا۔ بھائی۔ اگر غصہ ہو بھی جاؤ تو کیا؟ مار ہی دو گے۔ ایک دفعہ ہی مرنا ہے، تم ہی مار ڈالو؟

اک جان ہے باقی سو وہ تو لے۔ یا خدا لے؟

تدریس بھی ضروری ہے

طالب علمو! تمہارے پڑھنے کا نتیجہ درس و تبلیغ ہونا چاہیئے۔ تدریس بھی بہت ضروری ہے۔ اگر تدریسی سلسلہ بند ہو جائے تو تبلیغی سلسلہ کہاں؟ تدریس سے مبلّغین پیدا ہوتے ہیں مولوی فاضل اور منشی فاضل ہیں تو کوئی تدریس نہیں۔ تبلیغ تو بڑی بات ہے ہمارے طالب علم اخیر میں "عربک ٹیچر" اور "فارسی ٹیچر" بن جاتے ہیں۔ ارے ہوشیار ہو جاؤ جس چیز کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس کی طرف تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس کی طرف متوجّہ ہو جاؤ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ عبدالقادر کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا تو شاہ ولی اللہ پہلے مترجم ہیں فارسی زبان میں اور اس کا بیٹا چراغ سے چراغ جلا۔ پہلا مترجم ہے قرآن مجید کا اردو زبان میں چالیس سال باوضو بیٹھ کر اس نے یہ ترجمہ مکمل کیا ہے، ایک پتھر پر تکیہ لگایا کرتے تھے میں بہت دفعہ دہلی گیا ہوں مگر برطانیہ کے ظلم و استبداد سے اس مسجد کا نشان مٹ گیا ہے۔ اگر وہ مسجد اب ہوتی تو میں اس میں جاکر دو رکعت نفل پڑھتا اور اسی پتّھر پر بوسہ دیتا اور دعا کرتا کہ اے خداوندا! حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح پر فتوح پر رحمتوں کی بارشیں برسا (اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ قَبْرَہٗ بِاَمْطَارِ الرَّحْمَۃِ وَالْغُفْرَانِ) اس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ ہے۔ مفرد کا مفرد اور مرکب کا مرکب ترجمہ میرا خیال ہے اگر اللہ تعالیٰ اردو میں قرآن مجید نازل فرماتے تو وہ (بلا مبالغہ) شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں ہوتا اس ترجمہ کی طرف توجہ کرو تو شاہ عبدالقادر کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ انہوں

نے "بِالْغَیْبِ" کا ترجمہ بن دیکھے ۔ سے کیا ہے ۔ اس ترجمہ کے باوجود پھر عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۔ کا تعارض باقی نہیں رہتا ۔ "عَالِمُ الْغَیْبِ" جاننے والا ہے بھید کا ، نہیں بتاتا کسی کو بھید کسی کو بھید اپنا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (مگر جس فرشتہ کے ذریعہ چاہے) صاحب روح المعانی اور علامہ شامی نے یہاں رسول سے فرشتہ مراد لیا ہے جیسا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۔ میں رسول سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ۔ نماز کو مع فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کے قائم کرتے ہیں ۔ قیام نماز اور چیز ہے ۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ اور کچھ دیا ہم نے اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں " بانٹ اگر خدائی ہو جائے تو فساد ختم ۔ کمیونسٹوں وغیرہ کا قصہ ختم ہو جائے گا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ ۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ اور اُن کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں

حضرات ! غور سے دیکھو کہ یہاں پر "مِنْ بَعْدِكَ" کا لفظ نہیں ہے بلکہ "مِنْ قَبْلِكَ" کا لفظ ہے ۔ جھگڑا ختم مرزا کا "براہین احمدیہ" کس طرح قرآن ہو سکتا ہے ؟ یہ جو "قبل" ہے اس میں بھی ایک بات ضرور ہے :- وہ یہ کہ امام الانبیاء انکی تصدیق کرنے :- ـــــ والے ہوں ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کے مُصَدِّق ہیں ۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا ۔ خود اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں :-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔

(س آلِ عمران ، ع ۹)

اور اے نبی وہ وقت یاد کرو کہ (عالمِ ارواح میں) وعدہ لیا اللہ نے تمام نبیوں سے کہ جب میں تم کو دوں شریعت کی کتاب اور دانائی پھر آجاتے وہ بڑی شان والا رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہو تو تم ایمان لانا اس رسول پر اور پھر تم ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس سے صاف صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم والسلام کے مُصدّق ہیں۔ جب تصدیق ہو جاتے تو تائید کی ضرورت ہے؛ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آخرت سے مرزا غلام احمد مُراد نہیں ہو سکتا

مرزا کہتا ہے کہ ــــ آخرت سے مراد مرزا غلام احمد ہوں۔

ارے حضور تو فرماتے ہیں۔

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ؛

میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔

اگر حضور کے بعد نبوّت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضور یہ اعلان نہ فرماتے۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ آخرت سے اگر مولانا غلام غوث صاحب کو مراد لیا جائے یا عطاء اللہ لیا جائے اور اگر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب (لدھیانوی) مراد لئے جائیں (اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ خاکم بدھن) کیونکہ اللہ میاں نے فرمایا۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔

پھر تم سے قیامت کے دن نعیم کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو بتاؤ یہ ہو سکتا ہے کہ آخرت سے غلام غوث اور عطاء اللہ یا محمد نعیم مراد لیا جائے؟ نہیں نہیں! حاشا وکلا۔ تو مرزا کس طرح اس سے مراد ہو سکتا ہے؟ آہ زبان بھی یتیم ہو گئی؟ اور قرآن بھی یتیم ہو گیا؟ عربی زبان دانی کا یہ حال ہے مرزا کا۔ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ۔ یہ لوگ جن کے احوال اور اوصاف ذکر کئے گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ پر ہیں۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں یا فلاح پا چکے ہیں یہ آیتیں، یہ عقیدہ اور یہ عمل نجات کے لئے کافی ہے۔ اگر قرآن کی صرف یہی چند آیتیں نازل ہوتیں اور بقیہ نازل نہ ہوتا تو یہ آیتیں اسلام کی صداقت اور مسلمان کے عقیدہ کے لئے کافی ہیں۔

مرزائی نبوّت کے بہت حریص ہیں

یاد رکھو! یہ مرزائی نبوّت کے بہت حریص ہیں (کدے نئیں رجدے) (یعنی انکا پیٹ کبھی نہیں بھرتا) یہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کا ہر ایک خوشامدی اور سرکردہ بھی نبی ہو سکتا ہے۔ پٹنہ میں ایک دفعہ بچپن کے زمانہ میں اپنے ابا حضرت حافظ سید ضیاء الدین کے ساتھ ایک دعوت پر گیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے چونتیس سال اپنے والد بزرگوار کی خدمت اور شرف صحبت سے نوازا ہے جس وقت میں چھوٹا تھا تو باپ کے ساتھ دعوتوں میں جایا کرتا تھا۔ مگر ایسے ہی نہیں، جب تک دعوت نامہ پر یہ نہ لکھا ہوتا، حافظ سید ضیاء الدین مع صاحبزادہ" طفیلی جیسا جانے کا میں منکر تھا بہر حال ایک دفعہ کسی دعوت پر چلا گیا۔ کھانا لایا گیا۔ ایک بہت حریص آدمی پر نظر پڑ گئی۔ جس کے سامنے بڑا قاب رکھا ہوا تھا۔ قاب جانتے ہو یعنی مخروطی شکل جیسا برتن۔ جو چاول سے بھرا ہوا تھا۔ اس حریص کا منہ چاولوں سے

بھرا ہے اور گھر والے کو کہنا چاہتا ہے کہ اور چاول لے آ۔ اس کے منہ میں چاول کا لقمہ ہے۔ زبان سے تو کہنے سے قاصر ہے اشارہ سے اُوں اُوں کر رہا ہے۔ مجھے الدٰجد نے فرمایا کہ یہ بھی کبھی سیر ہوگا؟ تو مرزائی اُس کی طرح حریص ہیں نبوت سے کبھی بھی سیر نہیں ہوتے۔ اب نبوت کی کیا ضرورت؟ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا وہ (چاولوں کے لئے) ایک فرد کی حرص اور یہ (غلام احمد کی جعلی نبوت) تو پوری مرزائی قوم کی حرص ہے "یُؤْمِنُوْنَ" کا کلمہ ہو منہ میں "یُنْفِقُوْنَ" کا کلمہ ہو منہ میں اور دوسرے پیغمبر کو کہیں (اُوں اُوں) میں پوچھتا ہوں اور کیا بات باقی ہے جس کی تکمیل کے لئے "مابدولت مرزا" تشریف لا رہے ہیں؟ تم تو وہاں گورداسپور میں رہتے تو اچھا ہوتا؟

مرزائیوں نے گورداسپور کو ہندوؤں کے حوالہ کردیا

ارے ان ظالموں نے خود گورداسپور ہندوؤں کے حوالہ کیا گرداسپور میں مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ تھی مگر مردم شماری کے وقت ان ظالموں نے کہا ہم غیر مسلم ہیں تو وہاں غیر مسلموں کی تعداد بڑھ گئی اور ہندوؤں کے حصہ میں وہ علاقہ آگیا اور مرزائیوں کو پاکستان دھکیلا گیا اگر آج گرداسپور پاکستان کے قبضہ میں ہوتا تو کب سے پاکستانی دہلی کے لال قلعہ پر لہراتا ہوا نظر آتا ع

یہ سب گھر ہمیں نے بسائے ہوتے ہیں؟

میری علمی پرورش

میں نے علمی پرورش حضرت مولانا انور شاہ صاحب، حضرت مفتی محمد حسن صاحب حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابو الکلام آزاد اور مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے پائی ہے۔ مولانا محمد علی شوکت علی، مولانا شبیر احمد عثمانی کی صحبتیں میسر آئی ہیں۔ میں نے ان بزرگوں کے چہرے پڑھے ہیں اور ان کا پیار اور دعائیں حاصل کی ہیں۔ روحانی تربیت جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے حاصل ہے ۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی۔

تینتیس سال انگریز کا مقابلہ کیا۔ اب بھی آل اِن کمانڈ (انگریز اور اس کے کتوں سے لڑنے مرنے کے لئے طیار ہوں۔

"لعنت بر پدرِ فرنگ"، "صد بار لعنت بر پدرِ فرنگ" انگریز چلے گئے مگر اُس کی دُم باقی ہے یہ چھپکلی کا قصہ ہے چھپکلی کو مارا جائے تو وہ مر جائے گی مگر اُس کی دُم دیر تک حرکت کرتی رہے گی۔ یہ مرزائی برطانیہ کی دُم ہیں۔ انہوں نے آج تبلیغ نہیں، اغوا مچا رکھا ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری فرماتے ہیں کہ "مرزائیوں نے اغوا کا نام تبلیغ رکھ دیا ہے"!

اختتام

آخر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ "لا" کی تلوار لو اور میدان میں نکلو۔ لمبے قصے چھوڑ

دو، "دو حرفی گل مُکا نیڑی"۔ "بس لا بزن ببلا بزن"۔ اگر ساری رات اس مسئلہ ختم نبوت پر بولتا رہوں تو اس مسئلہ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ یہ لمبی داستان ہے، راتیں ختم ہو جاتی ہیں مگر مسئلہ ویسے کا ویسا تشنہ رہ جاتا ہے۔

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔!

ملت سے حضرت امیر شریعتؒ کا آخری خطاب اور آپ کا آخری پیغام

برادرِ عزیز الحاج محمد یوسف بٹ ٹمی کے اگرچہ پاکستان کے بہت سے جلیل القدر علماء کرام کے ساتھ نیاز مندانہ مراسم ہیں لیکن قلب و نظر کی گہرائیوں میں انہیں سب سے زیادہ محبت اور عقیدت خطیبِ اعظم امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ہے، چنانچہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی رُوح کو ایصالِ ثواب کی خاطر ایک حج کیا ہے اور کئی عمرے اور طواف بھی کئے ہیں۔

"خطباتِ حضرت امیر شریعت" کی اشاعت بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ حضرت امیر شریعت کے خطاب اور تقریر کی ریکارڈنگ کا پہلا واقعہ تو مظفر گڑھ کے ایک جلسے کا ہے جس کی پوری تفصیل اس کتاب کے صفحہ ——— پر درج ہے۔

دوسرے واقعے کی بابت خود بٹ صاحب کا بیان ہے کہ

حضرت امیر شریعتؒ کی تقریر کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں مختلف حضرات سے میرا رابطہ ہوا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایک روز شیخ القرآن حضرت مولینا غلام اللہ خاں صاحبؒ کی خدمت میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کمال شفقت کا اظہار کرتے ہوئے میری آرزو اور میرے جذبے و شوق کی تکمیل کا سامان فراہم کرنے کی فوراً حامی بھری اور مجھے اسی وقت اسلام آباد میں حضرت امیر شریعتؒ کے ایک خادم اور حضرت شاہ صاحب کی تقاریر کے موقع پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام و انصرام کرنے والی شخصیت الحاج چوہدری خوشی محمد صاحب مالک کورال ریڈیو کے ہاں لے گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حاضری کا مقصد بیان کیا تو چوہدری صاحب

نے کمال مہربانی سے کام لے کر مجھے شاہ صاحب کی ایک تقریر کی کیسٹ عنایت فرمائی اور مجھے زر وجواہرات سے بھی زیادہ قیمتی تحفہ دے کر قابل صد افتخار بنا دیا۔

بحمداللہ! حضرت امیر شریعت کی سحر آفریں خطبات میں اس تقریر کو بھی کہ جس کا کچھ حصہ اردو اور پنجابی پر مشتمل ہے۔ من وعن پہلی مرتبہ شائع کرنیکی سعادت حاصل کی جارہی ہے

شاہ صاحب کی آخری تقریر اور ملتِ اسلامیہ سے آپ کا آخری خطاب بھی غالباً یہی ہے جس میں آپ نے اپنے عقاید و نظریات کے اعادے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے نام اپنا آخری پیغام بھی پیش کیا ہے۔

شاہ صاحب کی اس تقریر کا جتنا حصہ دستیاب ہوسکا وہی پیش خدمت ہے۔

جھوٹی نبوّت کے دعویداروں کی سرکوبی کیلئے

سُنتِ صدیق اکبرؓ زندہ کی جائے گی

(ملتِ اسلامیہ سے حضرت امیر شریعت کے آخری خطاب کا ایک حصہ)

ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا اس کی بابت میں کہتا ہوں کہ جب تک ہم زندہ ہیں جھوٹی نبوت نہیں چلنے دیں گے، یہ ڈیوٹی ہماری ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے لگائی گئی ہے، جیساکہ ٹریفک والے سپاہی کی ڈیوٹی ہے ہم بھی ڈیوٹی پر ہیں، میرے ذمہ دو ڈیوٹیاں ہیں۔

ایک تو لوگ مجھے اس نسل سے متعلق کہتے ہیں۔ عمل میرا ہو یا نہ ہوں لیکن مجھے اپنے خون پر اعتماد ہے ہاں ہاں مجھے یقین کامل ہے کہ میں ہوں بنی ہاشم سے، اتنا مجھے اپنے

علم پر یقین نہیں تو ! (بھائی نہیں کچھ بھی نہیں) مجھے اپنی نسل پر یقین ہے۔

او جٹو - ! او زمیندار و - ! اک بوٹا ہووے بگر دا ، شریک وڈھنا چاہیے ، زمیندار آکھدا - واہ (دس !) بوٹے توں میرے کولوں ٹاہلی دے گھن ایہہ اک بوٹا میرے دادے دا لایا ہویا اے ایہہ نہیں وڈھن دینا ،

نعرہ تکبیر اللہ اکبر ، ختم نبوت زندہ باد

ختم نبوت دا بوٹا - چودہ سو سال دے وچ ساڈی وراشت وچ آیا اے ، دین اسلام نسلاً بعد نسل - اوہ پشتاں دی اٹھائی انیس سن بس زیادہ نہیں - ساڈے وڈیاں دیاں بڑیاں بڑیاں عمراں ہویاں نے چودہ سو سال وچ گیارہ گیارہ حافظ ٹبراں دے اندر سن ، ہن وی الحمد للہ - چار پتر نے چارے حافظ ، داماد ملیا اوہ وی حافظ ، بھرا جیوندا اے اوہ وی حافظ ، بڈھڑی اماں اسی نوے سال دی جیوندی آ اوہ وی حافظہ - تے ٹٹاں بھجاں ہیں وی ہاں - گو فالج نے حافظہ تباہ کر دتا جے سارا نہیں تے کجھ نہ کجھ اجے وی یاد اے -

ایہہ قرآن ساڈی وراشت وچ آیا - دین ساڈی وراشت وچ آیا ساڈے وڈیریاں ساڈے کول کردار بنایا اے - ہائے ہائے

مِن مَعشَرٍ سَنَّت لَنَا آبَاءُنَا وَلِكُلِّ قَومٍ سُنَّةٌ وَإِمَامُهَا !

ساڈے وڈیریاں اک راہ پایا اے ، ساڈا اک کردار اے ، ساڈی اک

رسم اے، حق بات آکھدیاں مرناں، حق سُننا، حق مَننا۔

بھانویں کجھ ہو جائے، اج جو کجھ ہو رہیا اے، جو ہونا تھا ہو چکا، جو کجھ ہو گا جب بھی کوئی نبی سر اٹھائے گا صدیق اکبرؓ کی سنت جاری کی جائیگی۔

نعرہ تکبیر، اللہ اکبر، شہیدان ختم نبوت زندہ باد، رضی اللہ تعالیٰ عنہم رحمہم اللہ علیہم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے کیا دُعا کروں، دُعا یہی ہے کہ ان کے صدقے ہمارا ایمان بچ جائے۔

بات پھر سُن لو۔: جو مسئلہ درپیش ہے، اساں نہیں ٹلنا۔ کیا ہو گا؟ کیا ہووے گا؟ میں کہتا ہوں سب کی ذمہ داری مجھ پر۔ جو آئندہ ہو گا اسکی بھی، جو نہیں ہونا چاہیے وہ بھی ہو جائے، اس کی ذمہ داری مجھ پر۔: جان دوں، پھانسی دے دو گے۔ بس! السلام علیکم (نعرۂ تکبیر زندہ باد۔ تحفظ ختم نبوت زندہ باد)

انج نہیں میں مرنا۔ نعرے (بس بس) ۱۶، نومبر نوں فالج گریا، عشاء دے ویلے، جے مرجانداں پھر کیہ ہوندا۔ میں تے چاہناں کہ کسے دے گلے پے کے مراں، ہاں۔ ہاں۔:

میری بچی۔: جیہڑی میری ظاہری اسباب وچوں میری حیاتی دا باعث اے۔ اس نے کئی بار آکھیا۔ اباجی۔ ہُن تے اپنے حال اُتے رحم کرو! میں کیہا۔ ایس نے بڑی دکھدی رگ پھڑی اے۔

اللہ پُتراں نوں وی سلامت رکھے۔ بھر بیٹی نال مینوں محبت بُہت اے ایس آکھیا کہ ایہنوں کس طراں سمجھاواں؟

اوہنے آکھیا —— اباجی —— تہانوں چین نہیں آوندا ؟ بھلا ہن تسیں سفر دے قابل ہو —— ایہہ تہاڈا حال اے ۔ ٹُرپھر تہاڈے کولوں نہیں ہوندا ، کھان پین تہاڈا کجھ نہیں رہیا ، کیہہ کردے او پئے ۔

میں آکھیا ۔ پُتر ! توں بڑی خوش ہوویں گی کہ میں اڈیاں رگڑ رگڑ کے منجی تے مرجاواں ؟ توں ایس بات تے راضی نہیں کہ میں باہر نکلاں میدان دے وچ ۔ اور آکھاں لَا نَبِیَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ۔ لَا رَسُوْلَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ۔ لَا اُمَّۃَ بَعْدَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ایہہ کہہ کے مرجاواں تے توں خوش نہ ہوویں گی ۔ ؟

(خوش کیہہ ہونا سی) اوہ کرگئی چپ ۔ میں آکھیا ۔ دعا کر ! کدھرے مسئلہ بیان کردیاں سٹیج تے مراں ، کلمہ پڑھدیاں پڑھدیاں مراں ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ —— وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَ اُمَّتِہٖ نمازاں ۔ اور اذاناں دے بغیر ۔ جیہڑا کلمہ پڑھو ! میں حکم دیناں تہانوں کہ جس طرح میں پڑھداں اوسے طراں تسیں پڑھیا کرو ۔ تے ایہہ بدعت نہیں ہووے گی ۔ مولوی غلام اللہ خاں : خاص طور تے پڑھیا کرن : تے اپنے طالب علماں نوں پڑھاؤن ۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ ،

بسترِ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دینے سے میدانِ جہاد میں شہادت بہتر ہے

پاکستان کے اندرونی دشمنوں سے بچنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا بیرونی دشمنوں سے

تین لاکھ فرزندانِ توحید کے اجتماع سے حضرت امیرِ شریعتؒ کا خطاب

لاہور۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ۱۹ اگست ۱۹۵۱ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں عظیم الشان اجتماع پنجاب اسمبلی کے سپیکر جناب خلیفہ شجاع الدین کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مجلس احرار اسلام کے سالارِ اعلیٰ چودھری معراج الدین نے ایک حلف نامہ پیش کیا جس پر صوبہ پنجاب کے سالارانِ احرار نے اپنے خون سے دستخط کئے

یہ حلف نامہ مولانا محمد علی جالندھری صدر مجلس احرار اسلام پنجاب نے وزیر اعظم پاکستان خان لیاقت علی کی خدمت میں پیش کرنے کا اعلان کیا۔ اس حلف نامہ کے ذریعہ مجلس احرار کے رضا کاروں نے اسلامی مملکت پاکستان کے دفاع و استحکام کی خاطر اپنی تمام خدمات حکومتِ پاکستان کے سپرد کرنے کا اعلان کیا تھا۔

اس تاریخی اجتماع میں جب خلیفہ شجاع الدین سپیکر پنجاب اسمبلی تشریف لائے تو مجلسِ احرار کے سرخپوش، باوردی سالاروں، رضا کاروں اور مدرسہ خورشید الاسلام لاہور کے ننھے مجاہدوں نے فوجی انداز میں سلامی پیش کی، آج کا یہ عظیم الشان اجتماع لاہور کے تاریخی جلسوں میں سے ایک تھا، اندازاً تین لاکھ کے مجمع میں جب صدر جلسہ خلیفہ صاحب اور حضرت امیرِ شریعت تشریف لائے تو پاکستان زندہ باد اور قائد اعظم زندہ باد، امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے لاہور کے در و دیوار گونج اٹھے۔

دشمن کے خوفناک ارادے

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے ولولہ انگیز اور سحر آفریں لہجے میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

صدر محترم - بزرگان ملت اور برادرانِ عزیز :-

آج پاکستان کو جن حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہیں - بھارت نے ہماری سرحدوں پر فوج جمع کر دی ہے ، ہمیں کیا کرنا ہے جنگ کرنی ہے نہیں کرنی ہے اس کی بابت مشورہ دینا یا رائے ظاہر کرنا میرا کام نہیں ، یہ وزارتِ جنگ جانے کہ کب آغاز ہوگا کہاں سے ہوگا ، یہ ہمارے بس کی بات نہیں اس کے لیے ارباب اختیار موجود ہیں - میں تو دُعا گو ہوں کہ اللہ کریم ہمیں فتح و نصرت سے ہمکنار کرے ، ابھی چند دن ہوئے ۱۴ اگست کو ہم نے یوم آزادی منایا - عوام نے دل کھول کر جذبے اور جوش و خروش کا مظاہرہ کیا میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جوش و جذبے کو مستقل کر دے۔

حضرت امیرِ شریعتؒ نے فرمایا - جب کچھ حاصل ہو جائے کوئی چیز مل جائے تو خوشی اور مسرت کا اظہار ضرور ہوتا ہے لیکن خوشی اور مسرت میں اصل چیز کو نہیں بھول جانا چاہیئے۔

پاکستان کسی چہار دیواری کا نام نہیں یہ کروڑوں افراد کی آبادی کا نام ہے - اگر ہماری زندگی کے کچھ مقتضیات ہیں تو پاکستان کے بھی آپ سے کچھ تقاضے ہیں۔

یہ درست کہ جنگ اچھی چیز نہیں مگر جب گلے پڑ جائے تو اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے ، اگر کوئی مصیبت آ جائے تو اسے دُور کرنا فرض ہے - بھارت کی ہندو مہا سبھا نے آئندہ الیکشن کے لیے نعرہ بلند کیا کہ ہم پاکستان کو بزورِ شمشیر فتح کر کے اکھنڈ ہندوستان بنائینگے شروع شروع میں تشکیل پاکستان کے وقت بھارتی اخبار ملاپ نے بھی لکھا تھا کہ فی الحال چلو۔

پھر ہم قوت کے ساتھ واپس آئیں گے۔ اس ہیبتدار کی خبر اب ہندو مہا سبھا کی زبان سے نکلی ہے۔

لیاقت علی نے مُکا دکھایا ہے

حضرت امیر شریعت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ بھارت نے جب ہماری سرحدوں پر فوجیں جمع کر دیں تو اس کے جواب میں لیاقت علی خاں نے پنڈت نہرو کو کہا ہے۔ سن لو! اگر پاکستان پر حملہ کیا تو پاکستان کا بچہ بچہ میدانِ کارزار میں ہو گا۔ ہمارے نوجوان شوق شہادت میں سرشار ہیں، اور لیاقت علی نے اپنا مُکا لہراتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ پوری قوم مضبوط، متحد اور دشمن کے مقابلے کے لیے ہر وقت کمر بستہ ہے۔

حضرت امیر شریعت نے کہا کہ پنڈت نہرو نے لیاقت علی کے جواب میں کہا ہے کہ یہ فوجیں تو ہم نے یونہی امن کے لیے جمع کی ہیں خدا جانے پنڈت نہرو نے یونہی بے خبری میں کہہ دیا ہے اس لیے آپ صرف نظم و ضبط قائم رکھیں اور جہاد کی تیاری کریں۔

کفارہ ادا کرنے کا وقت

حضرت امیر شریعت نے کہا اگر جہاد کا اعلان ہوا تو بوڑھا بخاری بھی میدانِ کارزار میں کود پڑے گا البتہ اس بات کی حسرت رہے گی کہ اس وقت میں جوان نہیں ہوں لیکن دشمن کے مقابلے میں اب بھی جوان ہوں، میرا جذبہ اور شوق شہادت اب بھی شباب پر ہے، میری تمنا ہے کہ بستر پر ایڑیاں رگڑنے کے بجائے میدان جنگ میں جان دوں! گنا ہوں کا یہ کفارہ ادا کرنے کا وقت ہے۔

برادرانِ محترم! آپ جانتے ہیں کہ جنگ اور کشیدہ حالات کے لیے احکامات بھی مختلف ہیں۔ پاکستان ہم نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ تیرہ سو سال کی تاریخ میں کبھی اتنی قیمت ادا نہیں کی گئی اس بیش قیمت ملک کو بچانے اور اسکی حفاظت

کے لیے ہر وقت تیار اور کمربستہ رہیے۔

سرحدوں پر دشمن فوجوں کے اجتماع کا مقابلہ کرنے اور اپنے ملک کے دفاع کی خاطر ہمیں تیار رہنا چاہیئے، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو محسوس کرنا چاہیئے۔

حضرت امیر شریعت نے قرآن کریم کی آیت کریمہ تلاوت کی۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم دشمن کے مقابلے کے لیے جو کچھ تمہارے بس میں ہے، جس چیز کی بھی تم میں استطاعت ہے اور جس انداز کی بھی تم قوت حاصل کر سکتے ہو خوب تیاری کرو! اور دشمن کو ایسا مرعوب کر دو! (پنجابی زبان میں) یرکا دو! دھاک بٹھا دو کہ ان کی ہوا اکھڑ جائے، انہیں شکست فاش ہو جائے کیونکہ وہ کافر اللہ تعالیٰ کے اور تمہارے دشمن ہیں۔

جدید اسلحہ چلانا سیکھنا قوت بھی ہے اور عبادت بھی

حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا قوت سے مراد ہر طرح کا ساز و سامان ہے صرف تلوار اور تیر ہی قوت نہیں، آج کے بمبار طیارے، بندوقیں، برین گنیں، سرنگیں، توپ ٹینک وغیرہ سب قوت ہی ہیں۔ اس قوت کو استعمال کرنے کے لیے جو صلاحیت درکار ہو اسے بروئے کار لانا بھی قوت ہے، فوجی مشق کرنا اور اسلحہ چلانا سیکھنا جدید دور میں جنگ کے نئے نئے طریقے سیکھنا یہ سب کچھ قوت بھی ہے اور عبادت بھی۔

حضرت امیر شریعتؒ نے پرجوش لہجہ میں فرمایا یہ جلسے جلوس اور محض بھیڑ کے مظاہرے کا وقت نہیں بلکہ اپنے مقدر کے فیصلے کا اور اپنے رب کو راضی کرنے کا وقت ہے۔ اُٹھو! اور کچھ کر گزرو۔ ! پاکستان زندہ باد (پرجوش نعرے حضرت امیر شریعتؒ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ یہ میدان کارزار کی نہیں بلکہ اس سے پہلے کی بات ہے۔

لڑائی کے وقت کیا کرنا ہوتا ہے، اس کے احکام الگ ہیں یہ تو اس سے پہلے کی بات ہے کہ ایسے ناخوشگوار حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرو -! اور اپنی تیاری سے ہی دشمنوں پر رعب جماؤ، دھاک بٹھا دو! اور قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق تیاری کا ساز و سامان اتنا جمع کر دو اور اپنی ہر نوعیت کی قوت کا ایسا مظاہرہ کرو کہ دشمن مرعوب ہو جائے کیونکہ طاقت و قوت ہی اصل چیز ہے اگر قوت نہیں تو کچھ نہیں۔

دفاعِ وطن کی خاطر نیشنل گارڈ میں بھرتی ہو جاؤ!

حضرت امیر شریعت نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی، ہم نے اس وقت جو صحیح سمجھا برملا اظہار کیا اور آج جو کہہ رہے ہیں وہ کسی سے دب کر نہیں بلکہ پوری آزادی کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان کے دفاع کی خاطر اور اس مملکت کے استحکام کے لیے ہم ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔

شاہ صاحب نے کہا کہ میں آپ لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا اور مجلس احرار اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے پاس نہ مال و دولت ہے نہ جاہ و ثروت، مادی مفادات سے ہمارا دامن پاک ہے، میں تو صرف خلوص دل سے آپ سے ایک بات کہتا ہوں، اور آپ کے قدموں پر اپنی سفید داڑھی رکھ کر ایک التجا کرتا ہوں، پہلے یہ بتلاؤ کہ تم میری یہ التجا — اور میری یہ درخواست منظور کرو گے؟

سامعین ——— پرجوش آواز میں ضرور! ضرور

حضرت شاہ صاحب: سن لو -: میری ایک ہی درخواست اور یہی التجا ہے کہ تم میں سے کوئی نوجوان مجھے ایسا نظر نہ آئے جو نیشنل گارڈ کی وردی نہ پہنے ہو، دفاعِ وطن کی خاطر نیشنل گارڈ میں بھرتی ہو جاؤ!

خدا کی قسم! یہ اکھنڈ بھارت کا نعرہ لگانے والے منہ کی کھائیں گے، ان کے مکروہ عزائم خاک میں مل جائیں گے، دیکھنا دشمن کس طرح دم دبا کر بھاگتا ہے، بس صرف تیاری کرو! کوئی نوجوان جہاد کی تیاری کے بغیر نہ رہے۔

مجمع نے پھر والہانہ انداز میں —— اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا حضرت امیر شریعت نے پورے مجمع سے ہاتھ اٹھوا کر یہ حلف لیا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں اس سے قول کرتے ہیں۔ اس اللہ سے جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جانیں ہیں جو ہمارا خالق و مالک اور رازق ہے جو ہمارا معبود ہے جو ہمارا مسجود و مقصود ہے۔ ہم اس سے وعدہ کرتے اور عہد کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کی حفاظت اور اپنے ملک کے استحکام و استقلال کے لیے اور اس کے باشندوں کے ننگ و ناموس، اپنے بچوں، مال و منال اور اپنے وطن کے چپے چپے اور ذرہ ذرہ کے تحفظ کی خاطر سب قومی رضا کار بنیں گے اور فوجی تربیت حاصل کریں گے۔

خداوند قدوس، ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں اے بے کسوں کے اللہ! ان کو توفیق دے ان کے دلوں میں نورِ ایمان پیدا کر دے۔

اس موقع پر پورے مجمع میں رقت طاری ہو گئی، لوگوں نے زار و قطار رو کر عہد و اقرار کیا اور حلف اٹھایا۔